قرآن کریم
کے
عبرتناک واقعات

مؤلف: **عبداللہ مدنی**

صاحب تفسیر ابن کثیر علامہ عمادالدین ابن کثیر

صاحب تفسیر مظہری علامہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی

صاحب معارف القرآن علامہ مفتی محمد شفیع

صاحب قصص القرآن مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی

صاحب تفہیم القرآن مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

صاحب انوار البیان مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری

ودیگر علماء مفسرین محققین کی تحقیق کی روشنی میں

قرآن کریم
کے
عبرتناک واقعات

مؤلف: عبداللہ مدنی

صاحب تفسیر ابن کثیر علامہ عماد الدین ابن کثیر
صاحب تفسیر مظہری علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی
صاحب معارف القرآن علامہ مفتی محمد شفیع
صاحب قصص القرآن مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
صاحب تفہیم القرآن مولانا ابو الاعلیٰ مودودی
صاحب انوار البیان مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری
و دیگر علماء مفسرین و محققین کی تحقیق کی روشنی میں

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : قرآنِ کریم کے عبرتناک واقعات

ناشر : مشتاق احمد

بااہتمام : سلمان خالد

کمپوزنگ : حافظ سیف اللہ خالد

النفیس کمپوزنگ سنٹر

بالمقابل حبیب بنک شجاع آباد۔ فون: 0307-2603021

پرنٹرز : اسد نیر پرنٹرز لاہور

قیمت : 150 روپے

مشتاق بک کا[redacted]

الکریم مارکیٹ، اردو بازار لا[redacted]

کتاب ہذا میں اگر کہیں کوئی کمپوزنگ کی غلطی ہو تو ادارہ کو اط[redacted]
فرض پورا کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو[redacted]

Awais
for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

فہرستِ عنوانات

عنوانات	صفحہ
حرفِ آغاز	10
ابلیس کے عبرتناک واقعات	11
ابلیس......اللہ کا نافرمان	11
ابلیس، جنات میں سے تھا	12
ابلیس......رحمت سے دور کردیا گیا	13
اسے تکبر نے برباد کیا	14
ابلیس کی بدتمیزی اور بدبختی	15
حجت بازی کا وبال	16
اس کا ٹھکانہ عالمِ بالا میں تھا	17
ابلیس کی بنی آدم سے دشمنی	17
واقعہ ہابیل وقابیل	18
زمین پر سب سے پہلا قتل!	18
اس قتل کا سبب عورت بنی	18
تقویٰ والوں کی قربانی قبول ہوتی ہے	19
قابیل کے سینے میں بغض تھا	19
قابیل نے چھری گھونپ دی	20
متقی کون ہے؟	20
شیطان نے قابیل کو راہ دکھائی	21
بیٹے کے قتل پر حضرت حوا کی حالت	22
ہابیل شہید کی تدفین	22
حضرت آدم علیہ السلام کو بیٹے کے قتل کا صدمہ	23
قابیل کو قدرت کی طرف سے دنیا میں سزا	23
حضرت نوح علیہ السلام کے واقعات	24
حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو تبلیغ	24
قوم کی ہٹ دھرمی	24
ایمان لانے والے غریب تھے	25
قوم کے باطل خیالات	26
ایمان والوں پر حقارت کی نظر	27
قوم کا مزید عناد اور عذاب کا مطالبہ	27
حضرت نوح علیہ السلام کا جواب	28
اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشتی بنانے کا حکم	28
قوم کے سرداروں کا تمسخر	29
پانی کا طوفان اور کافروں کی غرقابی	29
پانی پہلے تنور سے اُبلا	30
اہل ایمان کا طوفان سے بچنا	31
نوح علیہ السلام کا بیٹا موج کی لپیٹ میں	31
کشتی کا جودی پہاڑی پر ٹھہرنا	32
بیٹے کے بارے میں اللہ کا حکم	33
اہل ایمان کا باسلامت کشتی سے اترنا	33
حضرت نوح اور لوط کی بیویوں کا عبرتناک انجام	34
پیغمبروں کی صحبت انہیں کام نہ آئی	34
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات	36
علاقائی پسِ منظر	36
آپ علیہ السلام کا والد سے خطاب	36
ستارہ پرستوں کو خطاب	37
چاند اور سورج کے بارے میں......	37

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

عنوانات	صفحہ
مشرک قوم سے اظہارِ برأت	39
قوم کی حجت بازی کا جواب	39
بے جان نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے!	40
مجھے ان سے کوئی خوف نہیں	41
ابراہیم علیہ السلام کا والد سے مکالمہ	41
باپ تلملا اٹھا	42
آپ علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ	43
اپنی قوم کو توحید کی دعوت دینا	44
پیغمبر جھوٹ نہیں بولتا!	45
جھوٹے خداؤں کا عبرتناک انجام	46
بڑے بُت کے کندھے پر کلہاڑا	47
بت پرستوں پر کیا گذری!	47
ابراہیم علیہ السلام کا ایک تفہیمی انداز	48
آگ میں ڈالے جانے کا فیصلہ	48
آپ علیہ السلام نذرِ آتش کر دیے گئے	49
آپ علیہ السلام کا اپنے رب پر ایمان	50
آگ گلزار بن گئی......	50
نمرود مردود کی بدنصیبی	51
گرگٹ کی خباثت اور اس کے قتل کرنے میں اجر	51
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ	52
نمرود مردود کا عبرتناک واقعہ	53
نمرود کا تعارف	54
یہ خدائی کا دعویدار تھا	54
ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ	54
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مسکت دلیل	55
نمرود کی زبان گنگ ہوگئی	55
نمرود پر عذابِ الٰہی	56
قوم لوطؑ کے عبرتناک واقعات	57
قرآن کریم کا بیان	57
فرشتوں کی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات	58
لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد	58
فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھ کر قوم کا بہکنا	59
لوط علیہ السلام کی پیش کش اور قوم کا جواب	59
حضرت لوط علیہ السلام کو فرشتوں کی تسلی	59
قومِ لوط پر عذابِ خداوندی	59
چند تشریحات	60
شاہ ولی اللہؒ کا قول	60
حضرت شیخ الاسلام کے مشاہدات و تاثرات	61
قرآنِ کریم کی تصریح	63
لوط علیہ السلام کی بیوی کا عبرتناک انجام	66
قومِ سباء کے واقعات	67
ناشکرے لوگ	67
قومِ سبا کا مسکن	67
اللہ تعالیٰ کے انعامات	68
قوم کی بدنصیبی	69
اس قوم پر سیلاب کا عذاب آیا	69
عبرت ہی عبرت......	70
سنو عذابِ خدا آ رہا ہے	71
کاہن کی چالبازی	71
اوس اور خزرج کا پسِ منظر	72
چوہوں نے دیوار گرا دی	73
قومِ شعیب علیہ السلام کا واقعہ	74
قرآنی مضمون	74
قوم نے ہدایات پر عمل نہ کیا	74
ناپ تول پورا پورا کرو	76
حضرت شعیبؑ کو جادوگر کہا گیا	77
آخری انجام	78
عذاب کتنے قسم کے تھے؟	78
عذاب کی مختلف صورتیں	79
حضرت شعیب کی ہجرت	79

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

عنوانات	صفحہ
ظالموں سے اللہ کا انتقام	80
سیدنا ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعات	81
دنیاوی آسائش نے رب سے غافل کر دیا	81
موثر بیانات بھی بے اثر	82
عاد اور ثمود کی مختصر تاریخ	83
عاد کا زمانہ	84
عاد کا مسکن	84
عاد کا مذہب	84
حضرت ہود علیہ السلام	85
حضرت ہود علیہ السلام کا نسب نامہ	85
تبلیغ اسلام	85
پیغمبر اجر کا مطالبہ نہیں کرتا	86
صرف چند ایمان دار	87
قوم کی شقاوتِ قلبی	87
حضرت ہود کو پاگل کہا گیا	88
نفع نقصان کا مالک صرف اللہ	88
عذاب کی وعید	88
پیغمبر قوم کا دشمن نہیں ہوتا	89
قوم کی عذاب طلبی	90
حضرت ہود کی آخری وارننگ	90
قوم عاد پر عذاب کا منظر	91
قوم ثمود کے حالات و واقعات	93
قرآن کریم کے بیانات	93
صالح علیہ السلام کی تبلیغ	94
قوم کی ہٹ دھرمی	94
تین دن کی مہلت	95
بجلی کی کڑک نے انہیں مار ڈالا	95
اللہ نے انہیں بہت نوازا تھا	96
انہوں نے پیغمبر سے بدتمیزی کی	96
نو بدمعاشوں کا انجام	97
اللہ کی اونٹنی قتل کر دی گئی	98
عذاب کیسا تھا!	99
قوم ثمود کی اُجڑی بستی "الحجر" (مدائن صالح)	100
حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ کا کنواں	100
اس علاقے کی موجودہ صورت حال	102
سعودی علماء کرام اور حکومت کا فیصلہ	102
اسلامی خلافت کا یادگار ریلوے اسٹیشن	103
"تو یہ پڑے ہیں ان کے گھر ویران"	104
قوم ثمود کی عبرت ناک داستان	105
قوم ثمود کے نو بدمعاش	106
سب کے دماغ پاش پاش	106
موت سے ڈر کر بھاگنے والوں کا عبرتناک انجام	108
زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں	108
حزقیل کی آمد اور معجزہ	109
حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ	110
اللہ کا پیغمبر مچھلی کے پیٹ میں	110
تین اندھیروں میں	111
واقعہ کی تفصیلات	111
دعائے یونس کی برکات	112
یہ دعا سب کے لئے مفید ہے	113
حضرت موسیٰ علیہ السلام	114
اور فرعون کے عبرتناک واقعات	
فرعون کی طرف سے بچوں کے قتل کا حکم	114
موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور حفاظت کا انتظام	115
موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں	115
آپ علیہ السلام قتل ہونے سے بچ گئے	116
آپ علیہ السلام کے بچپن کے واقعات	117
حضرت آسیہؓ کی طرف سے آپ کا اکرام	118
موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ فرعون کی داڑھی میں	119
آپ کے ہاتھوں ایک فرعونی کا قتل	120

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
موسیٰ علیہ السلام کی توبہ اور اس کی قبولیت	121	طاعون کی وباء سے ستر ہزار فرعونی ہلاک	144
فرعونی لشکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں	121	فرعون اور اس کی قوم اپنے آخری انجام کی طرف	144
موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت	123	موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کیلئے پانی میں سڑکیں	145
موسیٰ علیہ السلام کی شعیب علیہ السلام سے ملاقات	124	بنی اسرائیل اور لشکر فرعون کی تعداد	145
حضرت موسیٰ و شعیب علیہما السلام کا معاہدہ	124	خدائی کا نشہ ہرن ہوگیا	146
شعیب علیہ السلام کی ملازمت	125	فرعون کی لاش	147
موسیٰ علیہ السلام بحیثیت پیغمبر فرعون کے دربار میں	125	لاش کے بارے میں قرآن کی پیشین گوئی	148
حضرت ہارونؑ آپؑ کے معاون بنے	126	فرعون کی لاش پر جدید تحقیقاتی رپورٹ	148
فرعون کا تکبر اور سرکشی	127	ایک قابل غور سوال!	149
دو اہم سوال اور ان کا جواب	127	بنی اسرائیل کے عبرتناک واقعات	150
امام رازیؒ کی تحقیق	128	مولانا مودودی کی تحقیقات	150
فرعون کے روبرو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات	129	بنی اسرائیل کا بچھڑے کو معبود بنانا	151
موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جادوگر	130	موسیٰ علیہ السلام کی کوہِ طور کو روانگی	152
جادوگروں کے ایمان لانے کا سبب	132	بنی اسرائیل کی بے چین روحیں	152
فرعونی جادوگروں کا قبولِ اسلام	132	سامری کے بچھڑے کی حقیقت	153
ایک سوال اور اس کا جواب	134	حضرت موسیٰؑ کا حضرت ہارونؑ پر عتاب	154
اہلیہ فرعون حضرت آسیہ کا قبولِ اسلام	134	سامری سے بازپرس اور اس کا جواب	155
چھ لاکھ افراد کا قبولِ اسلام	135	سامری کے ساتھ کیا بیتی؟	156
فرعون کی بوکھلاہٹ	135	سامری کی سزا میں ایک لطیفہ	156
فرعون کی طرف سے نومسلموں کو دھمکیاں	136	توبہ کے لئے ۷۰ افراد کا انتخاب	157
نومسلموں کی حق پر استقامت	136	تائبین کو اپنے رشتہ داروں کے قتال کا حکم	158
یہ انقلاب کیسے آگیا؟	137	انہیں حکم کی تعمیل کرنا پڑی	159
حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی فرعون پر ہیبت	138	تیہہ کا میدان وبالِ جان بن گیا	160
فرعون کا ظالمانہ قانون	139	بنی اسرائیل پر ایک اور مصیبت	161
فرعون اور اس کی قوم پر قحط کا عذاب	140	ایک بڑے عالم کی گمراہی کا عبرتناک واقعہ	161
قومِ فرعون پر طوفان کا عذاب	140	بلعم بن باعوراء کو اسم اعظم معلوم تھا	162
ٹڈی دل کا عذاب	141	بلعم کی زبان سینے سے چمٹ گئی	163
جوؤں اور گھن کا عذاب	142	طاعون کا عذاب اور ستر ہزار یہودیوں کی ہلاکت	164
مینڈکوں کا عذاب	142	یہودیوں میں افتراق و انتشار	164
قومِ فرعون پر خون کا عذاب	143	فلسطین میں یہودیوں کا اجتماع	165

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

عنوانات	صفحہ
اسرائیلی سلطنت محض دھوکہ ہے	165
یہودی دونوں امتحانوں میں فیل	166
یہودیوں کے واقعات	168
سنیچر کے دن میں زیادتی	168
یہودی بندر بنا دیے گئے	169
یہودیوں کو گائے ذبح کرنے کا حکم	169
واقعے کی مختلف صورتیں	170
دوسری صورت	171
بیل ذبح کرنے کا حکم	171
بے کار سوالات کا وبال	172
شرطیں بڑھتی چلی گئیں	172
بالآخر بیل ڈھونڈ نکالا	173
مردہ زندہ ہونے کا ایک واقعہ	174
قارون کا عبرتناک انجام	175
یہ موسیٰ علیہ السلام کا رشتہ دار تھا!	175
اپنی عقل و دانش پہ مغرور قارون	176
سامان عیش کی فراوانی	176
قارون کی ہلاکت کا سبب	176
دوسرا سبب	177
وہ خزانوں کے بوجھ سمیت دھنس گیا	178
حضرت طالوت علیہ السلام کی کہانی	179
بنی اسرائیل کی بے باکیاں	179
شمعون پیغمبر کی ولادت	179
حیلے اور بہانے ساز قوم	180
تابوتِ سکینہ اور اس کی تفصیل	181
حضرت طالوت کے لشکر کا امتحان	181
حضرت داؤد کے ہاتھوں جالوت کی موت	182
سکندر ذوالقرنین کے واقعات	184
قرآن کریم کا بیان	184
سدِ سکندری اور یاجوج ماجوج کی تحقیق	185
ذوالقرنین نے دیوار تعمیر کردی	186
یاجوج و ماجوج کی تلاش	187
حضرت تھانویؒ کی رائے	188
یاجوج ماجوج کون اور کہاں ہیں؟	189
یاجوج ماجوج کے متعلق روایاتِ حدیث	189
دجال کا تذکرہ	190
دجال زمین میں کتنی مدت رہے گا؟	191
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول	192
یاجوج ماجوج کا ظہور	192
یاجوج ماجوج کی مزید تفصیلات	194
یاجوج ماجوج کی تعداد	195
سدِ سکندری میں سوراخ	196
باقی کھدائی کل کریں گے	196
کوششیں جاری رہیں گی	197
علامہ ابن عربیؒ کا قول	198
روایاتِ حدیث سے حاصل شدہ نتائج	198
سدِ ذوالقرنین کا انہدام	199
خروجِ یاجوج ماجوج قریب ہے	200
قیامت کی عظیم علامات	201
زمین اپنے خزائن اُگل دے گی	202
یاجوج ماجوج کی شرعی حیثیت	202
علامہ آلوسیؒ کی تحقیق	203
علامہ ابن خلدون کی تحقیق	204
علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی تحقیق	205
مختلف دیواروں کی تحقیق	205
سدِ ذوالقرنین موجود ہے، قیامت تک رہے گی یا ٹوٹ چکی ہے؟	207
حبیب نجار رضی اللہ عنہ کا واقعہ	211
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین ایلچی	211
انبیاء ورسل سے کافروں کا رویہ	211

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

عنوانات	صفحہ
مبلغ حق شہید کر دیا	212
راہ حق کا شہید	213
ظالموں کے لئے عذاب الٰہی	214
قصۂ اصحاب کہف کی تفصیلات	215
دقیانوس بادشاہ کا ظلم وجبر	215
اصحاب کہف کو اللہ کی طرف سے ہدایت	215
بادشاہ کی طرف سے قتل کی دھمکی	216
دقیانوس بادشاہ کے بارے میں تحقیقات	217
غار میں روپوشی کی کیفیتیں	218
اصحابِ کہف کی طویل نیند	219
اصحاب کہف کا کُتا	219
نیک صحبت نے کُتے کا بھی اعزاز بڑھا دیا	220
اصحابِ کہف کا رعب وجلال	221
اصحابِ کہف کا حال اہلِ شہر پر کھل جانا	221
اصحابِ کہف کو کھانے کی طلب	222
بادشاہِ وقت ان کے دیدار کو چل دیا	223
اصحابِ کہف کی وفات کے بعد	224
واقعہ اور مقام کے متعلق قدیم وجدید تحقیقات	225
مسیحیت کی تحقیقات	226
یہ واقعہ کہاں پیش آیا؟	226
تیسیر ظلیان کی تحقیقات	227
۱۹۶۱ء میں کی جانے والی کھدائی	228
دقیانوس کا اصل نام	229
رقیم کیا چیز ہے؟	229
عمان شہر کے قریب	231
غار کی موجودہ شکل وصورت	231
تمام نتائج کا خلاصہ	233
’’اصحاب الاخدود‘‘ کا واقعہ	234
قرآنی مضمون	234
اللہ پر ایمان لانے کی سزا	234
جادو سیکھنے والے نوجوان کی کایا پلٹ گئی	235
نوجوان کی مظلومانہ شہادت کا سبب	236
نوجوان، ظالم بادشاہ کے دربار میں	237
نوجوان کی شہادت کا واقعہ	238
اللہ پر ایمان لانے والوں کی استقامت	239
بیس ہزار مظلوم مسلمان جامِ شہادت نوش کر گئے	239
بادشاہ اور اس کی قوم کا عبرتناک انجام	239
حضرت ربیع ابن انسؓ کی روایت	240
حضرت علیؓ کی روایت	241
اخدود کے تین واقعات	241
’’اصحاب الفیل‘‘ کا واقعہ	242
ذونواس بادشاہ کے مظالم	242
کعبہ کے مقابلے میں کنیسہ کی تعمیر	243
کنیسہ میں گندگی پھیلا دی گئی	244
کعبہ پر حملے کا پروگرام	244
طائف والوں نے ابرہہ کی رہنمائی کی	245
جناب عبدالمطلب کے اونٹوں کا معاملہ	245
جناب عبدالمطلب کی وجاہت	246
عبدالمطلب نے اللہ سے دعا مانگی	247
ابابیلوں کا لشکر کعبہ کو بچانے کیلئے آ گیا	247
ابرہہ اور اس کے لشکر کا عبرتناک انجام	248
واقعہ حضور ﷺ کی ولادت سے چالیس روز قبل ہوا	249
باغ والوں کا عبرتناک واقعہ	250
یہ واقعہ یمن میں پیش آیا	250
وہ لالچ میں مبتلا ہو گئے	250
اب پچھتائے کیا ہوت......	251
اخلاص کے ساتھ توبہ	252
ابولہب کا عبرتناک واقعہ	253
اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا	253
دین کی دعوت اور ابولہب کی برہمی	254

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
دوسری مرتبہ دعوت پر اور زیادہ غصہ	255	غزوۂ اُحد کا سبب	277
صفیہ اور ابولہب	256	قریش کا انتقامی جذبہ	278
جبل صفا پر	257	حضور ﷺ کو رئیس المنافقین کا مشورہ	279
قرآنِ کریم کا نزول	258	ایک ہزار صحابہ کرام کا لشکر	279
پڑوس میں نبی کریم ﷺ کو ایذا رسانی	259	حضور ﷺ کی گھاٹی والوں کو نصیحت	280
انتہائی درجہ کی عداوت	259	دشمنوں کے دلوں میں رعب	281
ابولہب بھینگا بھی تھا	260	ابوسفیانؓ کے دل میں حضور ﷺ کا خوف	282
رسولِ اکرم پر ظلم و ستم	261	گھاٹی والے پھسل گئے	283
ابولہب کی گندی ذہنیت	261	فتح شکست میں بدل گئی	283
ابولہب بیرونی وفود سے کیا کہتا تھا؟	262	یوم بدر کا بدلہ	284
اس نے حضور ﷺ کو جادوگر قرار دیا	263	سیدنا حمزہؓ کی شہادت اور المناک سلوک	285
ابوطالب کی خواہش	263	حضور ﷺ کے قتل کی افواہ	285
ابولہب کا غیظ و غضب	265	صحابہ کرام کی پریشانی	286
عتبہ کا باپ بے دین ہو گیا!	265	اُبی ابن خلف کا عبرتناک انجام	287
کفر کے دو بڑے سرغنوں کی سازش	266	حضور ﷺ کے دندان شہید	288
ہجرت کے بعد ابولہب کی سرگرمیاں	267	حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان	289
جنگ بدر میں ابولہب کی تمنا	268	اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی	290
ابولہب کی عبرتناک موت	268	غزوۂ اُحد حضرت طلحہؓ کا دن تھا	291
اُمِ جمیل بنت حرب کا عبرتناک انجام	270	حضرت طلحہؓ کی شہادت	291
یہ حضور ﷺ کی چچی تھی	270	صحابۂ کرام کی حضور ﷺ سے محبت	292
اُمِ جمیل کی ایذا رسانی و تحریف	271	بدر کے دن کا فدیہ	293
وہ حضور کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی	271	حضور ﷺ کو دو میں سے ایک کا اختیار	294
ابولہب بے بس تھا	272	رئیس المنافقین کی منافقت	295
چغل خوری اور فتنہ و فساد پھیلانے والی	272	شہید زندہ و جاوید ہیں	296
میں شاعرہ ہوں	273	یہودِ بنو نضیر کا عبرتناک انجام	297
سورۃ تبت کا نزول اور ام جمیل کا غیظ و غضب	274	واقعۂ افک کی تفصیلات	304
وہ رسول اللہ ﷺ کو نہ ڈھونڈ سکی	274	منافقین کی ہرزہ سرائیاں	320
تمہاری ہجو خود اللہ نے کی ہے	275	ایک بلا تحقیق اطلاع	325
اُمِ جمیل کی عبرتناک موت	276	منافقین کی مسجد ضرار	328
غزوۂ اُحد کے واقعات	277	ثعلبۃ بن حاطب منافق کا قصہ	333

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

حرفِ آغاز

قرآنِ کریم اللہ کی کتاب ہے۔ نہایت سچی، نہایت سچی اور نہایت ہی سنہری۔ یہ کتاب گذشتہ چودہ صدیوں سے پڑھی جارہی ہے، سمجھائی اور سمجھی جارہی ہے۔ اس پر غور وفکر ہورہا ہے اوراس کے خزائن میں سے لعل ویاقوت نکالے جارہے ہیں۔ گم راہ لوگ اس سے راہ پارہے ہیں اور دنیا بھر کے متلاشیانِ حق وصداقت اس کتاب کے ذریعے صراطِ مستقیم پر چلنے میں مگن ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

ولقد یسّرنا القرآن لِلذّکر فھل من مّدّکر.

تحقیق ہم نے قرآن کو آسان کردیا ہے، پس کوئی ہے اس کو سمجھنے والا!

چنانچہ اس صدائے ربانی کی گونج ہر مسلمان کے قلب وجگر میں گونجتی دکھائی دے رہی ہے۔ اس کی آیاتِ بیّنات، اقوالِ حکمت ودانش اور سنہرے واقعات انسان کی انگلیاں پکڑ پکڑ کر اسے اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلارہے ہیں۔ جب تک لوگ اس راستے پر چلتے رہیں گے تب تک اِس دنیا کا خالق اِس سارے نظام کو چلاتا رہے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اللہ کی اس زمین پر اللہ کے قرآن کی نشر واشاعت کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں کیونکہ اِسی میں ہماری بقاء ہے اور قرآنِ کریم کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ہی ہماری صحت کا راز مضمر ہے۔

ہم نے اِس ضمن میں ''قرآنِ کریم کے عبرتناک واقعات'' اور ''قرآنِ کریم کے سنہرے واقعات'' کے عنوان پر دو کتابیں مستند تفاسیر مثلاً تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری، معارف القرآن، انوار البیان، تفہیم القرآن اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کی ترجمان القرآن کی مدد سے مرتب کرکے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا اور استدعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اپنے بندوں میں مقبول بنائے۔ آمین

محمد عبداللہ مدنی

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اللہ کے سب سے پہلے نافرمان

ابلیس کے عبرتناک واقعات

قرآن مجید کی سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی سرکشی کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرہ: ۳۴)

"اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا۔"

ابلیس......اللہ کا نافرمان

قارئین حضرات! سورۃ البقرہ کی اس آیت سے ماقبل آیات میں حضرت آدم علیہ السلام کی تکریم کا ذکر فرمایا گیا ہے، پہلی بات تو یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے القا و الہام کے ذریعہ دنیا کی تمام چیزوں (روزمرہ استعمال کی چیزوں، نباتات، حیوانات یا اشخاص وغیرہ) کے نام بتا دیے اور پھر فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی برتری اس انداز میں جتلائی کہ ان سے اِن چیزوں کے نام پوچھے جو کہ انہیں معلوم نہ تھے اور انہوں نے اس سے معذرت کر لی پھر حضرت آدم علیہ السلام نے بحکم خدا مذکورہ چیزوں کے نام بتا دیے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی اس علمی فضیلت کے بعد دوسری تکریم یہ فرمائی کہ فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ کرنے کا حکم فرمادیا، یہ سجدہ دراصل تکریمی تھا۔ سجدہ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کے معنی ہیں خضوع اور تذلل کے، اس کی انتہا ہے "زمین پر پیشانی کا ٹکا دینا" (قرطبی)

یہ سجدہ شریعت اسلامیہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشہور فرمان ہے کہ اگر سجدہ کسی اور کے لئے جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (سنن ترمذی) تاہم فرشتوں نے اللہ کے حکم پر حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، جس سے ان کی تکریم وفضیلت فرشتوں پر واضح کر دی گئی۔ کیونکہ یہ سجدہ اکرام وتعظیم کے طور پر ہی تھا، نہ کہ عبادت کے طور پر......اور اب تعظیماً بھی کسی کو سجدہ نہیں کیا جاسکتا۔

تو اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اُس وقت اللہ کے فرمان پر حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے والا اور شریعت محمدیہ کی تصریحات کے بعد اللہ کے سوا کسی کو بھی سجدہ کرنے والا......دونوں بدبخت ہیں اور عبرتناک انجام سے دوچار ہوں گے۔

ابلیس، جنات میں سے تھا

ابلیس نے اُس سجدے سے انکار کیا اور راندۂ درگاہ ہوگیا۔ ابلیس حسبِ صراحت قرآن جنات میں سے تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اعزازاً فرشتوں میں شامل کر رکھا تھا، اس لیے بحکمِ الٰہی اس کے لیے بھی سجدہ کرنا ضروری تھا، لیکن اس نے حسد اور تکبر کی بنا پر سجدہ سے انکار کر دیا۔ گویا حسد اور تکبر وہ گناہ ہیں جن کا ارتکاب دنیائے انسانیت میں سب سے پہلے کیا گیا اور اس کا مرتکب ابلیس تھا۔

اسی طرح سورۃ الاعراف میں فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ○ (الاعراف: ۱۱ تا ۱۳)

"اور ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر ہم ہی نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے، وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تو تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے؟ جبکہ میں تجھ کو امر دے چکا، کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا، تو آسمان سے اُتر تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو آسمان میں رہ کر تکبر کرے، سو نکل بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے۔"

ابلیس...... رحمت سے دور کردیا گیا

ابلیس ملعون نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سجدہ نہ کر کے خدا تعالیٰ کے فرمان سے سرتابی کی، تو اللہ تعالیٰ نے اسے جنت سے نکال دیا اور اسے قیامت تک کے لئے مردود قرار دے دیا۔ یہ دنیا کا سب سے پہلا نافرمان ہے اور سب سے آخر تک اس نے نافرمانی کا مرتکب ہوتے رہنا ہے، اس کی نافرمانی کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ صٓ میں بھی ملاحظہ کیجئے:

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ ۝ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

(صٓ: ۷۳ تا ۷۸)

"چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے (نہ کیا)، اس نے تکبر کیا اور وہ تھا کافروں میں سے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تُو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا، کیا تو کچھ گھمنڈ میں آ گیا ہے؟ یا تو بڑے درجے والوں میں سے ہے؟ اس

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

نے جواب دیا کہ میں اس سے بہت بہتر ہوں، تُو نے مجھے آگ سے بنایا، اور اُسے مٹی سے بنایا ہے۔ ارشاد ہوا کہ تُو یہاں سے نکل جا تو مردود ہوا، اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت و پھٹکار ہے۔"

یہ قصہ سورۃ بقرہ میں، سورۃ اعراف میں، سورۃ حجر میں، سورۃ سبحان (اسراء) میں، سورۂ کہف میں اور سورۃ صٓ میں بیان ہوا ہے۔

اسے تکبر نے برباد کیا

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنا ارادہ بتایا کہ میں مٹی سے آدم کو پیدا کرنے والا ہوں۔ جب میں اس کو پیدا کردوں تو تم سب اسے سجدہ کرنا تاکہ میری فرماں برداری کے ساتھ ہی (حضرت) آدم کی شرافت و بزرگی کا بھی اظہار ہو جائے۔ پس تمام فرشتوں نے تعمیلِ ارشاد کی، ہاں ابلیس اِس سے رکا، یہ فرشتوں کی جنس میں سے تھا بھی نہیں، بلکہ جنات میں سے تھا۔ طبعی خباثت اور جبلی سرکشی ظاہر ہو گئی۔

سوال ہوا کہ اتنی معزز مخلوق کو جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا، تُو نے میرے فرمان کے باوجود سجدہ کیوں نہ کیا؟ یہ تکبر اور سرکشی؟ تو کہنے لگا کہ میں اُس سے افضل و اعلیٰ ہوں۔ کہاں آگ اور کہاں مٹی؟ اس خطا کار نے اس کے سمجھنے میں غلطی کی اور خدا تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے غارت ہو گیا۔

حکم ہوا کہ میرے سامنے مُنہ جلا، میرے دربار میں تجھ جیسے نافرمانوں کی رسائی نہیں، اب تو میری رحمت سے دور ہو گیا اور تجھ پر ابدی لعنت نازل ہوئی اور اب تو خیر و خوبی سے مایوس ہو جا۔ اس نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ قیامت تک اس کو مہلت دی جائے۔ اُس حلیم خدا تعالیٰ نے جو اپنی مخلوق کو اُن کے گناہوں پر فوراً نہیں پکڑتا، اس کی یہ التجا پوری کر دی اور قیامت تک کی اس کو مہلت دے دی۔

اب کہنے لگا کہ میں تو اس کی تمام اولاد کو بہکا دوں گا، صرف مخلص لوگ تو بچ جائیں گے۔ منظورِ خدا تعالیٰ بھی یہی تھا، جیسے کہ قرآن کریم کی اور آیتوں میں بھی ہے، مثلاً ارء یتک ھذا الذی الخ اور انّ عبادی لیس لک الخ۔

سورۃ صٓ کی مذکورہ آیات کے آخر میں ہے، اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا:

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

"فَـالْـحَـقُّ وَالْـحَقَّ اَقُوْلُ" ...... حضرت مجاہدؒ نے پیش سے پڑھا ہے، معنی یہ ہیں کہ میں خود حق ہوں اور میری بات بھی حق ہی ہوتی ہے۔ اور ایک روایت میں اُن سے یوں مروی ہے کہ حق میری طرف سے ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔ اَوروں نے دونوں لفظ زبر سے پڑھے ہیں۔ سدیؒ کہتے ہیں یہ قسم ہے۔

حضرت علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں "میں کہتا ہوں یہ آیت اس آیت کی طرح ہے "وَلٰـكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّىْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" یعنی میرا یہ قول اٹل ہے کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو اس قسم کے انسانوں اور جنوں سے پُر کردوں گا۔ اور جیسے فرمان ہے "اِذْهَـبْ فَـمَـنْ تَبِعَـكَ" الخ یہاں سے نکل جا، جو شخص بھی تیری مانے گا اس کی اور تیری پوری سزا جہنم ہے۔

ابلیس کی بدتمیزی اور بدبختی

سورۂ حجر میں فرمایا ہے "حکم سن کر فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا اس نے اس بات سے انکار کیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو"۔

اللہ جل شانہٗ نے جب اس سے سوال فرمایا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ کیوں نہ ہوا اور تو نے سجدہ کیوں نہ کیا، تو اس نے جواب دیا کہ:

انا خيرٌ منه خلقتنى من نارٍ و خلقتهٗ من طين. (الاعراف، و ص)

"میں اس سے بہتر ہوں، مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو کیچڑ سے پیدا کیا"۔

ابلیس ملعون نے نہ صرف یہ کہ حکم کی تعمیل نہ کی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو غلط بتایا اور اعتراض کر بیٹھا کہ آپ نے افضل کو حکم دیا کہ غیر افضل کو سجدہ کرے۔ یہ حکمت کے خلاف ہے۔ اس نے اپنے خیال میں آگ کو مٹی سے افضل سمجھا، اس لئے جو آگ سے پیدا ہوا ہے اس کو بھی مٹی سے پیدا شدہ شخص سے افضل سمجھ لیا۔ آگ کو مٹی سے افضل سمجھنا ہی اوّل تو غلط ہے۔ آگ میں فساد زیادہ ہے صلاح کم ہے، اور مٹی میں سراپا خوبی ہے، جو نافع ہی نافع ہے۔ اور سب سے بڑی جو خوبی کی چیز مٹی میں ہے وہ تواضع اور فروتنی ہے، پھر کام کی چیزیں سب زمین ہی سے نکلتی ہیں۔ انسانوں اور جنوں کے رہنے کی جگہ بھی زمین ہی ہے۔ پھل،

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

میوے، غلے، ہرے بھرے باغ، کھیتیاں، سب زمین سے ہی پیدا ہوتی ہیں اور بہت سی وجوہ سے مٹی کو آگ پر فضیلت حاصل ہے۔ پھر مومن بندے کا کام یہ ہے کہ وہ بات مانے، حکم کی تعمیل کرے، اگرچہ اپنی سمجھ کے خلاف ہی ہو۔

زبان تازہ کردن باقرارِ تُو
نینگیختن علت از کار تُو

حکم عالی سن کر اس میں حجت نکالنا کبر اور نافرمانی ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا:

ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین.

یعنی ''ابلیس نے حکم ماننے سے انکار کیا اور تکبر کیا، اور وہ پہلے ہی سے اللہ کے علم میں کافروں میں سے تھا''۔

حجت بازی کا وبال

اور بعض مفسرین نے کان بمعنی صار بھی لیا ہے یعنی وہ اب اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر کے کافر ہو گیا۔ جب ابلیس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر حجت بازی کی اور حکم الٰہی کو حکمت کے خلاف بتایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ملعون قرار دے دیا یعنی اپنی رحمت سے محروم کر دیا۔ اور فرمایا کہ: ''تو اس سے اتر تجھے کوئی حق نہیں کہ اس میں تکبر کرے، سو نکل جا بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے''۔ (الاعراف)

اور فرمایا کہ: ''تو اس سے نکل جا کیونکہ بے شک تو مردود ہے اور بے شک تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت رہے گی''۔

جو شخص قیامت کے دن تک ملعون رہ گیا اس کے بعد اس پر رحمت ہو ہی نہیں سکتی پھر تو اس کے لئے دوزخ ہی دوزخ ہے۔

غرض کہ شیطان کو تکبر کھا گیا اور ہمیشہ کے لئے ملعون اور مدحور اور ذلیل وخوار ہو گیا۔ اس نے ملعون ہونا گوارا کیا لیکن حکم ماننا اسے منظور نہ ہوا۔ تکبر ایسی بُری بلا ہے جو دنیا اور آخرت میں متکبر کا ناس کھو دیتی ہے۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اس کا ٹھکانہ عالم بالا میں تھا

قرآن مجید سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس عالم بالا میں رہتا تھا جب نافرمانی کی تو وہاں سے اُتر جانے اور نکل جانے کا حکم ہوا۔ وہاں اس کے اعمال واشغال کیا تھے؟ اس کے بارے میں بعض صحابہ اور تابعین سے کچھ باتیں منقول ہیں، جو دُرِّ منثور میں ص ۵۰ ج ا پر لکھی ہیں۔ بظاہر یہ اسرائیلی روایات ہیں۔ بہرحال جو بھی کچھ ہو، اس نے اپنا علم بے جگہ استعمال کیا اور غرورِ علم میں اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر دیا اور کفر اختیار کر کے مردود ہو گیا۔ اور اس سے پہلے جتنی بھی عبادت کی تھی سب اکارت گئی۔

مارا گیا شیطان ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
ہزاروں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

ابلیس کی بنی آدم سے دشمنی

سورۂ طٰہٰ میں ہے کہ جب ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

یٰآدم ان ھذا عدوٌّ لک ولزوجک فلا یخرجنکما من الجنّۃ فتشقیٰ.

"اے آدم بلاشبہ یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے سو یہ ہرگز تم کو جنت سے نکال نہ دے، پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ گے"۔

اور ابلیس نے قسم کھائی کہ میں آدم کی ذریت کا ناس کھودوں گا، سورۃ بنی اسرائیل میں ہے کہ ابلیس نے کہا: "لَاَحْتَنِکَنَّ ذُرِّیَّتَہٗٓ اِلَّا قَلِیْلًا" (میں ضرور ضرور اس کی ذریت کو اپنے قابو میں کرلوں گا بجز تھوڑے لوگوں کے)

اس کے بعد حضرت آدم وحوا کے جنت میں رہنے اور شیطان کے بہکانے کا ذکر ہے جو ابھی آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ابلیس کا پرانا نام عزازیل تھا۔ جب ملعون ہو گیا تو اس کا نام ابلیس رکھا گیا، اور شیطان بھی کہا جانے لگا۔ شیطان کا معنی ہے بہت زیادہ شریر۔ یہ سب سے بڑا شیطان ہے اور اس کی ذریت بھی شیطان ہے۔ اور بہت سے انسان بھی شیطانوں کا کام کرتے ہیں۔ اس لئے شیاطین الانس والجن فرمایا گیا ہے۔

(مظہری، ابن کثیر، انوار البیان)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

واقعہ ہابیل وقابیل

زمین پر سب سے پہلا قتل!

حضرت آدم علیہ السلام کے دو صلبی بیٹوں میں کشمکش ہو گئی۔ ان دونوں کا نام ہابیل اور قابیل تھا۔ چونکہ اس وقت دنیا کی ابتدائی حالت تھی اس لئے یوں ہوتا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں ایک حمل سے لڑکا لڑکی دو ہوتے تھے پھر دوسرے حمل میں بھی اسی طرح تو اس حمل کا لڑکا اور دوسری حمل کی لڑکی ان دونوں کا نکاح کرا دیا جاتا تھا۔ ہابیل کی بہن تو خوبصورت نہ تھی اور قابیل کی بہن خوبصورت تھی تو قابیل نے چاہا کہ اپنی ہی بہن سے نکاح کر لے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے منع کیا۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ تم دونوں اللہ کے نام پر کچھ نکالو جس کی خیرات قبول ہو جائے اس کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا جائے گا۔ ہابیل کی خیرات قبول ہو گئی۔ پھر وہ ہوا جس کا بیان قرآن کی ان آیتوں میں ہے۔

اس قتل کا سبب عورت بنی

بڑا بھائی قابیل کھیتی کرتا تھا۔ اور ہابیل جانوروں والا تھا۔ قابیل کی بہن بہ نسبت ہابیل کی بہن کے خوب رو تھی۔ جب ہابیل کا پیغام اس سے ہوا تو قابیل نے انکار کر دیا اور اپنا نکاح اس سے کرنا چاہا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے روکا۔ اب دونوں نے خیرات نکالی کہ جس کی قبول ہو جائے وہ نکاح کا زیادہ حقدار ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اس وقت مکہ چلے گئے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

زمین پر جو میرا گھر ہے اسے جانتے ہو؟ آپ علیہ السلام نے کہا نہیں۔ حکم ہوا مکہ میں ہے تم وہیں حضرت آدم علیہ السلام نے آسمان سے کہا کہ میرے بچوں کی تو حفاظت کرے گا۔ اس نے انکار کیا۔ زمین سے کہا وہ بھی انکاری ہوگئی۔ پہاڑوں سے کہا انہوں نے بھی انکار کیا۔ قابیل سے کہا اس نے کہا، ہاں میں محافظ ہوں آپ جایئے۔ اب ہابیل نے ایک خوبصورت موٹا تازہ بھیڑ نام ربانی پر ذبح کیا اور بڑے بھائی نے اپنی کھیتی کا حصہ اللہ کے لئے نکالا۔ آگ آئی اور ہابیل کی نذر تو جلا گئی، جو اس زمانہ میں قبولیت کی علامت تھی اور قابیل کی نذر قبول نہ ہوئی۔ اس کی کھیتی یونہی رہ گئی۔ اس نے راہ للہ کرنے کے بعد اس میں اچھی اچھی بالیں توڑ کر کھالی تھیں۔

تقویٰ والوں کی قربانی قبول ہوتی ہے

چونکہ قابیل اب مایوس ہو چکا تھا کہ اس کے نکاح میں اس کی بہن نہیں آنے کی۔ اس لئے اپنے بھائی کو قتل کی دھمکی دی تھی۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کی قربانی قبول فرمایا کرتا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟ ایک روایت میں یہ بھی ہے یہی بھیڑ جنت میں پلتا رہا اور یہی وہ بھیڑ ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچے کے بدلے ذبح کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ہابیل نے اپنے جانوروں میں بہترین اور مرغوب ومحبوب جانور اللہ کے نام قربان کیا اور خوشی کے ساتھ۔ برخلاف اس کے بھی قابیل نے اپنی کھیتی میں سے نہایت ردی اور واہی چیز اور وہ بھی مرے جی سے اللہ کے نام نکالی تھی۔ ہابیل تنومندی اور طاقتوری میں قابیل سے زیادہ تھا تاہم اللہ کے خوف کی وجہ سے اس نے اپنے بھائی کی ظلم و زیادتی سہ لی اور ہاتھ نہ اٹھایا۔

قابیل کے سینے میں بغض تھا

بڑے بھائی کی قربانی جب قبول نہ ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے کہا تو اس نے کہا کہ آپ چونکہ ہابیل کو چاہتے ہیں اس لئے دعا کی تو اس کی قربانی قبول ہو گئی۔ اب اس نے ٹھان لی کہ میں اس کانٹے ہی کو اکھاڑ ڈالوں گا۔ موقع کا منتظر تھا، ایک

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

روز اتفاقاً حضرت ہابیل کے آنے میں دیر لگ گئی۔ تو انہیں بلانے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کو بھیجا یہ ایک چھری اپنے ساتھ چھپا کر چلا، راستے میں ہی دونوں بھائیوں کی ملاقات ہوگئی۔ تو اس نے کہا میں تو تجھے مار ڈالوں گا۔ تیری قربانی قبول ہوئی اور میری نہ ہوئی اس پر ہابیل نے کہا میں نے بہترین اور عمدہ محبوب اور مرغوب چیز اللہ تعالیٰ کے نام نکالی اور تو نے ردی کھدی واہی چیز نکالی، اللہ تعالیٰ متقیوں ہی کی نیکی قبول کرتا ہے۔

قابیل نے چھری گھونپ دی

اس پر وہ اور بگڑا اور چھری گھونپ دی۔ ہابیل کہتے رہ گئے کہ اللہ کو کیا جواب دے گا؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس ظلم کا بدلہ تجھ سے بری طرح لیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کا خوف کر مجھے قتل نہ کر لیکن اس بے رحم نے اپنے بھائی کو مار ڈالا۔ قابیل نے اپنی ہی بہن سے اپنا نکاح کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی تھی کہ ہم دونوں جنت میں پیدا ہوئے ہیں اور یہ دونوں زمین میں پیدا ہوئے ہیں، اس لئے میں ہی اس کا حقدار ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ قابیل نے گیہوں نکالے تھے۔ اور ہابیل نے گائے قربانی کی تھی چونکہ اس وقت کوئی مسکین تو تھا ہی نہیں جسے صدقہ دیا جائے اس لئے یہی دستور تھا صدقہ نکال دیتے آگ آسمان سے آتی اور اسے جلا جاتی۔ یہ نشان تھا قبولیت کا۔ اس برتری سے جو چھوٹے بھائی کو حاصل ہوئی بڑا بھائی خار کھا گیا۔ اور اس کے قتل کے درپے ہوگیا، یونہی بیٹھے بیٹھے دونوں بھائیوں نے قربانی کی تھی، نکاح کے اختلاف مٹانے کی وجہ نہ تھی قرآن کے ظاہری الفاظ کا اقتضاء بھی یہی ہے کہ باعث ناراضگی عدم قبولیت قربانی تھی۔

متقی کون ہے؟

اللہ تعالیٰ اس کا عمل قبول کرتا ہے جو اپنے فعل میں اس سے ڈرتا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگ میدان قیامت میں ہوں گے جو ایک منادی ندا کرے گا کہ پرہیزگار کہاں ہیں۔ پس پروردگار سے ڈرنے والے کھڑے ہو جائیں گے۔ اور رب کے بازو کے نیچے جا ٹھہریں گے اللہ تعالیٰ نہ ان سے رخ پوشی کرے گا نہ پردہ۔ راوی حدیث

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

ابو عفیفؒ سے دریافت کیا گیا کہ متقی کون ہیں؟ فرمایا وہ جو شرک اور بت پرستی سے بچے اور خالص رب تعالیٰ کی عبادت کرے پھر یہ سب لوگ جنت میں جائیں گے۔ جس نیک بخت کی قربانی قبول کی گئی تھی وہ اپنے بھائی کے اس ارادہ کو سن کر اس سے کہتا ہے کہ خیر تو جو چاہے کر میں تو تیری طرح کروں گا نہیں بلکہ میں صبر سہار کر لوں گا۔ تجھے تو زور طاقت میں یہ اس سے زیادہ مگر اپنی بھلائی نیک بختی اور تواضع فروتنی اور پرہیز گاری کی وجہ سے یہ فرمایا کہ تو گناہ پر آمادہ ہو جائے لیکن مجھ سے اس جرم کا ارتکاب نہیں ہونے کا، میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں وہ تمام جہان کا رب ہے۔

شیطان نے قابیل کو راہ دکھائی

اس نے آخری مرتبہ نصیحت کی اور ڈرایا اور خوف زدہ کیا کہ اس کام سے باز آجا۔ ورنہ گنہگار ہو کر جہنم واصل ہو جائے گا کیونکہ میں تو تیرا مقابلہ کرنے ہی کا نہیں تو سارا بوجھ تجھ ہی پر ہوگا۔ اور تو ہی ظالم ٹھہرے گا اور ظالموں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ باوجود اس نصیحت کے بھی اس کے نفس نے اسے دھوکا دیا اور غصے اور حسد اور تکبر میں آکر اپنے بھائی کو قتل کر دیا، اسے شیطان نے قتل پر ابھار دیا اور اس نے اپنے نفس امارہ کی پیروی کر لی اور لوہے سے اسے مار ڈالا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ اپنے جانوروں کو لے کر پہاڑیوں پر چلے گئے تھے، یہ ڈھونڈتا ہوا وہاں پہنچا اور ایک بڑا بھاری پتھر اٹھا کر ان کے سر پر دے مارا یہ اس وقت سوئے ہوئے تھے۔ بعض کہتے ہیں مثل درندے کے کاٹ کاٹ کر اور گلا دبا کر ان کی جان لی ۔یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ شیطان نے جب دیکھا کہ اسے قتل کرنے کا ڈھنگ نہیں آتا یہ اس کی گردن مروڑ رہا ہے۔ تو اس لعین نے ایک جانور پکڑا اس کا سر ایک پتھر پر رکھ کر اوپر سے دوسرا پتھر زور سے دے مارا جس سے وہ جانور اسی وقت مر گیا۔ یہ دیکھ کر اس نے بھی اپنے بھائی کے ساتھ یہی کیا۔ یہ بھی مروی ہے کہ چونکہ اب تک زمین پر کوئی قتل نہیں ہوا تھا تو قابیل اپنے بھائی کو گرا کر کبھی اس کی آنکھیں بند کرتا کبھی اسے تھپڑ اور گھونسے مارتا، یہ دیکھ کر ابلیس لعین اس کے پاس آیا اور اسے بتلایا کہ پتھر لے کر اس کا سر کچل ڈال۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

بیٹے کے قتل پر حضرت حوا کی حالت

جب اس نے کچل ڈالا تو لعین دوڑتا ہوا حضرت حوا کے پاس آیا اور کہا قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ انہوں نے پوچھا قتل کیسا ہوتا ہے؟ کہا اب نہ وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ بولتا چالتا ہے نہ ہلتا جلتا ہے۔ کہا شاید موت آگئی۔ اس نے کہا ہاں وہی موت۔ اب تو مائی صاحبہ چیخنے چلانے لگیں، اتنے میں حضرت آدم علیہ السلام آئے، پوچھا کہ کیا بات ہے؟ لیکن یہ جواب نہ دے سکیں۔ آپ علیہ السلام نے دوبارہ دریافت فرمایا لیکن فرط غم و رنج کی وجہ سے ان کی زبان نہ اٹھی تو کہا اچھا تو اور تیری بیٹیاں ہائے وائے میں ہی رہیں گی اور میں اور میرے بیٹے اس سے بری ہیں۔ قابیل خسارے ٹوٹے اور نقصان والا ہو گیا۔ دنیا اور آخرت دونوں ہی بگڑی۔

ہابیل شہید کی تدفین

قابیل کو اب یہ معلوم نہ تھا کہ کیا کرے، کس طرح اسے چھپائے، تو اللہ تعالیٰ نے دو کوئے بھیجے وہ دونوں بھی آپس میں بھائی بھائی تھے۔ یہ اس کے سامنے لڑنے لگے یہاں تک کہ ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر ایک گڑھا کھود کر اس میں اس کی لاش کو رکھ کر اوپر سے مٹی ڈال دی، یہ دیکھ کر قابیل کی سمجھ میں بھی یہ ترکیب آگئی۔ اور اس نے بھی ایسا ہی کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ از خود مرے ہوئے ایک کوے کو دوسرے کوے نے اس طرح گڑھا کھود کر دفن کیا تھا۔ یہ بھی مروی ہے کہ سال بھر تک تو قابیل اپنے بھائی کی لاش اپنے کھوتے پر لادے پھرتا رہا پھر کوے کو دیکھ کر اپنے نفس پر ملامت کرنے لگا کہ میں اتنا بھی نہ کر سکا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مار کر وہ پھر بہت پچھتایا اور لاش کو گود میں رکھ کر بیٹھ گیا اور اس لئے بھی کہ سب پہلی میت اور سب سے پہلا قتل روئے زمین پر یہی تھا۔ اہل تورات کہتے ہیں کہ جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تیرے بھائی ہابیل کو کیا ہوا؟ اس نے کہا مجھے کیا خبر؟ میں اس کا نگہبان تو تھا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سن تیرے بھائی کا خون زمین میں سے مجھے پکار رہا ہے تجھ پر میری لعنت

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

ہے۔اس زمین میں جس کا منہ کھول کر تو نے اسے اپنے بے گناہ بھائی کا خون پلایا ہے اب تو زمین میں جو کچھ کام کرے گا وہ اپنی کھیتی تجھے نہیں دینے کی جب تک کہ تو اس میں سرگردانی نہ کرے۔اس نے اس کام کو کر تو لیا لیکن پھر تو بڑا ہی نادم ہوا، نقصان کے ساتھ ہی پچھتاوا گویا عذاب پر عذاب تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو بیٹے کے قتل کا صدمہ

کہتے ہیں کہ اس صدمہ سے حضرت آدم علیہ السلام بہت غمگین ہوئے اور سال بھر تک انہیں ہنسی نہ آئی آخر فرشتوں نے ان کے غم کو دور ہونے اور انہیں ہنسی آنے کی دعا کی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس وقت اپنے رنج وغم میں یہ بھی کہا تھا کہ شہر اور شہر کی سب چیزیں متغیر ہوگئیں۔زمین کا رنگ بدل گیا اور وہ نہایت بدصورت ہوگئی۔ ہر ہر چیز کا رنگ و مزہ جاتا رہا اور کشش والے چہروں کی ملاحت بھی سلب ہوگئی۔اس پر انہیں جواب دیا گیا کہ اس مردے کے ساتھ اس زندہ نے بھی گویا اپنے تئیں ہلاک کر دیا اور جو برائی قاتل نے کی تھی اس کا بوجھ اس پر آ گیا۔

قابیل کو قدرت کی طرف سے دنیا میں سزا

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قابیل کو اسی وقت کوئی سزا دی گئی۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ اس کی پنڈلی اس کی ران سے لٹکا دی گئی۔اور اس کا منہ سورج کی طرف کر دیا گیا۔اور اس کے ساتھ ہی ساتھ گھومتا رہتا تھا۔یعنی جدھر سورج ہوتا ادھر ہی اس کا منہ اٹھا رہتا۔

(تفسیر ابن کثیر")

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

حضرت نوح علیہ السلام کے واقعات

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو تبلیغ

سیدنا حضرت نوح علیہ السلام، حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے ایک ہزار سال بعد نبی بنا کر بھیجے گئے۔ آپ کی قوم میں بت پرستی آ چکی تھی۔ آپ نے قوم کو توحید کی دعوت دی اور بت پرستی چھوڑنے کو فرمایا ان لوگوں نے ضد و عناد پر کمر باندھ لی اور بت پرستی سے باز نہ آئے اور طرح طرح کی بے تکی باتیں کرتے رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا، اے میری قوم میں تمہیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں تمہارے بارے میں ایک بڑے تکلیف دینے والے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں، تم نے اگر توحید اختیار نہ کی اور خالص اللہ کی عبادت نہ کی تو عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

قوم کی ہٹ دھرمی

ان لوگوں نے حق قبول کرنے کی بجائے الٹے جواب دینے شروع کر دیئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے مخاطبین میں بہت کم لوگ مسلمان ہوئے۔ جو لوگ سردارانِ قوم تھے انہوں نے جاہلانہ جواب دیئے (کسی قوم کے سردار ہی عموماً شر میں آگے بڑھا کرتے ہیں اور قوم ان کے پیچھے چلتی ہے اگر سردار راہ حق پر آ جائیں تو باقی قوم کا حق قبول کرنا آسان ہو جاتا ہے) ان سرداروں نے پہلی بات یہ کہی کہ اے نوح (علیہ السلام) تم ہمارے ہی جیسے آدمی ہو ہم تمہارے اندر کوئی ایسی خصوصیت نہیں دیکھتے جن کی وجہ سے تم نبوت سے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

سرفراز ہوئے ہو، تمہارا نبی ہونا ہماری سمجھ میں نہیں آتا اور دوسری بات یہ کہی کہ جن لوگوں نے تمہارا اتباع کیا ہے وہ ہم میں سے سب سے زیادہ بڑھ کر رذیل اور گھٹیا ہیں پھر وہ لوگ جو تمہارے ساتھ لگ گئے ہیں وہ بھی کوئی سوچ سمجھ کے ساتھ نہیں لگے یوں ہی بے سوچے سمجھے ساتھ ہو لئے ہیں ان کا آپ کے ساتھ لگ لینا ہمارے لئے کوئی حجت نہیں اور تیسری بات انہوں نے یہ کہی کہ اے نوح (علیہ السلام) تم اور تمہارے متبعین کو ہم پر کوئی فضیلت حاصل ہو۔ ایسی کوئی بات ہمیں تو نظر نہیں آتی نہ پہلے تمہیں کوئی برتری حاصل تھی اور نہ اب حاصل ہے۔ یہ باتیں کہتے ہوئے انہوں نے علی الاعلان تکذیب کردی اور یوں کہہ دیا بَلْ نَظُنُّکُمْ کَاذِبِیْنَ (کہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں) ان کی باتیں سن کر حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اے میری قوم تم ہی بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے حجت پر ہوں اور اس نے اپنی طرف سے رحمت (نبوت) عطا فرمادی اور وہ تم سے پوشیدہ کردی گئی (جسے تم اپنی جاہلانہ سمجھ کی وجہ سے جھٹلا رہے ہو) تو میں کیا کرسکتا ہوں، میرا کام تو پہنچا دینا، بتا دینا اور واضح کردینا ہے، میں تمہیں پہنچاتا ہوں اور تم دور بھاگتے ہو کیا ہم تم پر اس کو چپکا دیں اور تمہارے سر منڈھ دیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ اے میری قوم میں جو تمہیں تبلیغ کرتا ہوں اور توحید کی جو دعوت دیتا ہوں اس سے میری کوئی دنیاوی منفعت مقصود نہیں ہے اپنی کسی دنیاوی لالچ کے لئے میں تمہیں تبلیغ کرنے کے لئے کھڑا نہیں ہوا یہ کام میں اللہ کے حکم سے کرتا ہوں مجھے اسی سے ثواب لینا ہے اور میرا اجر اسی کے ذمہ ہے، اگر میں تم سے کچھ مال طلب کرتا تو تم یہ کہہ سکتے تھے کہ اپنی دنیا بنانے اور مال جمع کرنے کے لئے ہمارے پیچھے پڑا ہے، اب جبکہ میں بے لوث ہوں تو تمہیں غور کرنا چاہئے کہ مجھے اتنی محنت کرنے اور مشقت کے کام میں لگنے کی کیا ضرورت ہے؟

ایمان لانے والے غریب تھے

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو ایمان لائے تھے اور دنیاوی اعتبار سے اونچے درجہ کے افراد نہ تھے (اور قوم کے بڑے لوگ چاہتے تھے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کہ حضرت نوح علیہ السلام انہیں اپنے پاس سے ہٹا دیں) جو لوگ ایمان لائے میں انہیں نہیں ہٹا سکتا۔ بے شک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں، یعنی وہ اللہ کے مقرب بندے ہیں کامیاب ہیں ان کا ایمان اللہ کے نزدیک معتبر ہے جس کی وہ انہیں جزا دے گا میں انہیں اپنے پاس سے ہٹا کر اللہ کو کیوں ناراض کروں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم جہالت کی باتیں کرتے ہو اور ایمان قبول نہیں کرتے جو سب سے بڑا شرف ہے اور اپنی حقیر دنیا کے پیش نظر اہل ایمان کو ارذل اور گھٹیا بتا رہے ہو۔ مزید فرمایا اے میری قوم! میں مؤمنین کو اپنے پاس سے ہٹا دوں اور دور کر دوں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جائے گا پھر اس کی ناراضگی کو کوئی دفع کرنے والا نہ ہوگا۔ تم اپنی جہالت پر مصر ہو سمجھتے کیوں نہیں صاحب روح المعانی ص ۱۴۱ ج ۲ میں لکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے صاف تو نہ کہا تھا کہ ان لوگوں کو ہٹا دیں لیکن ان کے کلام سے یہ مفہوم ہو رہا تھا کہ ان کو ہٹا دیا جائے تو ہم ایمان لا سکتے ہیں اس لئے ان کی اس بات کی تردید فرما دی۔ (روح المعانی ص ۱۴۱ ج ۱۲)

قوم کے باطل خیالات

ان لوگوں نے جو یہ کہا تھا کہ تم ہماری طرح کے آدمی ہو اور یہ کہ ہم تمہارے اندر کوئی اپنے سے زیادہ بات نہیں دیکھتے اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم نبی ہوتے تو تمہارے پاس مال بہت ہونا چاہئے تھا جو دنیا میں برتری کا ذریعہ ہے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، دنیا زیادہ ہونا اللہ کے یہاں فضیلت کی کوئی چیز نہیں ہے جس کی بنیاد پر نبوت دی جائے وہ تو اللہ کا فضل اور عطیہ ہے ہے جسے چاہے عطا فرما دے نبی کی نبوت ماننے کے لئے جو تم اس کے پاس مال تلاش کرتے ہو اللہ کے قانون میں اس کی کوئی حیثیت نہیں نبوت کا تعلق مالدار ہونے سے نہیں ہے۔

وہ لوگ نبی کے اندر غیب دانی کی صفت بھی دیکھنا چاہتے تھے حضرت نوح علیہ السلام نے یہ بھی صاف فرما دیا کہ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ (میں غیب نہیں جانتا) اور غیب کا جاننا بھی ان امور میں سے نہیں ہے جن کی بنیاد پر نبوت دی جاتی۔ یہ جو انہوں نے کہا تھا کہ ہم تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھ رہے ہیں اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم نبی ہوتے تو ہماری

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

طرح سے کیوں ہوتے، بشری صفات سے خالی ہوتے تمہارے اندر فرشتوں جیسی صفات ہوتیں، حضرت نوح علیہ السلام نے اس کا بھی جواب دے دیا اور فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں نبی ہونے کے لئے نہ فرشتہ ہونا ضروری ہے نہ بشریت موانع نبوت میں سے ہے، جو چیزیں لوازم نبوت میں سے نہیں ہیں ان کے ذریعے میرے دعوائے نبوت کو کیوں پرکھتے ہو؟

ایمان والوں پر حقارت کی نظر

حضرت نوح علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لے آئے تھے منکرین ان کو حقیر بھی جانتے تھے اور یوں بھی کہتے تھے کہ یہ لوگ یوں ہی بے سمجھے سرسری طور پر تمہارے ساتھ لگ لئے ہیں دل سے آپ پر ایمان نہیں لائے اس کے جواب میں فرمایا کہ تمہاری نظریں جن بے سرمایہ مسکین لوگوں کو جو حقارت کی نظر سے دیکھ رہی ہیں اور ان کے بارے میں تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ یہ دل سے ایمان نہیں لائے میں ان کے بارے میں تمہاری موافقت نہیں کر سکتا اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ انہیں کوئی خیر نہیں دے گا۔ میں تو انہیں مؤمن سمجھتا ہوں ان کا ظاہر اچھا ہے اللہ سے ان کے لئے خیر و ثواب کی امید رکھتا ہوں۔ ایمان کا تعلق مال و دولت سے نہیں ہے بلکہ اخلاص کے ساتھ دل سے قبول کرنے سے ہے۔ اللہ کو خوب معلوم ہے جو ان کے دلوں میں ہے۔ وہ اپنے علم کے مطابق جزا دے گا۔ اگر ان میں ان کے بارے میں ایسی بات کہہ دوں کہ اللہ انہیں ثواب عطا نہ فرمائے گا تو میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔ اس میں ان پر بھی ظلم ہوگا کہ ان کا مرتبہ گھٹانے کی بات کر دی اور اپنی جان پر بھی ظلم ہوگا کہ جو بات کہنے کی نہ تھی وہ کہہ دی۔

قوم کا مزید عناد اور عذاب کا مطالبہ

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نوسو سال اپنی قوم میں رہتے اور انہیں سمجھاتے رہے۔ خوب سمجھایا اور بہت سمجھایا آپ جیسے جیسے ان کو سمجھاتے تھے وہ ضد و عناد میں آگے بڑھتے چلے جاتے تھے کانوں میں انگلیاں دے لیتے تھے۔ کپڑے اوڑھ لیتے تھے تاکہ آپ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کی آواز کانوں میں نہ پڑے، ایک مرتبہ کہنے لگے کہ تم ہم سے بہت جھگڑ لیے اور بہت زیادہ جھگڑا کر چکے جھگڑا ابھی کرتے ہو اور یوں بھی کہتے ہو کہ تم نے توحید کو قبول نہ کیا اور شرک چھوڑ کر تنہا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نہ لگے تو عذاب آ جائے گا اب بات یہ ہے کہ جھگڑے چھوڑو عذاب ہی بلا لو اگر تم سچے ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام کا جواب

حضرت نوح علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ میں تو اللہ کی طرف سے مامور ہوں۔ عذاب کی وعید بھی میں نے اسی کی طرف سے سنائی ہے میں خود عذاب نہیں لا سکتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہے گا تو تم پر عذاب لے آئے گا اور جب عذاب آئے گا تو تم اسے عاجز نہیں کر سکو گے یعنی نہ عذاب کو دفع کر سکو گے نہ بھاگ سکو گے، میں نے تمہیں بہت کچھ سمجھایا، تمہاری خیر خواہی کی لیکن میری خیر خواہی کا تم اثر نہیں لیتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ تمہیں گمراہی پر ہی رکھے (جس کی وجہ تمہارا عناد و استکبار ہے) تو میری نصیحت تمہیں کوئی کارگر نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے مالک ہے تم اس کے ساتھ شرک کر کے مجرم بنے ہوئے ہو دنیا میں بھی عذاب آ سکتا ہے اور آخرت میں تو بہر حال منکرین کے لئے عذاب ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ان لوگوں کو جواب دے دیا کہ میں عذاب نہیں لا سکتا۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو عذاب لائے گا۔ پھر ان کے لئے بددعا کر دی اور پانی کے طوفان نے انہیں گھیر کر ہلاک کر دیا جیسا کہ سورۂ نوح علیہ السلام کے آخری رکوع میں مذکور ہے اور یہاں بھی آئندہ رکوع میں اس کا ذکر آ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشتی بنانے کا حکم

حضرت نوح علیہ السلام نے بہت زیادہ محنت کی اور طرح طرح سے اپنی قوم کو سمجھایا توحید کی دعوت دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی ان کی محنت اور دعوت سے صرف چند افراد مسلمان ہوئے اور قوم کی طرف سے عذاب لانے کی فرمائش ہوتی رہی۔ بالآخر ظالموں

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

پر عذاب آگیا اور ایمان والے محفوظ رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ تمہاری قوم میں سے جو لوگ ایمان لاچکے اب ان کے علاوہ کوئی شخص ایمان نہ لائے گا آپ ان کے حال پر غمگین نہ ہوں کیونکہ توقع کی چیز کے واقع نہ ہونے سے رنج ہوتا ہے۔ جب ان سے ایمان لانے کی توقع ہی اٹھ گئی تو کیوں غم کیا جائے۔ کافروں پر عذاب آنا تھا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے نوح تم ہمارے سامنے ہمارے سے ایک کشتی لو جس میں سوار ہوکر اہل ایمان ڈوبنے سے محفوظ ہو جائیں گے اور کافر سب غرق ہوں گے، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حضرت نوح علیہ السلام سے یہ بھی فرمایا کہ ظالموں (یعنی کافروں) کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرنا ان کو ڈوبنا ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنانے کے لئے تختے لئے ان میں کیلیں ٹھونکتے رہے۔

قوم کے سرداروں کا تمسخر

ادھر تو کشتی تیار ہو رہی تھی اور ادھر ان کی قوم کے سردار اور چودھری گزرتے تھے چونکہ انہیں عذاب آنے کا یقین نہیں تھا اس لئے حضرت نوح علیہ السلام پر ہنستے تھے اور ٹھٹھا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جی ہاں تم تو اس کشتی میں بیٹھ کر محفوظ ہو جاؤ گے، کبھی کہتے تھے کہ یہ کشتی خشکی میں کیسے چلے گی (کیونکہ وہ خشکی میں بنائی جارہی تھی) کبھی کہتے تھے کہ اے نوح (علیہ السلام) ابھی تو تم نبی تھے اب تم بڑھئی ہو گئے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اگر آج تم ہم پر ہنس رہے ہو تو تم سمجھ لو کہ وہ دن بھی آنے والا ہے کہ ہم تم پر ہنسیں گے جیسا کہ آج تم ہم پر ہنس رہے ہو۔ عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب نازل ہوتا ہے۔

پانی کا طوفان اور کافروں کی غرقابی

حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنا کر تیار کر لی پانی کا طوفان آنا تھا اس کی ابتداء ہوگئی، اہل ایمان کو غرق ہونے سے بچانا تھا اور چوپائے اور درند پرند کی بھی نسلیں چلانی تھیں

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

اور بعد میں دنیا بھی آباد ہونی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ الصلاۃ والسلام کو حکم دیا کہ جو لوگ اہل ایمان ہیں انہیں اور اپنے گھر والوں کو کشتی میں سوار کردو، ہاں تمہارے گھر والوں میں جو ڈوبنا قضاء وقدر میں طے ہو چکا ہے ان کو سوار مت کرو، ان میں ان کا ایک لڑکا تھا جو ایمان نہیں لایا تھا اور ایک بیوی تھی وہ بھی ایمان نہیں لائی تھی۔ ان دونوں کے کفر کی وجہ سے ان کے ڈوب جانے اور نجات نہ پانے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی سے فیصلہ ہو چکا تھا، جو حضرات ایمان لائے تھے ان کی تعداد کم تھی یہ کتنے افراد تھے اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں جو کسی صحیح سند سے ثابت نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ اسی ۸۰ افراد تھے جن میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں ان میں حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے اور ان بیٹوں کی تینوں بیویاں تھیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا جو کافر تھا اسے کشتی میں سوار نہیں کیا گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کو سورۃ التحریم کے آخری رکوع میں کافروں میں شمار فرمایا۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوگی۔ بعض حضرات نے یوں کہا ہے کہ ان کی دو بیویاں تھیں ایک مؤمنہ تھی اور دوسری کافرہ۔ کافرہ غرق ہوئی اور مؤمنہ کشتی میں سوار کرلی گئی تھی، وہ بھی ڈوبنے سے محفوظ کرلی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ ظالموں (یعنی کافروں) کے بارے میں مجھ سے خطاب نہ کرنا۔ لہٰذا کافروں کے لئے سفارش کرنے اور نجات کی دعا کرنے کا موقع نہ تھا۔

پانی پہلے تنور سے اُبلا

بنی آدم اہل ایمان جو کشتی میں سوار ہوئے تھے ان کے علاوہ بحکم خداوندی چرند اور پرند میں کا ایک ایک جوڑا بھی حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں سوار کرلیا تھا۔ پانی آیا جو پہلے تنور سے ابلنا شروع ہوا۔ سو ہم نے خوب بہنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور زمین سے چشمے جاری کردیئے پھر پانی اس کام کے لئے مل گیا جو پہلے سے تجویز ہو چکا تھا۔ یعنی آسمان کا پانی اور زمین کا پانی دونوں مل گئے اور کافروں کی ہلاکت کا فیصلہ ہو چکا تھا پانی کی طغیانی کے ذریعے وہ فیصلہ پورا ہوگیا۔ یہ پانی بہت زیادہ تھا جس سے محفوظ رہنے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

کا اہل کفر کے لئے کوئی ذریعہ نہ تھا۔

اہل ایمان کا طوفان سے بچنا

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے (یعنی اہل ایمان سے) فرمایا کہ کشتی میں سوار ہو جاؤ اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا (یعنی اس کے چلنے کی ابتداء اللہ کے نام سے ہے اور اس کا ٹھہر جانا بھی اللہ ہی کے نام سے ہوگا) بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ دورانِ طوفان جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی کو روکنا چاہتے تھے تو بِسْمِ اللّٰهِ کہہ دیتے تھے اور جب چاہتے تھے کہ چل پڑے تو بِسْمِ اللّٰهِ کہہ دیتے تھے، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا:

فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.

(سو جب تو اور تیرے ساتھی کشتی پر بیٹھ جائیں تو یوں کہنا کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ظالم قوم سے نجات دی) اور دعا کی تلقین فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ (کہ دعا میں یوں کہئے کہ اے رب مجھے برکت والی جگہ میں اتار اور تو بہترین اتارنے والوں میں سے ہے) کشتی سے اترتے وقت کیا دعا کریں اس کے لئے یہ دعا تلقین فرمائی۔

نوح علیہ السلام کا بیٹا موج کی لپیٹ میں

کشتی چل رہی ہے پہاڑوں کی طرح موجیں ہیں حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا موجوں کے تھپیڑوں سے دوچار ہو رہا ہے قریب ہے کہ ڈوب جائے وہ ان سے علیحدہ تھا، کشتی میں سوار نہ تھا اور ایمانی اعتبار سے بھی ان کے ساتھ نہ تھا۔ آپ نے اسے آواز دی، اے بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا کافروں کے ساتھ نہ ہو ان کے دین کو چھوڑ دے۔ لیکن اس نے نہ مانا اور کہنے لگا میں کسی پہاڑ پر ٹھکانہ پکڑ لوں گا وہ مجھے پانی سے بچالے گا اس کا خیال تھا کہ جیسے عام طور سے سیلاب آتے ہیں اسی طرح سے یہ بھی ایک سیلاب ہے پہاڑ پر چڑھ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

جاؤں گا تو بچ جاؤں گا کیونکہ عام طور سے سیلاب پہاڑوں کی چوٹیوں تک نہیں جاتا وہ چونکہ ایمان نہیں لایا تھا اس لئے یہ بات مانتا ہی نہ تھا کہ یہ اللہ کی طرف سے عذاب ہے جب اللہ کی طرف سے عذاب آجائے تو کہیں پر بھی نہیں بچ سکتا۔ پہاڑیوں کی چوٹیاں اسے نجات نہیں دے سکتیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں ہاں جس پر اللہ تعالیٰ ہی رحم فرمائے وہی بچ سکتا ہے لیکن کافروں پر وہ رحم نہیں فرمائے گا ان سب کو ڈوبنا ہی ڈوبنا ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک موج آئی جو دونوں باپ بیٹوں کے درمیان حائل ہوگئی سو وہ غرق کئے جانے والوں میں سے ہوگیا۔

کشتی کا جودی پہاڑی پر ٹھہرنا

پانی کا طوفان آیا جو خوب زیادہ تھا، پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی اوپر پانی پہنچ گیا اور اس کی موجیں بھی پہاڑوں کی طرح تھیں، اتنے کثیر پانی سے کون بچ سکتا تھا۔ سوائے ان مؤمن مخلص بندوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا یہ طوفان کتنے دن رہا اس کے بارے میں جو روایات ہیں ان میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کشتی ایک سو پچاس دن تک پانی پر رہی اور ایک قول یہ ہے کہ وہ چھ مہینے تیرتی رہی۔ صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے پھر جب اللہ تعالیٰ کو طوفان ختم کرنا منظور ہوا تو زمین کو حکم دے دیا کہ اپنے پانی کو نگل لے اور آسمان کو حکم دیا پانی برسانا بند کر دے لہٰذا پانی کم ہوگیا اور اہل کفر کی غرقابی کا جو اللہ کی طرف سے حکم ہوا تھا اس کے مطابق وہ سب ہلاک ہوگئے کشتی چلتے چلتے جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔ اللہ پاک کی طرف سے ندا دے دی گئی کہ ظالموں کے لئے اللہ کی رحمت سے دوری ہے کشتی تو پہاڑ پر ٹھہر گئی لیکن اس سے اترنا کب ہوا؟ اس کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک ماہ تک جودی پہاڑ پر رہے جب حضرت نوح علیہ السلام کو یہ معلوم ہوگیا کہ پانی ختم ہوگیا ہے اور زمین اس لائق ہوگئی کہ اس پر قیام کیا جائے تو وہاں سے نیچے تشریف لے آئے اور پھر ان سے دنیا بسنی شروع ہوئی اور ان کے تینوں بیٹوں سے (جو کشتی میں ساتھ تھے) آگے دنیا میں نسل چلی جن کے یہ نام مشہور ہیں۔ 1۔ سام،

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

2۔حام،3۔یافث۔

بیٹے کے بارے میں اللہ کا حکم

نوح علیہ الصلاۃ والسلام کا ایک لڑکا جو کافر ہونے کی وجہ سے غرق ہو گیا تھا۔اس کے بارے میں انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کیا کہ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ کہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ اور بے شک آپ کا وعدہ سچا ہے۔وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ. اور آپ احکم الحاکمین ہیں۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے انہیں جواب دیا گیا کہ اے نوح (علیہ السلام) تمہارا بیٹا ہمارے علم ازلی میں تمہارے ان گھر والوں میں سے نہیں جو ایمان لا کر نجات پائیں گے۔اس کے اعمال درست نہیں ہیں اور انہیں اعمال میں سے یہ ہے کہ اسے کفر پر اصرار ہے اس کا خاتمہ ایمان پر ہونے والا نہیں تو اس کے لئے نجات کی دعا کرنے کا بھی کوئی موقع نہیں۔فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ (سوائے نوح مجھ سے اس بات کا سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں) تم جو یہ سمجھ رہے ہو کہ اس کے ایمان لا کر نجات پانے کا احتمال ہے قضاء و قدر کے فیصلہ کے مطابق سمجھ لینا صحیح نہیں ہے۔بے شک میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں میں سے مت بنو۔(نوح علیہ السلام) نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس بات سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ اس چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے۔

اور اگر آپ نے میری مغفرت نہ فرمائی اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں تباہ کاروں سے میں سے ہو جاؤں گا۔

اہل ایمان کا باسلامت کشتی سے اترنا

جب کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور پانی اتر گیا جس کی وجہ سے زمین میں بسنے کی صورت حال پیدا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ پہاڑ سے اترو تمہارے لئے ہماری طرف سے سلامتی اور برکتیں ہیں اور جو جماعتیں تمہارے ساتھ ہیں ان پر بھی ہماری برکتیں ہیں۔اور بہت سی جماعتیں ایسی بھی ہوں گی جو آگے چل کر دائرہ ایمان سے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

نکل جائیں گی ان لوگوں کو ہم دنیا میں ایسی زندگی دیں گے جس سے فائدہ اٹھالیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچ جائے گا۔ پہلے سے بتا دیا تھا اس وقت جو زمین پر تم اتر رہے ہو سب مسلمان ہو لیکن ان اترنے والوں کی نسلوں میں سے پھر اہل کفر پیدا ہوں گے ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچ جائے گا آخرت میں تو ہر کافر کے لئے سخت عذاب ہے۔ (انوار البیان، معارف القرآن)

حضرت نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کا عبرتناک انجام

ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امرأت نوح وامرات لوط ط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتٰھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئا وقیل ادخلا النار مع الداخلین ○

(التحریم: ۹، ۱۰)

”اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی کہاوت بیان فرمائی یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے شائستہ اور نیک بندوں کے گھر میں تھیں پھر ان کی انہوں نے خیانت کی پس وہ دونوں نیک بندے ان سے اللہ کے کسی عذاب کو نہ روک سکے اور حکم دے دیا گیا کہ اے عورتو! دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی چلی جاؤ۔“

پیغمبروں کی صحبت انہیں کام نہ آئی

اللہ تعالیٰ نے یہاں عبرت حاصل کرنے کے لئے فرمایا کہ دیکھو دو پیغمبروں کی عورتیں حضرت نوح علیہ السلام کی اور حضرت لوط علیہ السلام کی جو ہر وقت ان نبیوں کی صحبت میں رہنے والی اور دن رات ساتھ اٹھنے بیٹھنے والی اور ساتھ ہی کھانے پینے والی بلکہ سونے جاگنے والی تھیں، لیکن چونکہ ایمان میں ان کی ساتھی نہ تھیں اور اپنے کفر پر قائم تھیں، پس پیغمبروں کی آٹھ پہر کی صحبت انہیں کچھ کام نہ آئی، انبیاء اللہ انہیں اخروی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اخروی نقصان سے بچا سکے، بلکہ ان عورتوں کو بھی دوزخیوں کے ساتھ جہنم میں جانے کو کہہ دیا گیا۔ یہ یاد رہے کہ خیانت کرنے سے مراد یہاں بدکاری نہیں، انبیاء علیہم السلام کی حرمت و عصمت اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ ان کی گھر والیاں فاحشہ ہوں، بلکہ یہاں مراد خیانت فی الدین ہے یعنی دین میں اپنے خاوندوں کی خیانت کی، ان کا ساتھ نہ دیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان کی خیانت زناکاری نہ تھی بلکہ یہ تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی تو لوگوں سے کہا کرتی تھی کہ یہ مجنون ہیں۔

اور لوط علیہ السلام کی بیوی جو مہمان حضرت حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں آتے تو کافروں کو خبر کر دیتی تھی، یہ دونوں بددین تھیں، نوح علیہ السلام کی بیوی ان کی رازداری اور پوشیدہ طور پر ایمان لانے والوں کے نام کافروں پر ظاہر کر دیا کرتی تھی، اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی اپنے خاوند، اللہ کے رسول کی مخالف تھی اور جو لوگ آپؑ کے ہاں مہمان بن کر ٹھہرتے یہ جا کر اپنی قوم سے خبر کر دیتی جنہیں بدفعلی کی عادت تھی۔

(تفسیر ابن کثیر صفحہ 374)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات

علاقائی پسِ منظر

حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بعد آنے والے تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے باپ ہیں ان کی قوم بابل کے آس پاس رہتی تھی جو آجکل عراق کا ایک شہر ہے اس وقت وہاں کا بادشاہ نمرود نامی ایک شخص تھا وہ خدائی کا دعویدار تھا۔ ساری قوم بت پرست تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد جس کا نام آزر تھا وہ بھی بت پرست تھا اور ساری دنیا کفر و شرک میں مبتلا تھی۔ ایسے موقعہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی وہ خالص مُـوَحِّـد تھے۔ اللہ پاک کی توحید کی طرف انہوں نے اپنے باپ اور قوم کو دعوت دی اور اس بارے میں انہوں نے بہت تکلیف اٹھائی۔ نمرود سے آپ کا مناظرہ ہوا۔ اپنی قوم کو انہوں نے طرح طرح سے سمجھایا اور قائل کیا لیکن قوم نے ایک نہ مانا بت پرستی پر جمے رہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا۔

آپ علیہ السلام کا والد سے خطاب

اپنے والد سے جو ابراہیم علیہ السلام نے خطاب فرمایا یہاں حضرت براہیم علیہ السلام اس نصیحت کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً (کیا تو بتوں کو معبود بناتا ہے) اِنِّیٓ اَرٰىکَ وَقَوْمَکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں)۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

آپ نے اپنے باپ کو صراط مستقیم کی دعوت دی اور بتایا کہ شیطان کی عبادت نہ کرو اور یہ بھی فرمایا تم جس دین پر ہو اس پر قائم رہنے سے اللہ پاک کی طرف سے عذاب پہنچ جائے گا۔ ان کے باپ نے ساری سنی ان سنی کر دی۔ اور کوئی بات نہ مانی اور سختی کے ساتھ جواب دیا کہ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا (اگر تو باز نہ آیا...... تو تجھے ضرور بالضرور سنگسار کر دوں گا۔ یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دوں گا اور تو مجھے چھوڑ کر بالکل ہی علیحدہ ہو جا)۔

ستارہ پرستوں کو خطاب

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو مختلف عنوانات سے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اس کے ذیل میں ستارہ پرستوں سے بھی خطاب فرمایا۔

علامہ ابن کثیر دمشقی البدایہ والنہایہ ص ۱۰۴ ج ۱ میں لکھتے ہیں کہ دمشق اور اس کے آس پاس کے لوگ سات ستاروں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ دمشق کے سات دروازے تھے اور ہر دروازے پر ایک ایک ستارہ کی تصویر لگا رکھی تھی۔ ان کی عبادت کرتے تھے اور وہاں میلے لگاتے تھے۔ اور بھینٹ اور نذرانے چڑھاتے تھے۔ (کواکب سبعہ سے شمس، قمر۔ زحل، عطارد۔ مریخ، مشتری اور زہرہ مراد ہیں)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک چمکدار ستارہ نظر آیا...... صاحب روح المعانی نے ص ۱۹۸ ج ۷ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ ستارہ مشتری تھا اور حضرت قتادہ کی طرف یوں منسوب کیا ہے کہ یہ ستارہ زہرہ تھا۔ بہرحال جو بھی ستارہ ہو خوب چمکدار اور روشن تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے دیکھ لیا تو اس وقت جو ستارہ پرست موجود تھے ان سے بطور فرض بحیثیت ایک الزام دینے والے مناظر کے یوں فرمادیا کہ یہ میرا رب ہے خود تو موحد تھے۔ غیر اللہ کو رب نہیں مانتے تھے لیکن ان کو آخر میں قائل کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا، وہ ستارہ کچھ دیر کے بعد چھپ گیا تو آپ نے فرمایا کہ چھپ جانے والوں اور غروب ہونے والوں سے میں محبت نہیں کرسکتا، جو چھپ گیا وہ کہاں اس قابل ہوسکتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

چاند اور سورج کے بارے میں......

ابھی صاف بات نہ کہی حقیقت کی طرف اشارہ فرمادیا۔اس کے بعد چاند نظر آیا جو بہ نسبت ستاروں کے بڑا تھا اور خوب زیادہ روشنی والا تھا۔اس کو دیکھ کر اسی پہلے انداز کے مطابق فرمادیا کہ یہ میرا رب ہے۔ پھر وہ بھی غروب ہو گیا تو اس مرتبہ فرمایا کہ اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں گمراہوں میں سے ہو جاتا۔ جب ستارہ غروب ہوا تھا تو فرمایا تھا کہ میں چھپ جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔یعنی جو غائب ہو جائے اور ذاتی طور پر ایک حال پر باقی نہ رہ سکے میں اسے معبود نہیں مان سکتا، بات کو اپنے اوپر رکھ کر کہا جو گمراہوں کو دعوت دینے کا بلیغ طریقہ ہے اس میں ان لوگوں پر تعریض تھی کہ تم لوگ عجیب ہو۔ جسے اپنے اوپر اختیار نہیں اس کو معبود بنائے ہوئے ہو، چونکہ پہلی مرتبہ ستارہ کے غروب ہونے پر وہ لوگ کسی درجہ میں قائل ہو چکے تھے اس لئے چاند کے غروب ہو جانے پر بات کا رخ بدل دیا۔

اس مرتبہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ نہیں فرمایا بلکہ یوں فرمایا لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ اس میں بھی بات کو اپنے اوپر رکھا اور فرمایا میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں گمراہوں میں سے ہوتا۔اس میں اشارۃً یہ بیان فرمادیا کہ تم لوگ ستارہ پرستی کی وجہ سے گمراہ ہو...... پھر جب سورج نکلا وہ اپنی چمک اور روشنی میں ستاروں سے چاند سے بڑھ کر تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ میرا رب ہے یہ پہلے دونوں چمک دار ستاروں سے بڑا ہے۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اسی دنیا میں رہتے تھے۔اور روزانہ آفتاب کو بھی دیکھتے تھے۔اور انہیں معلوم تھا کہ آفتاب سے بڑا دوسرا کوئی ستارہ اپنے وجود مادی اور چمک دمک کے اعتبار سے نہیں ہے،اور اس کے بعد کوئی بڑا ستارہ طلوع ہونے والا نہیں لہٰذا انہوں نے...... هٰذَا رَبِّيْ کے ساتھ هٰذَآ اَكْبَرُ بھی کہہ دیا اور چونکہ یہاں پہنچ کر بحث ختم ہونے والی تھی اور تیسری مرتبہ ستارہ پرستوں کو قائل کرنے کا موقع تھا اس لئے سورج کے غروب ہونے کا انتظار فرمایا، جب سورج بھی غروب ہو گیا تو بہت زوردار طریقہ پر فرمادیا۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

مشرک قوم سے اظہارِ برأت

يٰقَوْمِ اِنِّىْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ O

کہ ”اے میری قوم! جن چیزوں کو تم شریک بناتے ہو میں ان چیزوں سے بری ہوں بیزار ہوں“۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حاضرین کو بتایا کہ جن چیزوں کو تم معبود بناتے ہو ان کو تم معبود حقیقی کی خدائی میں شریک کر رکھا ہے۔ تمہارا یہ طریقہ غلط ہے جن چیزوں کو تم پوجتے ہو یہ تو اسی خدا وحدہٗ لاشریک کی مخلوق ہیں جس کی مشیت اور ارادہ سے ان کا وجود ہے۔ اور جس کی مشیت وارادہ سے یہ آتے جاتے ہیں نکلتے ہیں اور چھپتے ہیں۔

نیز یہ بھی بتا دیا کہ میں شرک سے بری ہوں جس میں تم لگے ہوئے ہو تمہیں بھی شرک سے بیزار ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ خالق جل مجدہٗ کے علاوہ کسی کو پوجنا راہ ہدایت کے خلاف ہے۔ اس بات کی طرف لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ O فرما کر اشارہ کر چکے تھے۔ کنایہ اور اشارہ کے بعد تصریح کا راستہ اختیار فرمایا اور واضح طور پر فرمادیا کہ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ O میں نے اپنا رخ پھیر دیا اس ذات پاک کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ میں باطل معبودوں کی طرف متوجہ نہیں ہوں میں ان سے منہ موڑے ہوئے ہوں اور شرک کرنے والا نہیں ہوں۔

قوم کی حجت بازی کا جواب

باوجودیکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارہ پرستوں کو دلیل سے عاجز کر دیا۔ اور بتادیا کہ جس کے قبضۂ قدرت میں ان چھوٹے بڑے ستاروں کا تصرف ہے۔ جس کے حکم سے یہ طلوع غروب ہوتے ہیں صرف وہی عبادت اور پرستش کے لائق ہے اور کسی بھی مخلوق کی عبادت کرنا یہ خالق ومالک کے ساتھ شرک کرنا ہے جو عقلی طور پر بھی بدترین چیز ہے، اور اپنے بارے میں موحد ہونے اور شرک سے بیزار ہونے کا اعلان فرمادیا تب بھی ان کی قوم نے حجت بازی جاری رکھی۔ وہ کہنے لگے کہ تم یہ کیسے کہتے ہو یہ چیزیں عبادت کے لائق

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

نہیں۔ہم تو اپنے باپ دادوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے دیکھتے آئے ہیں، تم ہم سے ہمارا دین چھڑوانا چاہتے ہو۔حالانکہ تم کو بھی ہمارے دین میں آجانا چاہئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

اَتُحَآجُّوْنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰنِ ......

''کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ اس نے مجھے ہدایت دی۔''

جب مجھے ہدایت مل گئی جس کو میں پوری طرح بصیرت سے ہدایت سمجھتا ہوں تو اب معبود حقیقی کو کیسے چھوڑوں اسی نے مجھے ہدایت دی ہے اور اسی سے میں ہر طرح کی خیر کی امید رکھتا ہوں۔

بے جان نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے!

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے معبودوں سے ڈرایا ہوگا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واضح طور پر فرمادیا کہ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖ (کہ جن چیزوں سے مجھ کو ڈراتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا) یہ تو خود بے جان ہیں۔نفع وضرر کے مالک نہیں۔

مزید فرمایا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّیْ شَيْئًا ۔تمہارے یہ معبودانِ باطلہ تو کچھ بھی ضرر اور نقصان نہیں پہنچا سکتے ہاں میرا رب ہی اگر چاہے تو ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی نقصان یا تکلیف پہنچ جائے۔میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟) دلیل سے عاجز ہو جانے کے بعد اور یہ جاننے کے بعد کہ تمہارے معبودانِ باطلہ کچھ نفع اور ضرر نہیں پہنچا سکتے شرک پر اڑے ہوئے ہو تمہاری سمجھ میں آجانا چاہئے اور تمہیں نصیحت قبول کرنی چاہئے۔

پھر فرمایا:

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ

''میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے''

وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

"حالانکہ تم نہیں ڈرتے اس بات سے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو شریک بنالیا جن کے شریک ہونے کی اللہ نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی۔"

مجھے ان سے کوئی خوف نہیں

تمہارے معبود تو بے قدرت ہیں۔ میں ان کی طرف سے بے خوف ہوں اور پُرامن ہوں۔ میں ان سے کیوں ڈروں۔ تم پر لازم ہے کہ معبود حقیقی سے ڈرو جسے نفع و ضرر پہنچانے کی پوری قدرت ہے۔ اور تم نے اس کے...... جو شریک تجویز کر لیے ہیں یہ سب اپنے پاس سے تجویز کیے ہیں جس کی کوئی سند اور دلیل اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ اپنی اس حرکت بد کی وجہ سے تمہیں معبود حقیقی سے ڈرنا لازم ہے۔

فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O

"سو دونوں فریقوں میں کون سا فریق امن کا مستحق ہے اگر تم جانتے ہو۔"

مطلب یہ ہے کہ میں تو معبود حقیقی کا پرستار اور عبادت گزار ہوں اور تم نے اس کے ساتھ شریک بنا رکھے ہیں تم غور کر لو کہ لائق امن و امان کون ہے میں ہوں یا تم ہو؟ مجرم تو تم ہو شرک کرتے ہو اور معبود حقیقی سے نہیں ڈرتے اور مجھے باطل معبودوں سے ڈراتے ہو۔ اپنی صحیح سمجھ سے کام لیتے تو تمہارا علم تمہیں صحیح راہ پر ڈال دیتا۔

ابراہیم علیہ السلام کا والد سے مکالمہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وطن بابل کے علاقہ میں تھا جہاں نمرود کی حکومت تھی وہاں کے لوگ بت پرست تھے خود آپ کا گھرانہ بھی بت پرست تھا۔ ان کا باپ بھی بت پرست تھا جس کا نام آزر تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے تھے بت پرستی چھوڑنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اپنے والد کو بھی انہوں نے توحید کی دعوت دی اور بت پرستی چھوڑنے کے لئے کہا اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔ سورۂ مریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک مکالمہ کا تذکرہ فرمایا جو ان کے باپ سے ہوا تھا انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ یہ تم جن چیزوں کی عبادت میں لگے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ہوئے ہو یہ بت جن کی تم پرستش کرتے ہو یہ تو تم سے بھی گئے گزرے ہیں تم تو سنتے ہو اور دیکھتے ہو اور کچھ نہ کچھ کسی کو فائدہ پہنچا سکتے ہو لیکن یہ بت تو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ کسی قسم کا کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف دور کر سکتے ہیں ان کی عبادت کرنا تو سراپا بے وقوفی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے اپنے باپ سے مزید کہا کہ دیکھو حق اور حقیقت واضح ہونے کے لئے چھوٹا بڑا ہونے کی کوئی قید اور شرط نہیں ہے میں اگر چہ تمہارا بیٹا ہوں لیکن خالق کائنات جل مجدہٗ نے مجھے وہ علم عطا فرمایا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا مجھے اس نے توحید سکھائی ہے جو صحیح راہ ہے آخرت کے عذاب سے بچانے والی ہے تم میری بات مانو میں تم کو اسی سیدھے راستہ کی رہبری کروں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ شرک کی راہیں اور بت پرستی، غیر اللہ کی پوجا یہ سب شیطان کی نکالی ہوئی اور بتائی ہوئی چیزیں ہیں اس کی بات ماننا اس کی عبادت ہے شیطان اپنی بھی عبادات کراتا ہے اور بتوں کی بھی، تم شیطان کی بات مت مانو وہ تو رحمٰن جل مجدہٗ کا نافرمان ہے جو اس کا ساتھی بنے گا اسے بھی رحمٰن جل مجدہٗ کی نافرمانی پر جمائے گا اور اس کا ساتھی ہونے پر عذاب بھگتنا پڑے گا، اے میرے باپ میں ڈرتا ہوں کہ تم پر رحمٰن جل مجدہٗ کی طرف سے کوئی عذاب نہ آجائے شیطان کی دوستی جو دنیا میں ہے تمہیں اس کے ساتھ آخرت کے دائمی عذاب میں نہ جھونک دے اور یہ تمہاری دنیا والی دوستی وہاں کی دوستی یعنی عذاب میں شریک ہونے کا ذریعہ نہ بن جائے (وہاں تو سب دوزخی آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے لیکن چونکہ یہ دشمنی یہاں کی دوستی کی وجہ سے سامنے آئے گی اس لئے بھی علی سبیل المشاکلہ فتکون للشیطن ولیا سے تعبیر فرمایا)

باپ تلملا اُٹھا

یہ باتیں سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے کوئی اچھا اثر نہیں لیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جواب دیا کیا تم میرے معبودوں سے ہٹنے والے ہو یعنی میرے معبودوں سے دور ہو ان کی عبادت کے قائل نہیں ہو؟ اور نہ صرف یہ کہ تم ان کی عبادت سے دور ہو مجھے بھی ان کی عبادت سے روک رہے ہو اب تک جو کہا سو کہا اب کے بعد اگر تو اپنی

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

باتوں سے باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر مار مار کر ختم کر دوں گا۔ پس میرا تیرا کوئی تعلق نہیں۔ مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اچھا تمہیں میرا سلام ہے (یہ وہ سلام نہیں جو اہل ایمان کو کیا جاتا ہے بلکہ جاہلوں سے جان چھڑانے کے لئے جو محاورہ میں سلام کے الفاظ کہہ دیئے جاتے ہیں یہ اسی طرح کا سلام ہے جیسا کہ سورۂ فرقان میں فرمایا وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ساتھ ہی ابراہیم علیہ السلام نے یوں بھی فرمایا کہ میں اپنے رب سے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا میرا رب مجھ پر بہت مہربان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چونکہ مغفرت کی دعا کرنے کا وعدہ فرمالیا تھا اس لئے اپنے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کی جس کا سورۂ شعراء میں ذکر ہے وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ اور اے رب میرے باپ کو بخش دے بلاشبہ وہ گمراہوں میں سے ہے سورۂ توبہ میں ہے فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ پھر جب ان پر یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اسے ایمان لانا نہیں ہے تو پھر سے اس سے بیزاری اختیار فرمائی۔
(تفسیر انوار البیان ج ۳)

آپ علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ

نمرود ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وجود باری تعالیٰ میں مباحثہ کرنے لگا، یہ شخص خود اللہ ہونے کا مدعی تھا جیسے کہ اس کے بعد فرعون نے بھی اپنے والوں میں دعویٰ کیا تھا کہ میں اپنے سوا کسی کو تمہارا اللہ نہیں جانتا، چونکہ ایک مدت مدید اور عرصہ بعید سے یہ بادشاہ چلا آتا تھا اس لئے دماغ میں رعونت اور انانیت آگئی تھی سرکشی اور تکبر نخوت اور غرور طبیعت میں سما گیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چار سو (۴۰۰) سال تک حکومت کرتا رہا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جب اس وجود باری تعالیٰ پر دلیل مانگی تو آپ نے نیست سے ہست اور ہست سے نیست کرنے کی دلیل دی جو ایک بدیہی اور مثل آفتاب روشن دلیل تھی کہ موجودات کا پہلے کچھ نہ ہونا پھر ہونا پھر مٹ جانا کھلی دلیل ہے موجد اور پیدا کرنے والے کے موجود ہونے کی اور وہی اللہ ہے۔ نمرود نے جواباً کہا کہ یہ تو میں کرتا ہوں، یہ کہہ کر دو

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

شخصوں کو اس نے بلوایا جو واجب القتل تھے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو رہا کر دیا۔ دراصل یہ جواب اور یہ دعویٰ کس قدر لچر اور پوچ ہے اس کے بیان کی بھی ضرورت نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صفات باری تعالیٰ میں سے ایک صفت پیدا کرنا اور پھر نیست کر دینا بیان کی تھی اور اس نے نہ تو انہیں پیدا کیا نہ ان کی یا اپنی موت وحیات پر اسے قدرت۔ لیکن جہلا کو بھڑکانے کے لئے اور اپنی علمیت جتانے کے لئے باوجود اپنی غلطی اور مباحثہ کے اصول سے فراری کو جانتے ہوئے صرف ایک بات بنالی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اس کو سمجھ گئے اور آپ نے اس کند ذہن کے سامنے ایسی دلیل پیش کر دی کہ صورتاً بھی اس کی مشابہت نہ کر سکے، چنانچہ فرمایا کہ جب تو پیدائش اور موت تک اختیار رکھتا ہے تو مخلوق پر تیرا تصرف پورا ہونا چاہئے۔ میرے اللہ نے تو یہ تصرف کیا ہے کہ سورج کو حکم دے دیا ہے کہ وہ مشرق کی طرف سے نکلا کرے چنانچہ وہ نکل رہا ہے اب تو اسے حکم دے کہ وہ مغرب کی طرف سے نکلے۔ اس کا کوئی ظاہری ٹوٹا پھوٹا جواب بھی اس سے نہ بن پڑا اور بے زبان ہو کر اپنی عاجزی کا اقراری ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی حجت اس پر پوری ہو گئی لیکن چونکہ ہدایت نصیب نہ تھی راہ یافتہ نہ ہو سکا ایسے بدوضع لوگوں کو اللہ تعالیٰ کوئی دلیل نہیں سمجھاتا اور وہ حق کے مقابلہ میں بغلیں جھانکتے ہی نظر آتے ہیں، ان پر اللہ کا غضب وغصہ اور اس کی ناراضگی ہوتی ہے اور ان کے لئے اس جہان میں بھی سخت عذاب ہوتے ہیں۔

حضرت سدیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مناظرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ سے نکل آنے کے بعد ہوا تھا اس سے پہلے آپ کی اس ظالم بادشاہ سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر)

اپنی قوم کو توحید کی دعوت دینا

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام جس علاقے میں پیدا ہوئے وہ بت پرستوں کا علاقہ تھا خود ان کا باپ بھی بت پرست تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شروع ہی سے مشرکین کے عقائد اور اعمال سے دور رکھا تھا۔ وہاں کوئی موحد نہیں تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو توحید سکھاتا اور شرک کی گمراہی پر متنبہ کرتا لیکن سب سے بڑا

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

معلم اللہ جل شانہٗ ہے۔ وہ جسے صحیح راہ بتائے حق سمجھائے رشد و ہدایت سے نوازے اسے کوئی بھی گمراہ کرنے والا اپنے قول اور عمل سے راہ حق سے نہیں ہٹا سکتا اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اتنی بڑی بت پرست قوم کے اندر ہدایت پر رکھا اور ان میں اظہار حق اور دعوت حق کی استعداد رکھ دی تھی اللہ تعالیٰ کو اس سب کا علم تھا۔ اسی کو فرمایا وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرَاهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عَالِمِيْنَ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہوش سنبھالا تو اپنے گھرانے کو اور اپنی قوم کو شرک میں مبتلا دیکھا، یہ لوگ بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے خصوصاً اور اپنی قوم سے عموماً سوال فرمایا کہ یہ مورتیاں جن پر تم دھرنا دیئے بیٹھے ہو کیا ہیں؟ سوال کا مقصد یہ تھا کہ ان خود تراشیدہ بے جان چیزوں کی عبادت کرنا اس کی کیا تک ہے؟ وہ لوگ معقول جواب نہ دے سکے (اور کوئی بھی مشرک معقول جواب نہیں دے سکتا یہ لوگ ماں باپ کی اندھی تقلید کرتے رہے ہیں) انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو اسی پر پایا ہے اور یہی کرتے دیکھا ہے کہ ان مورتیوں کی پوجا کرتے تھے انہیں کی دیکھا دیکھی ہم بھی بت پرستی کرتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑی مضبوطی اور قوت کے ساتھ فرمایا کہ تم اور تمہارے باپ دادے صریح گمراہی میں ہو، وہ لوگ کہنے لگے کہ تم ہمارے پاس کوئی حق بات لے کر آئے ہو یا یوں ہی دل لگی کے طور پر باتیں کرتے ہو۔

پیغمبر جھوٹ نہیں بولتا!

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں حق بات لے کر آیا ہوں تم سے دل لگی نہیں کر رہا ہوں۔ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے۔ اسی نے تمہیں پیدا فرمایا، جس نے پیدا کیا اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کی عبادت کرنا یہ سراپا گمراہی نہیں ہے تو کیا ہے؟ میں جو کہہ رہا ہوں وہ سچی بات ہے اور میں اس کے سچا ہونے کا گواہ ہوں۔ یعنی دلیل سے بات کرتا ہوں اور یاد رکھو کہ تم جن بتوں کی پوجا کرتے ہو اللہ کی قسم ان کے لئے کوئی تدبیر کروں گا اور ایسا داؤ استعمال کروں گا کہ ان پر بہت بڑی زد پڑے گی، مجھے موقعہ کا

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

انتظار ہے تم کہیں گئے اور میں نے ان کا تیا پانچا کیا۔

جھوٹے خداؤں کا عبرتناک انجام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنا سورۂ صٰفّٰت میں بھی مذکور ہے وہاں یوں بیان فرمایا:

"جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ کے سوا چاہتے ہو؟ سو رب العالمین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ سو ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہونے کو ہوں، غرض وہ لوگ ان کو چھوڑ کر چلے گئے تو یہ ان کے بتوں میں جا گھسے اور کہنے لگے کیا تم کھاتے نہیں ہو؟ تم کو کیا ہوا تم بولتے نہیں ہو؟ پھر ان پر قوت کے ساتھ جا پڑے اور مارنے لگے۔ سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے، ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیا تم ان چیزوں کو پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو حالانکہ تم کو اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے ابراہیم علیہ السلام کے لئے ایک آتش خانہ تعمیر کرو پھر ان کو اس دہکتی آگ میں ڈال دو۔ غرض ان لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ برائی کرنا چاہی سو ہم نے ان کو نیچا دکھا دیا"۔ (آیات ۸۵تا۹۸)

معالم التنزیل میں مفسر سدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا ہر سال ایک میلہ لگتا تھا اس میں جمع ہوتے تھے پھر واپس آ کر اپنے بتوں کو سجدہ کر کے اپنے گھروں کو جاتے تھے۔ جس دن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بت توڑے یہ ان لوگوں کے میلہ کا دن تھا جب یہ لوگ میلہ میں جانے کے لئے بستی سے باہر جانے لگے تو ابراہیم علیہ السلام کے والد نے کہا کہ اے ابراہیم علیہ السلام تم بھی ہمارے ساتھ چل کر ہماری عید میں شریک ہو جاؤ تو مناسب ہوگا ممکن ہے کہ تمہیں ہمارا دین پسند آ جائے حضرت ابراہم علیہ السلام تھوڑی دور ساتھ چلے اور ستاروں پر ایک نظر ڈالی پھر فرمایا کہ میں تو مریض ہونے والا ہوں۔ (چونکہ وہ لوگ ستاروں کو مانتے تھے اس لئے ستاروں میں نظر ڈالنے کو

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

ایک بہانہ بنالیا) وہ لوگ تو میلہ میں چلے گئے اور وہاں اس خیال سے کھانا رکھ دیا واپس آنے تک یہ بت انہیں متبرک کردیں گے پھر اس میں سے ہم کھالیں گے۔

بڑے بُت کے کندھے پر کلہاڑا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب کھانا رکھا دیکھا تو بطور استہزاء و تمسخر فرمایا اَلَا تَاْكُلُوْنَ (کیا تم کھاتے نہیں) وہ تو بت تھے ان میں نہ روح نہ جان بولتے کہاں سے جب جواب نہ ملا تو فرمایا کہ مَالَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ (تمہیں کیا ہوا کہ تم بولتے نہیں ہو) یہ بھی بطور تمسخر ہی تھا اس کے بعد کلہاڑا لے کر چلانا شروع کردیا خوب قوت کے ساتھ کلہاڑا چلایا اور سارے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ ہاں ان میں جو سب سے بڑا بت تھا اس کو نہیں توڑا اور اس کی گردن میں کلہاڑا لٹکا دیا۔ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ یہ انہوں نے اس امید پر کیا کہ ممکن ہے وہ لوگ اپنے معبودوں کا عاجز ہونا دیکھ لیں تو ابراہیم علیہ السلام یعنی ان کے دین کی طرف رجوع کرلیں اور بعض حضرات نے الیہ کی ضمیر بڑے بت کی طرف راجع کی ہے اور آیت شریفہ کا مطلب یہ لیا ہے کہ شاید وہ بڑے بت کی طرف رجوع کریں اور اس سے پوچھیں کہ ہمارے ان معبودوں کو کس نے توڑا، اور ممکن ہے کہ اس کے گلے میں کلہاڑا پڑا ہوا دیکھ کر اس سے یوں کہیں کہ ہو نہ ہو تو نے ہی یہ حرکت کی ہے۔

(معالم التنزیل صفحہ ۲۴۸ جلد ۳)

بت پرستوں پر کیا گزری!

اب قوم کے لوگ آئے تو دیکھا کہ ان کے معبود کٹے پڑے ہیں، ٹکڑے ٹکڑے ہیں، دیکھ کر بڑے سٹ پٹائے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ہے؟ جس نے ایسا کیا ہے وہ تو کوئی ظالم ہی ہوگا۔ پھر ان میں سے بعض یوں بولے کہ ہاں یاد آ گیا ایک جوان جسے ابراہیم علیہ السلام کہہ کر بلایا جاتا ہے وہ ان کے بارے میں کچھ کہہ رہا تھا اس نے یوں کہا تھا کہ میں تمہارے پیچھے ان کی گت بنا دوں گا۔ اندازہ ہے کہ یہ کام اسی نے کیا ہے۔ کہنے لگے کہ اچھا اسے بلاؤ وہ سب لوگوں کے سامنے آئے اگر لوگوں کے سامنے اقرار کرلے تو گواہ بن جائیں اور اس آدمی کو بھی پہچان لیں۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ابراہیم علیہ السلام کا ایک تفہیمی انداز

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا گیا اوران سے قوم کے لوگوں نے دریافت کیا کہ تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا نام کیوں لگاتے ہو جوان سب سے بڑا ہے اسی نے یہ سب کارستانی کی ہے اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں آتا تو انہیں سے پوچھ لو کہ ان کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا ہے؟ اگر وہ بولتے ہیں تو ان ہی سے دریافت کرنا چاہیے۔

یہ سن کر اول تو وہ لوگ ٹھٹرے اور سوچ میں پڑ گئے اور پھر آپس میں کہنے لگے کہ تم ہی ظالم ہو یعنی ابراہیم علیہ السلام کی بات صحیح ہے ان بتوں کی عبادت کرنا ظلم کی بات ہے بھلا وہ کیسا معبود جو نہ بول سکے نہ بتا سکے۔ پھر شرمندگی کے مارے اپنے سروں کو جھکا لیا۔ لیکن شرک سے پھر بھی توبہ نہ کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں (یہ دعوت کا ایک طریق کار ہے کہ مخاطب سے بات کرتے کرتے اسے ایسے موقع پر لے آئیں کہ اس کی زبان سے خود اس کے اپنے مسلک اور اپنے دعویٰ کے خلاف کوئی بات نکل جائے) جب ان لوگوں نے منہ سے بے اختیار یہ بات نکل گئی کہ یہ بولتے نہیں ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فوراً پکڑ لیا اور فرمایا کہ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ (کیا تم ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ نفع دے سکے نہ ضرر پہنچا سکے) مزید فرمایا اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (تف ہے تم پر اور ان چیزوں پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو کیا تم سمجھتے نہیں ہو)

آگ میں ڈالے جانے کا فیصلہ

جب وہ لوگ جواب سے عاجز ہو گئے اور کوئی بات نہ بنی تو کہنے لگے کہ اس شخص کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہے۔ (یہ بات بھی عجیب ہے کہ عبادت کرنے والے اپنے معبودوں کی مدد کا دم بھر رہے ہیں اور اپنے معبودوں کا انتقام لے رہے ہیں۔ وہ کیسا معبود جو دوسروں کی مدد کا محتاج ہو لیکن مشرکین کی عقلوں پر پتھر پڑے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

رہتے ہیں ایسی موٹی بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی)۔

صاحب معالم التنزیل نے لکھا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے انہیں آگ میں جلانے کا فیصلہ کرلیا (جن میں نمرود بھی تھا) تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک گھر میں بند کر دیا اور آگ جلانے کے لئے ایک احاطہ بنایا پھر اس میں ایک مدت تک طرح طرح کی لکڑیاں ڈالتے رہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دشمنی میں کچھ ایسی صورت حال بن گئی کہ جو شخص مریض ہو جاتا یہ نذر مان لیتا تھا کہ میں اچھا ہو جاؤں گا تو ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے لکڑیاں جمع کروں گا، عورتیں اپنی محبوب چیزوں کے حصول کے لئے یوں نذر مانتی تھیں کہ میرا فلاں کام ہو گیا تو آتش ابراہیم میں لکڑیاں ڈالوں گی، لوگ لکڑیاں خرید کر اس میں ڈالتے تھے حد یہ ہے کہ جو کوئی عورت چرخہ کاتتی تھی وہ بھی اس کی آمدنی سے لکڑیاں خرید کر آتش ابراہیم علیہ السلام میں ڈال دیتی تھی، یہ لوگ ایک ماہ تک لکڑیاں جمع کرتے رہے۔ اس کے بعد ہر جانب آگ لگا دی آگ جلی خوب شعلے نکلے، اور اس جگہ کی گرمی کا یہ حال تھا کہ جانور بھی وہاں سے گزرتا تھا تو اس کی گرمی کی شدت کی وجہ سے مر جاتا تھا لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو یہ ڈر تھا کہ اگر ہم نے اس کو آگ میں ڈالا اور نہ جلا تو ہماری ذلت ہوگی، لہٰذا اتنی آگ جلاؤ اور اتنے دن تک جلاؤ کہ اس کی سخت حرارت میں یہ شخص جل ہی جائے اور زندہ باسلامت بچنے کا احتمال نہ رہے)۔

آپ علیہ السلام نذرِ آتش کر دیئے گئے

آگ تو تیار کرلی لیکن اب سوال یہ تھا کہ اس آگ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈالیں کیسے؟ اس کے پاس تو پھٹکنا بھی مشکل ہے چہ جائیکہ اس میں باقاعدہ ڈالنے کے لئے ایک دو منٹ ٹھہریں، ابلیس چونکہ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کی دشمنی میں آگے آگے رہتا تھا اور اب بھی اسلام کے دشمنوں کو سبق پڑھاتا رہتا ہے اس لئے اس موقع پر بھی حاضر ہو گیا اور اس نے سمجھایا کہ دیکھو کہ ایک منجنیق بناؤ (یہ ڈھینکلی کی طرح کسی بھاری چیز کو اٹھانے اور پھینکنے کا آلہ تھا آجکل عمارتیں بنانے میں جو کرین استعمال کی جاتی ہے اسے دیکھنے سے منجنیق کی کچھ تقریبی صورت اور اس کا عمل سمجھ میں آسکتا ہے) منجنیق تیار ہوگئی تو حضرت

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر منجنیق کے ذریعہ آگ میں ڈال دیا۔

آپ علیہ السلام کا اپنے رب پر ایمان

جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا تو پانیوں پر مقرر فرشتہ حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ چاہیں تو میں آگ بجھا دوں اور ہواؤں پر مقرر فرشتہ حاضر ہوا اور کہنے لگا آپ چاہیں تو آگ کو ہواؤں میں اڑا دوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں اور یوں بھی کہا حسبی اللّٰہ ونعم الوکیل (مجھے اللہ کافی ہے وہ بہترین کارساز ہے) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب انہیں آگ میں ڈال رہے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے انہوں نے کہا کہ اے ابراہیم علیہ السلام کوئی حاجت ہے؟ جواب میں فرمایا کہ مجھے تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں انہوں نے کہا اچھا تو اپنے رب ہی سے سوال کرلو، فرمایا میرے رب کو میرا حال خوب معلوم ہے اس کے علم میں ہونا ہی کافی ہے چنانچہ انہوں نے تفویض سے کام لیا اور دعا تک نہ کی (فصلی اللّٰہ علی خلیلہ وسلم). اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ کو حکم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے فرمان کے تابع ہے مخلوقات میں جو صفات ہیں اور جو تاثیرات ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا فرمانے سے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کا انہیں خطاب ہوتا ہے وہ اسے سمجھتے بھی ہیں گو ہم نہیں سمجھتے۔

آگ گلزار بن گئی......

آگ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ٹھنڈی ہو جا، لہٰذا وہ سرد پڑ گئی اور چونکہ بـــرداً کے ساتھ ســلامــاً بھی فرمایا تھا اس لئے اتنی ٹھنڈی بھی نہ ہوئی کہ ٹھنڈک کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہلاک ہو جاتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سات دن آگ میں رہے آگ نے ان پر کچھ بھی اثر نہ کیا۔ ہاں ان کے پاؤں میں جو بیڑیاں تھیں وہ جل گئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں تھے کہ سایہ ڈالنے والا فرشتہ ان کے پاس پہنچا جو انہیں کی صورت میں تھا وہ انہیں مانوس کرتا رہا حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے ایک کرتہ اور ایک قالین لے کر آئے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے اتار کر آگ میں ڈالا گیا تھا)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انہیں کرتہ پہنچایا اور نیچے قالین بچھایا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر وہیں باتیں کرنے لگے۔

نمرود مردود کی بدنصیبی

نمرود اپنے محل میں سے بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا اس نے دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام باغیچہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ ایک شخص بیٹھا ہوا باتیں کر رہا ہے آس پاس جو لکڑیاں ہیں انہیں آگ جلا رہی ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام صحیح سالم ہیں باتوں میں مشغول ہیں، نمرود نے کہا کہ اے ابراہیم علیہ السلام تم اس آگ سے نکل سکتے ہو؟ فرمایا ہاں نکل سکتا ہوں یہ فرمایا اور اپنی جگہ سے روانہ ہوئے حتیٰ کہ آگ سے باہر نکل آئے یہ دیکھ کر نمرود نے کہا کہ اے ابراہیم علیہ السلام تمہارا معبود تو بڑی قدرت والا ہے جس کے حکم کی آگ بھی پابند ہے میں تمہارے معبود کے لئے چار ہزار گائیں نذر کے طور پر ذبح کروں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک تو اپنے دین پر رہے گا اللہ تعالیٰ تجھ سے کچھ بھی قبول نہ فرمائے گا۔ تو اپنے دین کو چھوڑ دے اور میرا دین اختیار کر لے۔ نمرود نے کہا میں اپنے دین کو اور ملک کو نہیں چھوڑ سکتا۔ ہاں بطور نذر کے جانور ذبح کر دوں گا اس کے بعد نمرود نے جانور ذبح کر دیئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف پہنچانے سے بھی باز آ گیا۔

(معالم التنزیل صفحہ ۲۵۰ جلد ۳)

گرگٹ کی خباثت اور اس کے قتل کرنے میں اجر

حضرت اُم شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو قتل کرنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پھونک رہا تھا۔

(رواہ البخاری صفحہ ۴۷۴ جلد ۲)

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈال دیا تو گرگٹ نے بھی اپنی خباثت کا ہنر دکھایا، وہ بھی وہاں جا کر پھونکنے لگا، جہاں اتنی بڑی آگ جل رہی تھی وہاں اس کے پھونکنے نہ پھونکنے سے کیا ہو سکتا تھا؟ لیکن اس کی طبعی خباثت نے اس پر آمادہ کیا اور شیطان نے اسے استعمال کر لیا، کیونکہ دشمن سے جتنی بھی دشمنی ہو سکے چوکتا نہیں

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ہے وہ فریق مقابل کو تکلیف پہنچانے کے لئے جو کچھ کر سکتا ہے اس سے باز نہیں رہتا، چونکہ گرگٹ خبیث چیز ہے زہریلا جانور ہے اس لئے آپ نے مارنے کا حکم فرمایا بلکہ اسے مارنے میں جلدی کرنے کی ترغیب دی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے گرگٹ کو پہلی ہی ضرب میں مار دیا اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور جس نے دو ضربوں میں مارا اس کے لئے اس سے کم اور جس نے تیسری ضرب میں مارا اس کے لئے اس سے بھی کم نیکیاں لکھی جائیں گی۔
(رواہ مسلم صفحہ ۲۳۶ جلد ۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ

زید بن اسلم کا قول ہے کہ قحط سالی تھی لوگ نمرود کے پاس جاتے تھے اور غلہ لے آتے تھے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام بھی گئے وہاں یہ مناظرہ ہو گیا بد بخت نے آپ کو غلہ نہ دیا، آپ خالی ہاتھ واپس آئے۔ گھر کے قریب پہنچ کر آپ نے دونوں بوریوں میں ریت بھر لی کہ گھر والے سمجھیں کچھ لے آئے گھر آتے ہی بوریاں رکھ کر سو گئے آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ اٹھیں بوریوں کو کھولا تو عمدہ اناج سے دونوں پر تھیں کھانا پکا کر تیار کیا آپ کی بھی آنکھ کھلی دیکھا کہ کھانا تیار ہے، پوچھا اناج کہاں سے آیا؟ کہا دو بوریاں جو آپ بھر کر لائے ہیں انہی میں سے یہ اناج نکالا تھا آپ سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت اور اس کی رحمت ہے۔ (ابن کثیر، معارف القرآن، انوار البیان)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

خدائی کے دعوے دار

نمرود مردود کا عبرتناک واقعہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الم تر اِلَی الّذی حآج ابراھیم فی ربہٖ ان اتٰہ اللّٰہ الملک اذ قال ابراھیم ربّیَ الّذی یحییٖ ویمیت ۙ قال انا اُحْیٖ واُمیت ؕ قال ابراھیم فان اللّٰہ یاتی بالشمس من المشرق فأتِ بھا من المغرب فبھت الذی کفر واللّٰہ لا یھدی القوم الظّٰلمین٥ (البقرۃ:۲۵۸)

"اے مخاطب تجھ کو اس شخص کا قصہ تحقیق نہیں ہوا (یعنی نمرود کا) جس نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے مباحثہ کیا تھا اپنے پروردگار کے (وجود کے) بارے میں اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو سلطنت دی تھی۔ جب ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میرا پروردگار ایسا ہے کہ وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے، کہنے لگا کہ میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں، ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آفتاب کو (روز کے روز) مشرق سے نکالتا ہے تو (ایک ہی دن) مغرب سے نکال دے اس پر متحیر رہ گیا وہ کافر اور اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) ایسے بے جا راہ پر چلنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتے۔"

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

نمرود کا تعارف

بابل کے جس بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بحث و مباحثہ کیا تھا اس کا نام نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح تھا۔ امام مجاہدؒ فرماتے ہیں، دنیا کے مشرق و مغرب کے بادشاہ چار ہوئے ہیں، جن میں سے دو مومن اور دو کافر ہیں۔ مومن میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام اور حضرت ذوالقرنین اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر۔ ارشاد ہوتا ہے: "الم تر الی الذی حآج" یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا تم نے اپنے دل سے اسے نہیں دیکھا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وجود باری تعالیٰ کے بارہ میں مباحثہ کیا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شخص کے معبود ہونے کا انکار کیا تھا۔

یہ خدائی کا دعویدار تھا

یہ شخص خود کو خدا کہتا تھا جیسے فرعون نے اپنے لیے ربوبیت کا دعویٰ کیا تھا، اس نے کہا تھا: "ما علمت لکم من الٰہٍ غیری" یعنی میں تمہارے لیے اپنے سوا کسی معبود کو نہیں جانتا۔ چونکہ ایک عرصہ دراز سے وہ بادشاہ چلا آتا تھا اس لیے اس کے دماغ میں رعونت، تکبر، سرکشی، کفر شدید اور نخوت و غرور بھرا ہوا تھا، اسی چیز نے اسے خدائی کے دعویٰ پر آمادہ کیا تھا، کہا جاتا ہے کہ اس نے چار سو سال تک حکومت اور بادشاہت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اَنْ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ" یعنی اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بادشاہت عطا کی تھی۔

ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ

جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وجود باری پر دلیل مانگی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: "میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔" یعنی آپ علیہ السلام نے وجود خداوندی پر اشیاء کے عدم کے بعد وجود اور وجود کے بعد عدم کو بطور دلیل پیش کیا کہ موجودات کا پہلے نہ ہونا اور پھر موجود ہونا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ کوئی فاعل مختار ضرور موجود ہے، کیونکہ کوئی شے از خود موجود نہیں ہوتی، اس کے لیے کوئی نہ کوئی موجد ضرور ہے جس نے اس کو وجود دیا اور وہی خدائے پروردگارِ عالم ہے جس اکیلی ذات کو عبادت کی

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

طرف میں بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ نمرود نے رعونت بھرے انداز میں کہا: میں بھی زندہ کر سکتا ہوں اور مار سکتا ہوں، چنانچہ اس نے ان دو آدمیوں کو بلایا جو واجب القتل ہو چکے تھے، ایک کو قتل کرایا اور دوسرے کو رہا کر دیا اور قتل نہیں کیا، پھر کہا: تو میں نے زندہ بھی کر دیا اور مار بھی دیا۔

حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندہ کرنے اور مارنے سے یہ مراد ہرگز نہیں تھی، اور اس کا یہ کام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل کا جواب نہیں تھا، کیونکہ نمرود نے اپنے لیے اس چیز کا دعویٰ محض تکبر اور عناد کی بناء پر کیا تھا اور خیال یہ ڈالنا چاہتا تھا کہ وہ خود اس کا فاعل ہے اور وہ خود زندہ کرتا اور مارتا ہے، جیسے فرعون نے ازراہِ عناد و تکبر کہا تھا: "ماعلمت لکم من الٰہ غیری" میں تمہارے لیے اپنے علاوہ کوئی اور معبود نہیں جانتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مسکت دلیل

اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس متکبر کو یوں فرمایا: "میرا رب تو یہ کرتا ہے کہ سورج کو روز کے روز مشرق سے نکالتا ہے اب تو اسے حکم دے کہ وہ مغرب کی طرف سے نکلے، یعنی اگر تیرا یہ دعویٰ ہے کہ تو ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو جو ذات ایسی ہوتی ہے اسی کے زیر تصرف ساری مخلوقات اور اسی کے زیر تسخیر تمام کواکب اور آفتاب و ماہتاب ہوتے ہیں لہٰذا یہ سورج ہے جو ہر روز مشرق سے نکلتا ہے، اگر تو خدا ہے جیسا کہ تیرا دعویٰ بھی ہے کہ زندگی اور موت تیرے ہاتھ میں ہے تو اس کو مغرب کی طرف سے نکال دے۔

نمرود کی زبان گنگ ہوگئی

جب نمرود کو اپنی عاجزی اور بے بسی کا علم ہوگیا تو وہ ششدر ہو کر رہ گیا اور اس کی زبان گنگ ہوگئی، اور خدا تعالیٰ کی حجت اس پر پوری ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

واللہ لا یھدی القوم الظالمین O

یعنی "اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو کوئی حجت اور دلیل نہیں سجھاتا۔"

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

بلکہ ایسے لوگوں کی حجت ان کے رب کے پاس باطل اور ختم ہو جاتی ہے اور وہ خدا کے غضب کے اور دردناک عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔ یہ مطلب بعض منطقیوں کے ذکر کردہ مطلب سے زیادہ بہتر ہے، بعض منطقی کہتے ہیں کہ یہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اسلوب میں ایک واضح دلیل ذکر کرنے کے بعد اس سے بھی زیادہ واضح دوسری دلیل پیش کی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے، بلکہ پہلی دلیل دوسری دلیل کا مقدمہ ہے اور ان دونوں دلیلوں سے نمرود کے دعویٰ کا بطلان واضح ہو جاتا ہے۔ وللہ الحمد والمنة.

حضرت سدیؒ فرماتے ہیں یہ مناظرہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مابین ہوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ سے نکل جانے کے بعد پیش آیا۔ اس سے قبل آپ علیہ السلام کی کسی بادشاہ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ صرف اسی دن اس ظالم بادشاہ سے ملاقات ہوئی اور آپس میں مناظرہ ہوا۔

نمرود پر عذاب الٰہی

زید بن اسلم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس جابر بادشاہ کے پاس ایک فرشتہ بھیجا، اس نے آکر اس کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی، لیکن اس نے انکار کیا، دوبارہ دعوت دی، اس نے پھر انکار کیا، سہ بارہ دعوت دی لیکن اس نے پھر انکار کر دیا، پھر فرشتہ نے کہا: اچھا! تو بھی اپنا لشکر جمع کر اور میں بھی اپنا لشکر جمع کرتا ہوں، چنانچہ نمرود نے طلوع آفتاب کے وقت اپنا تمام لشکر جمع کیا، ادھر اللہ تعالیٰ نے ان پر مچھروں کا دروازہ کھول دیا، اس کثرت سے مچھر آئے ان لوگوں کو سورج بھی نظر نہ آتا تھا، اللہ نے ان کو ان پر مسلط کر دیا، ان مچھروں نے ان کا خون تو کیا، ان کے گوشت پوست تک کو کھا لیا اور ان کو ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا کر جنگل میں پھینک دیا، انہی مچھروں میں سے ایک مچھر نمرود بادشاہ کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کے نتھنے میں رہا، اللہ تعالیٰ نے اس کو اس مچھر کے ذریعے ایسا سخت عذاب دیا کہ اس کا سر ہتھوڑوں سے کچلا جاتا حتیٰ کہ اللہ نے اس مچھر کے ذریعہ اس کو ہلاک کر دیا۔ (قصص القرآن صفحہ ۲۸ تا ۳۱)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

قومِ لوطؑ کے عبرتناک واقعات

قرآن کریم کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''قومِ لوط نے بھی نبیوں کو جھٹلایا، جبکہ ان کے بھائی لوط (علیہ السلام) نے کہا، کیا تمہیں (اللہ کا) خوف نہیں؟ میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں اس پر تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے۔ کیا تم دنیا کی مخلوق میں سے مردوں کے پاس جاتے ہو اور تمہارے رب نے تمہارے لئے جو بیویاں پیدا کی ہیں تم ان کو چھوڑ کر اس قبیح فعل کا ارتکاب کرتے ہو اور حدودِ انسانیت سے تجاوز کرتے ہو؟؟'' (پ۱۹۔الشعراء۔۱۶۰تا۱۶۶)

اور سورۃ العنکبوت میں یوں نقشہ کھینچا:

حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا۔'' کیا تم (اپنی عورتوں کی بجائے شہوت رانی کے لئے) مردوں کے پاس جاتے ہو اور رہزنی کرتے ہو اور اپنی بھری مجلس میں بُرا کام کرتے ہو۔ پھر اس کی قوم کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا (کہ کہنے لگے) اگر تُو سچا ہے تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آ۔ لوط (علیہ السلام) نے کہا اے میرے رب! اس مفسد قوم کے مقابلے میں میری مدد فرما۔ (پ۲۰۔العنکبوت۔۲۸تا۳۰)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور اس بدنصیب قوم کو عذاب کا مستحق قرار دے دیا گیا۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

فرشتوں کی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"اور جب ہمارے (بھیجے ہوئے) فرشتے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس بشارت لے کر آئے تو کہنے لگے کہ ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ یقیناً اس کے رہنے والے بڑے ظالم ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ اس (بستی) میں تو لوط بھی ہیں۔ (فرشتوں نے) کہا، ہم خوب جانتے ہیں جو اس میں ہے۔ ہم لوط اور اس کے گھر والوں کو بچا لیں گے سوائے اس کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔ اور جب ہمارے (بھیجے ہوئے) فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کی وجہ سے مغموم ہوئے اور ان کے (آنے) سے تنگ دل ہوئے اور فرشتوں نے کہا کہ آپ اندیشہ نہ کریں اور نہ مغموم ہوں۔ یقیناً ہم آپ کو اور آپ کی بیوی کے سوا تمام گھر والوں کو بچا لیں گے کیونکہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔ ہم اس بستی والوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں، اور البتہ اس بستی کا ایک کھلا نشان ان لوگوں کے لئے چھوڑ رکھا ہے جو عقل رکھتے ہیں۔"

(پ۲۰۔العنکبوت۔۳۱ تا ۳۵)

لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد

پس جب آئے لوط (علیہ السلام) کے گھر بھیجے ہوئے۔ تو کہا (لوط علیہ السلام نے) بے شک تم لوگ کچھ اوپرے معلوم ہوتے ہو۔ کہا انہوں نے (نہیں) بلکہ ہم لائے ہیں آپ کے پاس وہ چیز جس میں یہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں۔ اور لائے ہیں ہم آپ کے پاس سچی بات اور بے شک ہم سچے ہیں۔ پس اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جائیں رات کے حصے میں، اور آپ اُن کے پیچھے رہیں، اور نہ پلٹ کر دیکھے تم میں سے کوئی بھی، اور چلو جہاں پر تم کو حکم دیا جاتا ہے۔ اور ہم نے فیصلہ کیا اُس کی طرف اس معاملے کا کہ بے شک اِن لوگوں کی جڑ کاٹی جائے گی اس حال میں کہ یہ صبح میں ہوں گے۔

(پ۱۴۔الحجر۔۶۱ تا ۶۶)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھ کر قوم کا بہکنا

اور آئے شہر والے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے۔ تو کہا لوط (علیہ السلام) نے کہ بے شک یہ میرے مہمان ہیں، پس نہ رُسوا کرو تم مجھے۔ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور مت بے آبروئی کرو۔ وہ کہنے لگے، کیا ہم نے تمہیں نہیں روکا تھا جہان والوں کی حمایت سے۔

(پ ۱۴۔ الحجر۔ ۶۷ تا ۷۰)

لوط علیہ السلام کی پیش کش اور قوم کا جواب

کہا (لوط علیہ السلام نے) یہ میری بیٹیاں ہیں، اگر تم کو کچھ بات کرنی ہے۔ (اے پیغمبر!) آپ کی عمر کی قسم وہ لوگ اپنی بدمستی میں اندھے ہو رہے تھے۔

(پ ۱۴۔ الحجر۔ ۷۱، ۷۲)

وہ کہنے لگے کہ تجھے معلوم ہے ہمیں تیری بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں اور تم ہمارے ارادے سے خوب واقف ہو۔ (حضرت) لوط (علیہ السلام) نے کہا، کاش مجھ میں تمہارے مقابلے کی قوت ہوتی یا میں کسی مستحکم پناہ میں جا بیٹھتا۔ (پ ۱۲۔ ہود۔ ۷۹، ۸۰)

حضرت لوط علیہ السلام کو فرشتوں کی تسلی

(فرشتوں نے) کہا کہ اے لوط! ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں۔ یہ لوگ تم تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے۔ سو جب رات کا کچھ حصہ باقی رہ جائے تو تم اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جاؤ اور تم میں سے کوئی پلٹ کر نہ دیکھے، مگر تمہاری بیوی (ساتھ نہ جائے گی) بے شک اس پر بھی وہی مصیبت آنے والی ہے جو ان لوگوں پر آئے گی۔ بے شک ان کی تباہی کے لئے صبح کا وقت مقرر ہے۔ کیا صبح قریب نہیں!! (پ ۱۲۔ ہود۔ ۸۱)

قوم لوط پر عذاب خداوندی

پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اس بستی کو اوپر نیچے کر دیا اور ہم نے ان پر کھنگر کے پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے۔ جن پر آپ کے رب کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے اور یہ بستی ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہے۔ (پ ۱۲۔ ہود۔ ۸۲، ۸۳)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

پس پکڑا اُن کو ایک چیخ نے سورج نکلتے وقت۔ پس کر دیا ہم نے ان بستیوں کے اوپر والے حصے کو نیچے اور برسائے ہم نے اُن کے اوپر پتھر کھنگر کے۔ بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو دھیان کرتے ہیں۔ اور بے شک یہ بستیاں البتہ آباد شاہراہ پر ہیں۔ بے شک اس میں نشانی ہے ایمان والوں کے لئے۔ اور (تحقیق شان یہ ہے) کہ تھے اُیکہ والے البتہ ظلم کرنے والے۔ پس ہم نے ان سے انتقام لیا، اور تحقیق یہ دونوں بستیاں البتہ ایک واضح راستے پر واقع ہیں۔ (پ۱۴۔ الحجر۔۷۳تا۷۹)

چند تشریحات

لوط علیہ السلام مہمانوں کے بارے میں قوم سے لجاجت کر رہے تھے کہ خدا کے لئے مجھے رسوا نہ کرو، میرے مہمانوں کی بے آبروئی نہ کرو۔ مگر لوگوں نے کہا کہ تم خواہ مخواہ اجنبی لوگوں کو اپنے گھر میں ٹھہراتے ہو۔ ہم تمہیں منع کر چکے ہیں کہ جہان والوں میں سے کسی کی بھی حمایت نہ کیا کرو، غرضیکہ بدمعاش قوم نے اپنے قبیح فعل کے جواز کے لئے الٹا حضرت لوط علیہ السلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔

اب لوط علیہ السلام نے قوم کے لوگوں کو دوسرے طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی اور کہا کہ یہ ناپاک کام نہ کرو، اس کی بجائے یہ تمہارے گھروں میں میری قوم کی بیٹیاں بیٹیاں ہیں، اگر تم کچھ کرنا ہی چاہتے ہو، مطلب یہ ہے کہ اگر تم اپنی نفسانی خواہش کی تکمیل کرنا چاہتے ہو تو میری بیٹیاں حاضر ہیں، مگر ان مہمانوں کو نظرِ بد سے نہ دیکھو۔

شاہ ولی اللہؒ کا قول

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوط علیہ السلام کی طرف سے اپنی بیٹیوں کی پیش کش نکاح کے لئے تھی، نہ کہ کسی ناجائز شہوت رانی کے لئے کیونکہ اللہ کا نبی کسی کو گناہ کی دعوت نہیں دے سکتا۔ دوسری بات جسے عام مفسرین تسلیم کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ لوط علیہ السلام کی "میری بیٹیوں" سے مراد قوم کی بیٹیاں تھیں کیونکہ قوم کی ساری عورتیں پیغمبر کی بیٹیاں اور پیغمبر بمنزلہ باپ ہوتا ہے۔ بہر حال اللہ کے نبی نے اپنی قوم کو جائز کام کی دعوت دی۔ قوم ہم جنسی جیسا غیر فطری کام کرنا چاہتی تھی، حالانکہ یہ فعل تو جانوروں

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

میں بھی نہیں پایا جاتا چہ جائیکہ انسان جیسی اعلیٰ وارفع مخلوق اس فعل کا ارتکاب کرے۔
حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام جانوروں میں سے صرف بندروں میں یہ قبیح خصلت پائی جاتی ہے، ان کے علاوہ کسی جانور میں نہیں پائی جاتی۔

مختصر یہ کہ لوط علیہ السلام کی قوم کو اپنے کرتوتوں کا وبال ایک دردناک عذاب کی صورت میں بھگتنا پڑا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اس قوم کی بستیوں سدوم، عمورہ وغیرہ کو زمین کے نیچے اپنے پَر دے کر اوپر اٹھالیا اور آسمان کی بلندیوں پر لے جاکر الٹا دیا اور نیچے پٹخ دیا، یہ قوم اللہ کے عذاب کے نتیجے میں زمین کے جس خطے پر گرائی گئی وہاں سے غلیظ پانی برآمد ہوا جسے بحیرۂ مردار کہا جاتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کے مشاہدات وتاثرات

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ اپنے سفرنامہ ''جہانِ دیدہ'' میں اپنے تاثرات ومشاہدات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ چھوٹا سا سمندر کل ۵۰ میل لمبا اور ۱۱ میل چوڑا ہے، اس کی سطح کا کل رقبہ ۳۵۱ مربع میل ہے زیادہ سے زیادہ گہرائی ۱۳۰۰ فٹ ہے۔ ۱۹۶۷ء سے پہلے اس کا نصف شمالی حصہ مکمل طور پر اردن میں تھا، اور نصف جنوبی حصہ اردن اور اسرائیل کے درمیان بٹا ہوا تھا، ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد اسرائیلی فوجیں پورے مغربی ساحل پر قابض ہوگئی ہیں۔ اور اس کی جغرافیائی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا کسی بڑے سمندر سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ اپنے طول وعرض کے لحاظ سے اس کو ایک ''جھیل'' کہنا زیادہ موزوں ہوگا، لیکن چونکہ اس کا پانی خالص سمندری پانی ہے، بلکہ اس کی نمکیات اور کیمیاوی اجزاء عام سمندروں سے زیادہ ہیں اس لیے اس کو ''بحر'' یا ''بحیرہ'' ہی کہا جاتا ہے۔

اس سمندر کی دوسری جغرافیائی خصوصیت یہ ہے کہ یہ عام سطح سمندر سے تیرہ سو فٹ نیچے ہے یہاں سے قریب ترین سمندر بحرِ متوسط (یا بحرِ روم) کی خلیج عقبہ ہے، لیکن بحرِ میّت اس کی سطح سے ۱۳۰۰ فٹ نیچے واقع ہے، اور اس طرح یہ کرۂ زمین کا سب سے نچلا حصہ ہے۔ دریائے اردن اسی سمندر میں آکر گرتا ہے، اور آس پاس کی پہاڑی ندیاں بھی

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

اسی میں آکر شامل ہوتی ہیں۔

اب بہت سے جدید محققین کا کہنا یہ ہے کہ حضرتِ لوط علیہ السّلام کی وہ قوم جس پر بد اعمالیوں کی وجہ سے عذاب نازل ہُوا، اور جس کی بستیوں کا نام بائبل اور تاریخی روایات میں سدوم اور عمورہ ذکر کیا گیا ہے اسی بحرِ میّت کے آس پاس کہیں واقع تھی۔

اگرچہ قدیم مسلمان جغرافیہ نگاروں اور مورخین مثلاً علاّمہ حمویؒ اور بکریؒ وغیرہ نے سدوم اور عمورہ کے حالات بیان کرتے ہوئے بحرِ میّت کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ بلکہ علاّمہ قزوینیؒ نے اپنی کتاب ''آثار البلاد و اخبار العباد'' میں سدوم کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ ''آج اس بستی کی جگہ پر سیاہ پتھر نظر آتے ہیں''۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یا تو خود اس جگہ کا مشاہدہ کیا ہے، یا کسی مشاہدہ کرنے والے سے اس کے حالات سُنے ہیں، اس کے باوجود انہوں نے یہ اشارہ تک نہیں دیا کہ اس کے آس پاس ''بحرِ میّت'' کے نام سے کوئی سمندر واقع ہے۔

لیکن مشہور یہودی مورخ جوزیفس (Josephus) نے، جو حضرتِ عیسیٰؑ کے زمانے میں گزرا ہے، اپنی تاریخ میں یہی لکھا تھا کہ حضرتِ لوط علیہ السّلام کی بستیاں سدوم اور عمورہ ''بحرِ میّت'' کے کنارے میں واقع تھیں۔ غالباً اسی بنیاد پر ۱۹۲۴ء میں مستشرقین کی ایک جماعت قومِ لوط علیہ السّلام کی بستیوں کی تحقیق کے لیے نکلی تھی، اور اس نے پورے علاقے کا سروے کر کے یہ حتمی رائے دی تھی کہ ان بستیوں میں سے سدوم، عمورہ اور ذعر بحرِ میّت کے جنوب مشرقی کنارے پر واقع تھیں، اور باقی بستیاں سمندر کے نیچے آ گئی ہیں۔ کہتے ہیں کہ سمندر کے جنوب مشرقی کنارے پر ہی کھدائی کی گئی تو وہاں سے ان بستیوں کے کچھ آثار بھی برآمد ہوئے اسی بنیاد پر آخر دور کے مصری محقق عبدالوہاب النجار نے اپنی رائے یہ ظاہر کی ہے کہ یہ سمندر پیدا ہی اس طرح ہوا کہ حضرتِ لوط علیہ السّلام کی قوم پر عذاب آیا، ان کی بستیاں الٹی گئیں تو یہاں سمندر کا پانی نکل آیا۔ ورنہ حضرت لوط علیہ السّلام سے پہلے یہاں کوئی سمندر موجود نہیں تھا۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

قرآنِ کریم کی تصریح

اس رائے کی تائید مندرجہ ذیل دلائلِ قرآن سے ہوتی ہے:

(۱) قرآنِ کریم نے قومِ لوط علیہ السّلام کی بستیوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے اہلِ عرب کو یہ یاد دلایا ہے کہ یہ بستیاں اس سڑک پر واقع ہیں جس کے ذریعے تم شام جاتے آتے رہتے ہو، ارشاد ہے:

وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ.

"اور بلاشبہ یہ بستیاں سیدھے راستے پر واقع ہیں"۔

ایک اور جگہ حضرت شعیب علیہ السّلام اور حضرت لوط علیہ السّلام دونوں کی بستیوں کا ایک ساتھ ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ.

"اور بلاشبہ یہ دونوں قومیں واضح راستے پر واقع ہیں"۔

لہٰذا ان بستیوں کا محلِّ وقوع اِسی علاقے میں کہیں ہونا چاہیے۔

(۲) عبدالوہاب النجار کی یہ رائے کہ یہ سمندر پیدا ہی بستیوں کے الٹنے سے ہوا، اس لحاظ سے بڑی وزنی معلوم ہوتی ہے کہ اس سمندر کا کوئی رابطہ کسی بڑے سمندر سے نہیں ہے، اس لئے کوئی غیر معمولی واقعہ ہی اس سمندر کے ظہور کا سبب ہوسکتا ہے۔

(۳) اس سمندر کا پانی بھی عام سمندروں کے مقابلے میں بہت بھاری ہے، اور اس میں نمکیات بہت زیادہ ہیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عام بڑے بڑے سمندروں میں چار سے چھ فیصد تک نمکیات ہوتے ہیں، لیکن بحرِ میّت کے پانی میں نمکیات کا تناسب ۲۳ فیصد سے ۲۵ فیصد تک ہے۔ چنانچہ جو لوگ اس سمندر میں دیر تک غسل کر لیتے ہیں، ان کو اپنے جسم سے ان کیمیائی اجزاء کی چپکاہٹ چھڑانے کے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

لئے بہت محنت کرنی پڑتی ہے، اور عام پانی سے ایک آدھ مرتبہ نہا کر آسانی سے یہ اجزاء جسم سے نہیں چھوٹتے۔

پانی کی یہ غیر معمولی کیفیت بھی کسی غیر معمولی واقعے کی نشان دہی کرتی ہے۔

(۴) اس سمندر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں مچھلی سمیت کوئی جانور زندہ نہیں رہتا، اور نہ کوئی پودا اُگ سکتا ہے، حد یہ ہے کہ جب دریائے اُردن یا دوسرے چشمے اس سمندر میں گرتے ہیں تو بعض اوقات اپنے ساتھ مچھلیاں بہا کر لے آتے ہیں، لیکن یہ مچھلیاں سمندر میں گرتے ہی فوراً مر جاتی ہیں۔ سائنسی طور پر اس کی توجیہ عموماً یہ کی جاتی ہے کہ اس سمندر کی غیر معمولی نمکیات کا اثر ہے، اور ظاہری طور پر شاید یہی سبب ہو، لیکن باطنی طور پر اس عبرت ناک عذاب کے اثرات ہوں تو بعید نہیں جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر نازل ہوا تھا۔ سمندر کی اسی خصوصیت کی بناء پر اس سمندر کو ''بحرِ میّت'' کہا جاتا ہے، اور اس کا یہ نام یونانی دور سے چلا آتا ہے۔ اہلِ عرب اس کو ''بحیرۂ لوط'' بھی کہتے رہے ہیں۔

(۵) جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں، بحرِ میّت کا علاقہ دنیا کا سب سے پست علاقہ ہے، بحرِ میّت کی سطح عام سمندر سے ۱۳۰۰ فٹ نیچے ہے۔ دنیا بھر میں سطح سمندر سے اتنا نیچا علاقہ کوئی بھی نہیں ہے، مجھے جب یہ حقیقت معلوم ہوئی تو ذہن فوراً قرآنِ کریم کی اس آیت کی طرف منتقل ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے قومِ لوطؑ کی بستیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا.

ہم نے اس زمین کے بلند علاقے کو زمین کا پست علاقہ بنا دیا۔

عام طور سے اس آیت کا مفہوم یہی سمجھا جاتا رہا ہے کہ بستی اُلٹی گئی تو چھتیں زمین

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

بوس ہو گئیں، لیکن قرآنِ کریم کا یہ معجزہ بیان شاید اس طرف بھی اشارہ کر رہا ہے کہ صرف بستی کی عمارتیں ہی پست نہیں ہوئیں، بلکہ ان بستیوں کا پورا علاقہ روئے زمین کا پست ترین خطہ بنا دیا گیا۔ چنانچہ بحرِ میت کے شمال مشرق کی جانب کے علاقے تو ہم نے بھی دیکھے کہ وہاں میلوں دور سے زمین کی سطح بتدریج پست ہوتی گئی ہے، زمین کا جو حصہ سطح سمندر کے مساوی ہے، وہاں علامت کے طور پر بورڈ لگا دیا گیا ہے، اس کے بعد ہر تھوڑے فاصلے پر سطح کی پستی کی مقدار بتانے کے لئے جگہ جگہ بورڈ لگے نظر آتے ہیں، یہاں تک کہ پست ترین سطحِ بحرِ میت پہنچ کر آتی ہے۔

اللہ اکبر! اس سے ایک طرف قرآنِ کریم کا یہ اعجاز سامنے آتا ہے کہ وہ چودہ سو سال پہلے ایک ایسی جغرافیائی حقیقت کو واضح فرما رہا ہے جو صدیوں کے بعد ماہرین پر منکشف ہوئی، اور بیان بھی اس طرح فرما رہا ہے کہ اس دور کے لوگوں کو بھی اس بیان کے صاف اور سادہ معنی سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

اور دوسری طرف یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس قوم پر عذابِ الٰہی کا یہ پہلو ایسا ہے کہ قیامِ قیامت تک دیدۂ بینا رکھنے والوں کے لیے سامانِ عبرت بنا رہے گا۔ بستیاں اُلٹ گئیں، آبادی بے نشان ہو گئی، ایک عجوبۂ روزگار سمندر اُبل آیا، اور قیامت تک کے لیے یہ زمین دُنیا کی پست ترین زمین بن کر رہ گئی:

فَتِلْکَ مَسٰکِنُھُمْ لَمْ تُسْکَنْ مِّنْ بَعْدِھِمْ اِلَّا قَلِیْلًا وَّ کُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ.

"پس یہ ہیں ان کے رہنے کے مقامات جو ان کے بعد آباد نہیں ہوئے مگر بہت کم، اور ہم ہی ان کے وارث تھے"۔

ہزار ہا سال پہلے حضرت لوط علیہ السّلام نے اسی سرزمین پر کوہِ استقامت بن کر اپنی اس بے ہنگم قوم کی اصلاح کی کوشش فرمائی تھی جو انسانیت کی ہر قدر کو نوچ کر اپنی کمینگی پر مگن تھی۔ یہ قوم اپنے غیر فطری جنسی عمل میں تو دُنیا بھر میں بدنام ہے، یہاں تک کہ اس گھناؤنے فعل کا نام ہی اس قوم سے منسوب ہو گیا۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

لیکن قرآنِ کریم نے یہ بھی بتایا ہے کہ یہ قوم رہزنی کی لت میں بھی مُبتلا تھی، اور کوئی اجنبی مسافر ان کے یہاں آجائے تو اس کی جان، مال اور آبرو تینوں خطرے میں پڑ جاتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کی اس اخلاقی گراوٹ اور پستی کو قیامت تک کے لیے یہاں ایک محسوس شکل دے دی گئی ہے کہ یہ علاقہ دُنیا کا سب سے پست علاقہ بنا دیا گیا ہے۔

یہ جگہ بڑی عبرت کی جگہ ہے، لیکن یہ دیکھ کر دِل لرزتا ہے کہ اسے ایک سمندری تفریح گاہ بنا لیا گیا ہے، ریسٹورنٹ کی حد تک تو شاید بات اتنی ناگوار نہ تھی، لیکن سیاحت کی ہمت افزائی نے یہاں وہ فضا پیدا کر دی ہے، جو یورپ کی ساحلی تفریح گاہوں پر عام ہے، خاص طور پر مغربی سیاحوں کے ہجوم اور اُن کو حکومت کی طرف سے ملی ہوئی بے روک ٹوک آزادی نے اُسے بے حیائی کا ایک مرکز بنا دیا ہے۔

اور دیکھ کر دل دُکھتا ہی رہا کہ جو جگہ فحاشی کے خلاف ذہن تیار کرنے کے لیے عبرت کا بہترین پیغام تھی، وہیں پر بے حیائی کے ایسے مظاہرے ہوتے ہیں کہ شرافت مُنہ چھپا کر رہ جائے۔ (جہانِ دیدہ)

لوط علیہ السلام کی بیوی کا عبرتناک انجام

لوط علیہ السلام کی بیوی کا انجام بھی اُن کافروں اور بدکرداروں جیسا ہوا۔ اس بارے میں سورۃ تحریم پارہ اٹھائیس کی آخری آیات "ضرب اللّٰہ مثلًا للّذین کفروا" کی تشریح حضرت نوح علیہ السلام کے واقعات کے آخر میں گزر چکی ہے، ملاحظہ فرمالیں۔

البتہ اس کا تھوڑا سا ذکر سورۃ الحجر کی آیات میں بھی ہوا ہے، جو کہ اس طرح ہے:

"کہا (ابراہیم علیہ السلام نے) پس کیا حال ہے تمہارا، اے بھیجے ہوئے لوگو! کہنے لگے، تحقیق ہم بھیجے گئے ہیں ایک مجرم قوم کی طرف۔ مگر لوط (علیہ السلام) کے گھر والے، تحقیق ہم بچانے والے ہیں اُن سب کو۔ مگر اس کی بیوی، ہم نے ٹھہرا دیا ہے کہ بے شک وہ البتہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی"۔ (پ۱۴۔ الحجر۔ ۵۷ تا ۶۰)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

قومِ سباء کے واقعات

ناشکرے لوگ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ ط
كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ○
فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ
جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ○
ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ○

(سباء: ۱۵ تا ۱۷)

"قوم سبا کے لئے اپنی بستیوں میں قدرتِ خدا کی نشانی تھی۔ ان کے دائیں بائیں دو باغ تھے۔ اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اُس کا شکرادا کرو، عمدہ شہر اور بخشنے والا رب۔ لیکن انہوں نے رُوگردانی کی تو ہم نے ان پر زور کی رَو کا پانی کا نالہ بھیج دیا اور ہم نے ان کے ہرے بھرے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیئے جو بدمزہ میووں والے اور بکثرت جھاؤ اور کچھ بیری کے درختوں والے تھے، ہم نے ان کی ناشکری کا بدلہ انہیں دیا، ہم ایسی سخت سزا بڑے بڑے ناشکروں ہی کو دیتے ہیں۔"

قومِ سبا کا مسکن

قومِ سباء یمن میں رہتی تھی، تبّع بھی ان میں سے ہی تھے۔ بلقیس بھی ان ہی میں

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

سے تھیں۔ یہ بڑی نعمتوں اور راحتوں میں تھے۔ چین آرام سے زندگی گزار رہے تھے۔ خدا کے رسول ان کے پاس آئے، انہیں شکر کرنے کی تلقین کی، رب کی وحدانیت کی طرف بلایا، اس کی عبادتیں سمجھائیں تو کچھ زمانے تک یونہی رہے لیکن پھر جب کہ انہوں نے سرتابی اور رُوگردانی کی، احکامِ خدا بے پرواہی سے ٹال دیئے تو ان پر زور کا سیلاب آیا اور تمام ملک اور باغات اور کھیتیاں وغیرہ تاخت و تاراج ہو گئیں۔

بعض روایتوں میں جو آیا ہے کہ سبا عرب میں سے تھے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے جن کی نسل سے عرب ہوئے۔ ان کا نسلِ ابراہیمی میں سے ہونا مشہور نہیں، واللہ اعلم۔ صحیح بخاری میں ہے قبیلہ اسلم جب تیروں سے نشانہ بازی کر رہے تھے اور حضور ﷺ اُن کے پاس سے نکلے تو آپ نے فرمایا: اے اولادِ اسمٰعیل! تیر اندازی کیے جاؤ تمہارے والد بھی پورے تیر انداز تھے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سبا کا سلسلہ نسب خلیل الرحمٰن علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ اسلم انصار کا ایک قبیلہ تھا اور انصار سارے کے سارے غسان میں سے ہیں اور یہ سب یمنی تھے، سبا کی اولاد ہیں۔ یہ لوگ مدینے میں اُس وقت آئے تھے جب سیلاب سے اُن کا وطن تباہ ہو گیا۔ ایک جماعت یہاں آ کر بسی تھی، دوسری شام چلی گئی۔ یہ جو شام اور یمن میں جا کر آباد ہوئے یہ بھی سیلاب کے آنے کے بعد کا ذکر ہے۔ بعض وہیں رہے بعض اِدھر اُدھر چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ کے انعامات

دیوار کا قصہ یہ ہے کہ ان کے دونوں جانب پہاڑ تھے جہاں سے نہریں اور چشمے بہہ بہہ کر ان کے شہروں میں آتے تھے، اسی طرح نالے بھی اور دریا بھی اِدھر اُدھر سے آتے تھے۔ ان کے قدیمی بادشاہوں میں سے کسی نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط پشتہ بنوا دیا تھا، جس دیوار کی وجہ سے پانی اِدھر اُدھر ہو گیا تھا اور خوبصورت دریا جاری رہا کرتا تھا جس کے دونوں جانب باغات اور کھیتیاں لگا دی گئی تھیں۔ پانی کی کثرت اور زمین کی عمدگی کی وجہ سے یہ خطہ بہت ہی زرخیز اور ہرا بھرا رہا کرتا تھا۔

یہاں تک کہ حضرت قتادہؓ کا بیان ہے کہ کوئی عورت اپنے سر پر جھلّی رکھ کر چلتی تھی، کچھ دور جانے تک وہ جھلّی پھلوں سے بالکل بھر جاتی تھی۔ درختوں سے جو پھل خود بخود

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

جھڑتے تھے وہ اس قدر کثرت سے ہوتے تھے کہ ہاتھ سے توڑنے کی حاجت نہیں پڑتی تھی۔ یہ دیوار مآرب میں تھی جو صنعاء سے تین منزل پر تھی اور سدّ مآرب کے نام سے مشہور تھی۔ آب وہوا کی عمدگی، صحتِ مزاج اور اعتدال عنایتِ خداوندی سے اس طرح تھا کہ ان کے ہاں مکھی مچھر اور زہریلے جانور بھی نہ ہوتے تھے۔

قوم کی بدنصیبی

یہ اس لئے تھا کہ وہ لوگ خدا کی توحید کو مانیں اور بہ دل وجان اُس کی خلوص کے ساتھ عبادت کریں۔ یہ تھی وہ نشانی قدرت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان آباد بستی اور بستی کے دونوں طرف ہرے بھرے پھلدار باغات اور سرسبز کھیتیاں، ان سے جنابِ باری نے فرمادیا تھا کہ اپنے رب کی دی ہوئی روزیاں کھاؤ پیو اور اس کے شکر میں لگے رہو، لیکن انہوں نے خدا کی توحید کو اور اس کی نعمتوں کے شکر کو بھلا دیا اور سورج کی پرستش کرنے لگے۔ جیسے کہ ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ "جِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ" الخ یعنی میں تمہارے پاس سبا کی ایک پختہ خبر لایا ہوں، ایک عورت ان کی بادشاہت کررہی ہے جس کے پاس تمام چیزیں موجود، عظیم الشان تختِ سلطنت پر وہ متمکن ہے۔ رانی اور رعایا سب سورج پرست ہیں۔ شیطان نے ان کی راہ مار رکھی ہے، بے راہ ہو رہے ہیں۔

اس قوم پر سیلاب کا عذاب آیا

مروی ہے کہ بارہ یا تیرہ پیغمبران کے پاس آئے تھے۔ بالآخر شامتِ اعمال رنگ لائی۔ جو دیوار انہوں نے بنا رکھی تھی اُسے چوہوں نے اندر سے کھوکھلی کردی اور بارش کے زمانے میں وہ ٹوٹ گئی۔ پانی کی ریل پیل ہوگئی، ان دریاؤں کے، چشموں کے، بارش کے، نالوں کے سب پانی آگئے، اُن کی بستیاں ان کے محلات اُن کے باغات اور ان کی کھیتیاں سب تباہ وبرباد ہوگئیں۔ ہاتھ ملتے رہ گئے، کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ پھر تو وہ تباہی آئی کہ اس زمین پر کوئی پھلدار درخت جمتا ہی نہ تھا۔ پیلو کے، جھاؤ کے، کیکر کے، ببول کے اور ایسے ہی بے میوہ، بدمزہ، بے کار درخت اُگتے تھے۔ ہاں البتہ کچھ بیریوں کے درخت

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

اُگ آئے تھے جو نسبتاً اور درختوں سے کارآمد تھے۔ لیکن وہ بھی بہت زیادہ خاردار اور بہت کم پھلدار تھے۔

یہ تھا ان کے کفر و شرک، سرکشی اور تکبر کا بدلہ کہ نعمتیں کھو بیٹھے اور زحمتوں میں مبتلا ہو گئے۔ کافروں کو یہی اور اس جیسی ہی سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔

حضرت ابن خیرہؒ فرماتے ہیں گناہوں کا بدلہ یہی ہوتا ہے کہ عبادتوں میں سستی آ جائے، روزگار میں تنگی واقع ہو، لذتوں میں سختی آ جائے، یعنی جہاں کسی راحت کا منہ دیکھا کہ کوئی زحمت آ پڑی مزہ مٹی ہو گیا۔

عبرت ہی عبرت......

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ط سِيرُوْا فِيهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ○ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ○ (سباء: ۱۸، ۱۹)

"ہم نے اُن کے اور بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی چند بستیاں اور رکھی تھیں جو برسر راہ ظاہر تھیں اور ان میں چلنے کی منزلیں ہم نے مقرر کر دی تھیں، ان میں راتوں اور دنوں کو بہ امن و امان چلتے پھرتے رہو۔ لیکن انہوں نے پھر درخواست کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفر دور دراز کے کر دے چونکہ خود انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنا بُرا کیا اس لئے ہم نے انہیں گزشتہ فسانوں کی صورت میں کر دیا اور اُن کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑا دیئے، ہر ایک صبر و شکر کرنے والے کے لئے اس ماجرے میں بہت سی عبرتیں ہیں۔"

ان پر جو اور نعمتیں تھیں، اُن کا ذکر ہو رہا ہے کہ قریب قریب آبادیاں تھیں، کسی مسافر کو اپنے سفر میں توشہ یا پانی ساتھ لے جانے کی ضرورت نہ تھی۔ ہر ہر منزل پر پختہ مزیدار تازہ میوے، خوشگوار میٹھا پانی موجود، ہر رات کو کسی بستی میں گزار لیں اور راحت و

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

آرام، امن وامان سے جا ئیں آئیں۔

کہتے ہیں کہ بستیاں صنعاء کے قرب وجوار میں تھیں۔"بَاعِدْ" کی دوسری قرأت بَعِّدْ ہے، اس راحت وآرام سے پھول گئے اور جس طرح بنواسرائیل نے منّ وسلویٰ کے بدلے لہسن پیاز وغیرہ طلب کیا تھا، انہوں نے بھی دور دراز کے سفر طے کرنے کی چاہت کی تاکہ درمیان میں جنگل بھی آئیں، غیر آباد جگہیں بھی آئیں، توشے بھتے کا لطف بھی آئے۔قومِ موسیٰ کی اس طلب نے ان پر ذلت ومسکنت ڈالی۔اسی طرح انہیں بھی فراخیٔ روزی کے بعد ہلاکت ملی۔بھوک اور خوف میں پڑے، اطمینان اور اُمن غارت ہوگیا، انہوں نے کفر کر کے خود اپنا ہی بگاڑا، اب اُن کی کہانیاں باقی رہ گئیں۔لوگوں میں اُن کے افسانے رہ گئے، تتر بتر ہوگئے، یہاں تک کہ جو قوم تین تیرہ ہو جائے تو عرب میں انہیں سبائیوں کی مثل سناتے ہیں۔

سنو عذابِ خدا آرہا ہے

عکرمہؒ ان کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں ایک کاہنہ اور ایک کاہن تھا، جن کے پاس جنات اِدھر اُدھر کی خبریں لایا کرتے تھے۔اس کاہن کو کہیں پتہ چل گیا کہ اس بستی کی ویرانی کا زمانہ قریب آگیا ہے اور یہاں کے لوگ ہلاک ہونے والے ہیں۔تھا یہ بڑا مال دار خصوصاً جائداد بہت ساری تھی، اس نے سوچا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے اور ان حویلیوں، مکانات اور باغات کی نسبت کیا انتظام کرنا چاہئے۔

کاہن کی چالبازی

آخر ایک بات اُس کی سمجھ میں آگئی۔اُس کے سسرال کے لوگ بہت سارے تھے اور وہ قبیلہ بھی علاوہ جَری ہونے کے مال دار تھا۔اُس نے اپنے لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا سنو، کل لوگ میرے پاس جمع ہو جائیں گے۔میں تجھے کسی کام کو کہوں گا تو انکار کر دینا، میں تجھے بُرا بھلا کہوں گا تو بھی مجھے میری گالیوں کا جواب دینا، میں اُٹھ کر تجھے تھپڑ ماروں گا تو بھی اس کے جواب میں مجھے تھپڑ مارنا۔اس نے کہا ابا جی مجھ سے یہ کیسے ہو سکے گا؟ کاہن نے کہا تم نہیں سمجھتے، ایک ایسا ہی اہم معاملہ درپیش ہے اور تمہیں میرا حکم مان لینا چاہئے۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

اس نے اقرار کیا، دوسرے دن جب کہ اس کے پاس اس کے ملنے جُلنے والے سب جمع ہو گئے، اس نے اپنے اس لڑکے سے کسی کام کو کہا، اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس نے اُسے گالیاں دیں، تو اس نے بھی سامنے گالیاں دیں، یہ غصے میں اُٹھا اور اُسے مارا، لڑکے نے بھی پلٹ کر اُسے پیٹا۔ یہ اور غضب ناک ہوا اور کہنے لگا، چھری لاؤ میں تو اسے ذبح کروں گا۔ تمام لوگ گھبرا گئے، ہر چند سمجھایا، لیکن یہ یہی کہتا رہا کہ میں تو اسے ذبح کروں گا۔ لوگ دوڑے بھاگے گئے اور لڑکے کے ننھیال والوں کو خبر کی، وہ سب آ گئے۔ اوّل تو منت سماجت کی، منوانا چاہا لیکن یہ کب مانتا تھا۔

انہوں نے کہا آپ اسے کوئی اور سزا دیجئے، اُس کے بدلے ہمیں جو جی چاہے سزا دیجئے۔ لیکن اس نے کہا میں تو اسے لٹا کر باقاعدہ ذبح کروں گا۔ انہوں نے کہا آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ اس سے پہلے ہم آپ کو مار ڈالیں گے۔ اُس نے کہا اچھا، جب یہاں تک بات پہنچ گئی ہے تو میں ایسے شہر میں نہیں رہنا چاہتا جہاں میرے اور میری اولاد کے درمیان اور لوگ پڑیں۔ مجھ سے میرے مکانات، جائیدادیں اور زمینیں خرید لو میں یہاں سے کہیں اور چلا جاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے سب کچھ بیچ ڈالا اور قیمت نقد وصول کر لی۔ جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اُس نے اپنی قوم کو خبر دی کہ سنو عذابِ خدا آ رہا ہے، زوال کا وقت قریب پہنچ چکا ہے۔ اب تم میں سے جو محنت کر کے لمبا سفر کر کے نئے گھروں کا آرزو مند ہو وہ تو عمان چلا جائے اور جو کھانے پینے کا شوقین ہو وہ بصرے چلا جائے اور جو مزیدار کھجوریں باغات میں بیٹھ کر آزادی سے کھانا چاہتا ہو وہ مدینے چلا جائے۔

اوس اور خزرج کا پسِ منظر

قوم کو اس کی باتوں کا یقین تھا، جسے جو جگہ اور جو چیز پسند آئی وہ اسی طرف منہ اٹھائے بھاگا۔ بعض عمان کی طرف، بعض بصرے کی طرف، بعض مدینے کی طرف۔ اس طرف تین قبیلے چلے تھے، اوس، خزرج اور بنو عثمان۔ جب یہ لوگ بطن مُر میں پہنچے تو بنو عثمان نے کہا ہمیں تو یہ جگہ بہت پسند ہے، اب ہم آگے نہیں جائیں گے۔ چنانچہ یہ یہیں بس گئے اور اسی وجہ سے انہیں خزاعہ کہا گیا کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے۔ اوس و خزرج برابر مدینے پہنچے اور یہاں آ کر قیام کیا۔ یہ اثر بھی عجیب و غریب ہے، جس کاہن کا اس میں

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

ذکر ہے اس کا نام عمرو بن عامر ہے، یہ یمن کا ایک سردار تھا اور سبا کے بڑے لوگوں میں سے تھا اور ان کا کاہن تھا۔

چوہوں نے دیوار گرادی

سیرتِ ابن اسحاق میں ہے کہ سب سے پہلے یہی یمن سے نکلا تھا اس لئے کہ سدِ مآرب کو کھوکھلا کرتے ہوئے اس نے چوہوں کو دیکھ لیا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ اب یمن کی خیر نہیں، یہ دیوار گری اور سیلاب سب تہہ وبالا کر دے گا۔ تو اُس نے اپنے سب سے چھوٹے لڑکے کو وہ مکر سکھایا جس کا ذکر اوپر گزرا۔ اُس وقت اس نے غصے میں کہا کہ میں ایسے شہر میں رہنا پسند نہیں کرتا، میں اپنی جائیدادیں اور زمینیں اسی وقت بیچتا ہوں۔ لوگوں نے کہا عمرو کے اس غصے کو غنیمت جانو۔ چنانچہ سستا مہنگا سب کچھ بیچ ڈالا اور فارغ ہو کر چل پڑا۔ قبیلۂ اسد بھی اس کے ساتھ ہولیا۔ راستے میں عکّہ ان سے لڑے، برابر برابر کی لڑائی رہی جس کا ذکر عباس بن مرداس سلمی کے شعروں میں بھی ہے۔ پھر یہ یہاں سے چل کر مختلف شہروں میں پہنچ گئے۔ آل جفنہ بن عمرو بن عامر شام میں گئے، اَوس وخزرج مدینے میں، خزاعہ مُر میں، ازدِ سراۃ سراۃ میں، ازدِ عمان عمان میں، یہاں سَیل آئی (یعنی سیلاب آیا) جس نے مآرب کے بند کو توڑ دیا۔

سدی نے اس قصے میں بیان کیا ہے کہ اس نے اپنے مقابلے کے لئے اپنے بیٹے کو نہیں بلکہ بھتیجے کو کہا تھا۔ بعض اہلِ علم کا بیان ہے کہ اس کی عورت نے جس کا نام طریفہ تھا، اپنی کہانت سے یہ بات معلوم کر کے سب کو بتلائی تھی۔

اور روایت میں ہے کہ عمان میں غسانی اور ازد بھی ہلاک کر دیئے گئے۔ باوجود میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی ریل پیل، پھلوں اور کھیتوں کی بے شمار روزی کے سیل عرم سے یہ حالت ہوگئی کہ ایک ایک لقمے کو اور ایک ایک بوند پانی کو ترس گئے۔ یہ پکڑ اور عذاب، یہ تنگی اور سزا جو انہیں پہنچی اس سے ہر صابر و شاکر عبرت حاصل کر سکتا ہے کہ خدا کی نافرمانیاں کس طرح انسان کو گھیر لیتی ہیں۔ عافیت کو ہٹا کر آفت کو لے آتی ہیں، مصیبتوں پر صبر، نعمتوں پر شکر کرنے والے اس میں دلائلِ قدرت پائیں گے۔

(تفسیر ابن کثیر۔ سورۃ سبا کی تفسیر سے ماخوذ وملخص)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

قومِ شعیب علیہ السلام کا واقعہ

قرآنی مضمون

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ. (ھود آیات ۸۴ تا ۹۳)

”اور ہم نے مدین والوں کی طرف اُن کے بھائی شعیبؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا انھوں نے فرمایا اے میری قوم کے لوگو تم صرف اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور تم ناپ تول میں کمی نہ کرو (کیونکہ) میں تم کو فراغت کی حالت میں دیکھتا ہوں (پھر تم کو ناپ تول میں کمی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یعنی اللہ نے تمہیں بہت کچھ دے رکھا ہے پس کفرانِ نعمت سے بچو) اور میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا ایسا دن نہ آجائے جو سب پر چھا جائے گا۔ اور اے میری قوم کے لوگو ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو، لوگوں کو اُن کی چیزیں (اُن کے حق سے) کم نہ دو اور ملک میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ اگر تم میرا کہا مانو تو جو کچھ اللہ کا دیا بچ رہے اُسی میں تمہارے لئے بہتری ہے اگر تم کو یقین آئے، اور میں تم پر پہرہ دینے والا تو نہیں ہوں۔

قوم نے ہدایات پر عمل نہ کیا

لوگوں نے کہا اے شعیبؑ کیا یہ تیری نمازیں (جو تو اپنے رب کے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

لئے پڑھتا ہے) تجھے یہ حکم دیتی ہیں کہ ہم اِن چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں اور اس بات کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مال میں جو چاہیں تصرف کریں واقعی آپ بڑے عقلمند دین پر چلنے والے ہیں۔

شعیبؑ نے کہا اے میری قوم کے لوگو کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل رکھتا ہوں اور اُس کے فضل وکرم کا یہ حال ہو کہ اچھی سے اچھی روزی عطا فرما رہا ہو (تو پھر میں بھی چُپ رہوں اور تمہیں راہِ حق کی طرف نہ بلاؤں) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمہیں روک رہا ہوں خود اُس کے خلاف چلوں میں تمہیں جو کچھ کہتا ہوں اُس پر عمل بھی کرتا ہوں۔ میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ جہاں تک میرے بس میں ہے اصلاح حال کی کوشش کروں۔ میرا کام بنتا ہے تو اللہ ہی کی مدد سے بنتا ہے۔ میں نے اُسی پر بھروسہ کیا اور اُسی کی طرف رجوع ہوں۔ اور اے میری قوم کے لوگو!

میری ضد میں آ کر کہیں ایسی بات نہ کر بیٹھنا کہ تمہیں بھی ویسا ہی معاملہ پیش آ جائے جیسا کہ قومِ نوحؑ کو یا قومِ ہودؑ کو یا قومِ صالحؑ کو پیش آ چکا ہے اور قومِ لوطؑ کا معاملہ تو تم سے کچھ دور نہیں ہے اور دیکھو اللہ سے معافی مانگو اور اُسی کی طرف لوٹ جاؤ۔ میرا پروردگار بڑا ہی رحمت والا بڑا ہی محبت والا ہے۔

لوگوں نے کہا اے شعیبؑ تم جو کچھ کہتے ہو اُس میں اکثر باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہم لوگوں میں ایک کمزور آدمی ہو اور اگر (تمہارے ساتھ) تمہاری برادری کے آدمی نہ ہوتے تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کر دیتے اور تم ہمارے سامنے کوئی ہستی نہیں۔

شعیبؑ نے کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا اللہ سے بڑھ کر تم پر میری برادری کا دباؤ ہوا؟ اور اللہ تمہارے لئے کچھ نہ ہوا کہ اُسے پیچھے ڈال دیا؟

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

(اچھا) جو تم کرتے ہو میرے پروردگار کے احاطۂ علم سے باہر نہیں۔
اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ، میں بھی اپنی جگہ سرگرمِ عمل ہوں، بہت جلد معلوم کر لو گے کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اُس کو رُسوا کرے گا اور کون فی الحقیقت جھوٹا ہے انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کروں گا"۔

ناپ تول پورا پورا کرو

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ. (الاعراف آیات ۸۵ تا ۹۰)

"اور ہم نے مدین والوں کی طرف اُن کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا اُنھوں نے فرمایا اے میری قوم تم صرف اللہ کی عبادت کرو اُس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے (میرے نبی ہونے پر) واضح دلیل آ چکی ہے تو تم ناپ تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کا اُن چیزوں میں نقصان نہ کرو (جیسا کہ تمہاری عادت ہے) اور روئے زمین پر بعد اُس کے کہ اُس کی درستی کر دی گئی فساد نہ پھیلاؤ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میری تصدیق کرو۔ اور تم راستوں پر اس غرض سے نہ بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور ان کو اللہ کی راہ سے روکو اور اُس راہ میں کجی اور (شبہات) کی تلاش میں لگے رہو اور اُس حالت کو یاد کرو جبکہ تم کم تھے پھر اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا اور دیکھ لو کیسا بُرا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا۔ اور اگر تم میں سے بعضے تو اُس حکم پر جس کو دے کر مجھے بھیجا گیا ہے ایمان لائے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے تو ذرا ٹھہر جا یہاں تک کہ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ (عملی) فیصلہ کئے دیتے ہیں اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہیں۔
اُن کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا اے شعیبؑ (یاد رکھ) ہم تجھ کو

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اور جو تیرے ہمراہ ایمان لانے والے ہیں۔ اُن کو اپنی بستی سے نکال باہر کردیں گے یا یہ کہ تم ہمارے مذہب میں لوٹ آجاؤ۔ شعیبؑ نے جواب دیا کیا ہم تمہارے مذہب میں آجائیں گے گو ہم اس کو مکروہ (اور قابلِ نفرت) ہی سمجھتے ہوں؟ (ایسی صورت میں) ہم تو اللہ پر جھوٹی تہمت لگانے والے ہوجائیں گے۔

اگر (خدانہ کرے) ہم تمہارے مذہب میں آجائیں (خصوصاً) بعد اس کے کہ اللہ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں آجائیں لیکن ہاں اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے (ہمارے) مقدر میں کیا ہو۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری اس قوم کے درمیان فیصلہ کردیجئے حق کے موافق اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔

اور اُن کی قوم کے کافر سرداروں نے (شعیب علیہ السلام کی یہ تقریر سُن کر) کہا (اے لوگو!) اگر تم شعیبؑ کی راہ پر چلنے لگو تو بے شک بڑا نقصان اُٹھاؤ گے۔

حضرت شعیبؑ کو جادوگر کہا گیا

كَذَّبَ اَصۡحٰبُ لۡئَيۡكَةِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ. اِذۡ قَالَ لَهُمۡ شُعَيۡبٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ.

(الشعراء آیات ۱۷۶ تا ۱۹۱)

"اصحابُ الایکہ نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ اُن سے شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو۔ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا بس میرا صلہ رب العالمین کے ذمہ ہے۔ تم لوگ پورا پورا ناپا کرو اور نقصان نہ کیا کرو۔ اور سیدھی ترازو سے تولا کرو۔ اور لوگوں کا اُن چیزوں میں نقصان نہ کیا کرو اور زمین میں فساد نہ مچایا کرو۔ اور اُس (خدا) سے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ڈرو جس نے تم کو، تمام اگلی مخلوق کو پیدا کیا ہے۔
وہ لوگ کہنے لگے (اے شعیبؑ) تجھ پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے۔ اور تو تو محض ہماری طرح ایک بشر ہے اور ہم تجھکو صرف جھوٹے لوگوں میں خیال کرتے ہیں۔ سو اگر تو سچوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے۔
شعیبؑ نے کہا تمہارے اعمال کو میرا رب خوب جانتا ہے سو اُن لوگوں نے (شعیبؑ) کو جھٹلا دیا پھر اُن کو سائبان کے واقعہ نے آ پکڑا بے شک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا۔
اس میں عبرت ہے، اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور بے شک تیرا رب بڑی قدرت والا بڑی رحمت والا ہے''۔

آخری انجام

آخر وہی ہوا جو قانون الٰہی کا ابدی و سرمدی فیصلہ ہے۔ یعنی حُجت و برہان کی روشنی آنے کے بعد بھی جب باطل پر اصرار ہو اور اُس کی صداقت کا مذاق اُڑایا جائے اور اُس کی اشاعت میں رکاوٹیں ڈالی جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب اُس مجرمانہ زندگی کا فیصلہ اور خاتمہ کر دیتا ہے اور آنے والی نسل کے لئے اس کو عبرت و موعظت بنا دیا کرتا ہے۔

عذاب کتنے قسم کے تھے؟

قرآنِ حکیم نے نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں قومِ شعیبؑ کو دو قسم کے عذاب سے دوچار کر دیا۔ ایک زلزلہ کا عذاب اور دوسرا آگ کی بارش کا عذاب۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ.

یعنی اُن کو سخت اور عظیم زلزلے نے آ پکڑا۔

اَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ.

سایہ کے دن والے عذاب نے اُنہیں پکڑ لیا۔
جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اُن پر گہرے بادل کا سایہ آیا جب سب اُس کے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

نیچے جمع ہو گئے تو اسی بادل سے اُن پر آگ برسائی گئی۔

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اِن دونوں آیتوں کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ حضرت شعیب علیہ السّلام کی قوم پر پہلے دن ایسی سخت گرمی مسلّط ہوئی گویا جہنّم کا دروازہ اِن کی طرف کھول دیا گیا ہو جس سے ان کا دم گھٹنے لگا نہ کسی سایہ میں چین آتا تھا نہ پانی میں۔ یہ لوگ گرمی سے گھبرا کر تہہ خانوں میں گُھس گئے تو وہاں اوپر سے بھی زیادہ سخت گرمی پائی، پریشان ہو کر شہر سے جنگل کی طرف بھاگے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک گہرا بادل بھیج دیا جس کے نیچے ٹھنڈی ہوا تھی۔ یہ سب لوگ گرمی سے بدحواس تھے دوڑ دوڑ کر اُس بادل کے نیچے جمع ہو گئے۔ اُس وقت یہ سارا بادل آگ ہو کر اُن پر برس پڑا اور اس کے بعد زلزلہ بھی آیا جس سے یہ پوری قوم راکھ کا ڈھیر بن کر رہ گئی''۔ (بحرِ محیط)

عذاب کی مختلف صورتیں

بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ممکن ہے قومِ شعیبؑ کے مختلف حصّے ہوں بعض پر زلزلہ آیا اور بعض عذاب ظُلّہ سے ہلاک کر دیئے گئے ہوں۔ واللہ اعلم۔

قرآنِ حکیم نے اس عذاب کی نوعیت کو اس طرح بیان کیا ہے:

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ.

(اعراف آیات ۹۱ تا ۹۳)

''پس اُنھیں ایک دہلا دینے والی آفت نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔

جن لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا وہ ایسے مٹے کہ گویا کبھی اِن گھروں میں بسے ہی نہ تھے۔ شعیبؑ کو جھٹلانے والے ہی آخر کار برباد ہو کر رہے۔

حضرت شعیب کی ہجرت

اور شعیبؑ یہ کہہ کر اِن کی بستیوں سے نکل گئے کہ اے میری قوم کے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

لوگو میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچادیے اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا اب میں اُس قوم پر کیسے افسوس کروں جو قبولِ حق سے انکار کرتی ہے"۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا.

(ھود آیات ۹۴ تا ۹۵)

"اور جب ہمارے فیصلہ کا وقت آ گیا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیبؑ اور اُن کے ساتھی ایمان والوں کو بچالیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا اُن کو ایک سخت دھماکے نے ایسا پکڑا کہ وہ اپنی بستیوں میں بے حس و حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے گویا وہ کبھی وہاں رہے بسے ہی نہ تھے۔ سنو! مدین کو رحمت سے دوری ہوئی جیسا ثمود رحمت سے دور ہوئے تھے"۔

ظالموں سے اللہ کا انتقام

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ لَظٰلِمِیْنَ. (حجر آیت ۷۸، ۷۹)

"اور اَیکہ والے ظالم تھے تو دیکھ لو کہ ہم نے بھی اُن سے انتقام لیا، اور اِن دونوں (قومِ لوطؑ و قومِ شعیبؑ) کے اُجڑے ہوئے علاقے کھلے راستے پر واقع ہیں"۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ.

"سو اُنھوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا آخرکار سائبان والے دن کا عذاب اُن کو آ پکڑا بے شک وہ بڑے خوفناک دن کا عذاب تھا۔ یقیناً اسمیں ایک نشانی ہے مگر اِن میں اکثر ماننے والے نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی"۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

سیدنا ہود علیہ السلام

اوران کی قوم کے واقعات

دنیاوی آسائش نے رب سے غافل کردیا

حضرت ہود علیہ السلام نے عادیوں کو جو احقاف کے رہنے والے تھے، اللہ کی طرف بلایا۔ احقاف ملک یمن میں حضرموت کے پاس ریتلی پہاڑیوں کے قریب ہے ان کا زمانہ نوح علیہ السلام کے بعد کا ہے۔ انہیں قوم نوح کا جانشین بنایا گیا اور انہیں بہت کچھ کشادگی اور وسعت دی گئی۔ ڈیل ڈول دیا، بڑی قوت طاقت دی، پورے مال، اولاد، کھیت، باغات، پھل اور اناج دیا۔ بکثرت دولت اور زر، بہت سی نہریں اور چشمے جا بجا دیئے۔ الغرض ہر طرح کی آسائش اور آسانی مہیا کی لیکن رب کی تمام نعمتوں کی ناقدری کرنے والے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والوں نے اپنے نبی کو جھٹلایا۔ یہ انہی میں سے تھے۔ نبی نے انہیں سمجھایا بجھایا، ڈرایا دھمکایا، اپنا رسول ہونا ظاہر فرمایا۔ اپنی اطاعت اور اللہ کی عبادت و وحدانیت کی دعوت دی جیسے کہ نوح علیہ السلام نے دی تھی۔ اپنا بے لاگ ہونا، طالب دنیا نہ ہونا بیان فرمایا۔ اپنے خلوص کا بھی ذکر کیا۔ یہ جو فخر و ریا کے طور پر اپنے مال برباد کرتے تھے اور اونچے اونچے مشہور ٹیلوں پر اپنی قوت کے اور مال کے اظہار کے لئے بلند و بالا علامتیں بناتے تھے۔ اس فعل عبث سے انہیں ان کے نبی حضرت ہود علیہ السلام نے روکا کیونکہ اس میں بے کار دولت کا کھونا وقت کا برباد کرنا اور مشقت اٹھانا ہے جس سے دین دنیا کا کوئی فائدہ مقصود ہوتا ہے نہ متصور۔ بڑے بڑے پختہ اور بلند برج اور مینار بناتے تھے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

جس کے بارے میں ان کے نبی نے نصیحت کی کہ کیا تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ یہیں ہمیشہ رہو گے۔ محبت دنیا نے تمہیں آخرت بھلادی ہے۔ لیکن یاد رکھو تمہاری یہ چاہت بے سود ہے۔ دنیا زائل ہونے والی ہے تم خود فنا ہونے والے ہو۔ نبی علیہ صلوات اللہ نے انہیں اللہ سے ڈرنے اور اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا کہ عبادت رب کی کرو، اطاعت اس کے رسول کی کرو۔ پھر وہ نعمتیں یاد دلائیں جو اللہ نے ان پر انعام کی تھیں جنہیں وہ خود جانتے تھے۔ مثلا چوپائے جانور اور اولاد۔ باغات اور دریا پھر اپنا اندیشہ ظاہر کیا کہ تم نے میری تکذیب کی اور میری مخالفت پر جمے رہے تو تم پر عذاب الٰہی برس پڑے گا، لالچ اور ڈر دونوں دکھائے لیکن بے سود رہے۔

موثر بیانات بھی بے اثر

حضرت ہود علیہ السلام کے موثر بیانات نے اور آپ کے رغبت اور ڈر بھرے خطبوں نے قوم پر کوئی اثر نہیں کیا اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ آپ ہمیں وعظ سنائیں یا نہ سنائیں، نصیحت کریں یا نہ کریں ہم تو اپنی روش کو چھوڑ نہیں سکتے۔ ہم آپ کی بات مان کر اپنے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں یہ یقیناً محال ہے۔ ہمارے ایمان سے آپ مایوس ہو جائیں ہم آپ کی نہیں ماننے کے۔

جس پر ہم ہیں وہی ہمارے پرانے باپ دادوں کا مذہب ہے، ہم تو انہیں کی راہ چلیں گے اور اسی روش پر رہیں گے، جئیں گے، پھر مر جائیں گے جیسے وہ مر گئے۔ یہ محض لاف ہے کہ پھر ہم اللہ کے ہاں زندہ کئے جائیں گے۔ یہ بھی غلط ہے کہ ہمیں عذاب کیا جائے گا۔ آخر ان کی تکذیب اور مخالفت کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ سخت تیز و تند آندھی ان پر بھیجی گئی اور یہ برباد کر دیئے گئے۔ عادیوں نے زمین میں تکبر کیا اور نعرہ لگایا کہ ہم سے بڑھ کر قوت والا کون ہے؟ کیا وہ اسے بھی بھول گئے کہ "ان کا پیدا کرنے والا ان سے زیادہ قوی ہے۔ دراصل انہیں ہماری آیتوں سے انکار تھا یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ان پر صرف بیل کے نتھنے کے برابر ہوا چھوڑی گئی تھی جس نے ان کا ان کے شہروں کا ان کے مکانات کا نام ونشان مٹا دیا جہاں سے گزر گئی صفایا کر دیا۔ شائیں شائیں کرتی تمام

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

چیزوں کا ستیاناس کرتی چلی گئی۔ تمام قوم کے سر الگ ہو گئے اور دھڑ الگ ہو گئے۔ عذاب الٰہی کو ہوا کی صورت آتا دیکھ کر قلعوں میں، محلات میں، محفوظ مکانات میں گھس گئے تھے۔ زمین میں گڑھے کھود کھود کر آدھے آدھے جسم ان میں ڈال کر محفوظ ہوئے تھے لیکن بھلا عذاب اللہ کو کوئی چیز روک سکتی ہے؟ وہ ایک منٹ کے لئے بھی کسی کو مہلت اور دم لینے دیتا ہے؟ سب چیٹ پٹ کر دیئے گئے اور اس واقعہ کو بعد میں آنے والوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا گیا۔

عاد اور ثمود کی مختصر تاریخ

عاد اصل میں ایک شخص کا نام ہے جو نوح علیہ السلام کی پانچویں نسل اور اُن کے بیٹے سام کی اولاد میں ہے۔ پھر اس شخص کی اولاد اور پوری قوم عاد کے نام سے مشہور ہو گئی۔ قرآن کریم میں عاد کے ساتھ کہیں لفظ عاد اولیٰ اور کہیں اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ بھی آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم عاد کو ارم بھی کہا جاتا ہے۔ اور عاد اولیٰ کے مقابلہ میں کوئی عاد ثانیہ بھی ہے، اس کی تحقیق میں مفسرین اور مؤرخین کے اقوال مختلف ہیں۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ عاد کے دادا کا نام اِرَم ہے اس کے ایک بیٹے یعنی عوص کی اولاد میں عاد ہے یہ عاد اولیٰ کہلاتا ہے اور دوسرے بیٹے جثو کا بیٹا ثمود ہے یہ عاد ثانی کہلاتا ہے۔ اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ عاد اور ثمود دونوں ارم کی دو شاخیں ہیں۔ ایک شاخ کو عاد اولیٰ اور دوسری کو ثمود یا عاد ثانیہ بھی کہا جاتا ہے اور لفظ اِرَم عاد و ثمود دونوں کے لئے مشترک ہے۔

اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ قوم عاد پر جس وقت عذاب آیا تو ان کا ایک وفد مکہ معظمہ گیا ہوا تھا وہ عذاب سے محفوظ رہا اس کو عاد اُخری کہتے ہیں۔ (بیان القرآن)

اور ہود علیہ السلام ایک نبی کا نام ہے یہ بھی نوح علیہ السلام کی پانچویں نسل اور سام کی اولاد میں ہیں قوم عاد اور حضرت ہود علیہ السلام کا نسب نامہ چوتھی پشت میں سام پر جمع ہو جاتا ہے اس لئے ہود علیہ السلام عاد کے نسبی بھائی ہیں اسی لئے اَخَاھُمْ ھُوْدًا فرمایا گیا۔

قوم عاد کے تیرہ خاندان تھے۔ عمان سے لے کر حضرموت اور یمن تک ان کی

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

بستیاں تھیں۔ان کی زمینیں بڑی سرسبز وشاداب تھیں ہر قسم کے باغات تھے۔رہنے کے لئے بڑے بڑے شاندار محلات بناتے تھے۔ بڑے قدآور قوی الجثہ آدمی تھے آیاتِ مذکورہ میں زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً کا یہی مطلب ہے۔اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ساری ہی نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے تھے۔مگر ان کی کج فہمی نے انہیں نعمتوں کو ان کے لئے وبالِ جان بنادیا۔اپنی قوت وشوکت کے نشہ میں بدمست ہوکر مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً کی ڈینگ مارنے لگے۔

اور رب العالمین جس کی نعمتوں کی بارش ان پر ہورہی تھی اس کو چھوڑ کر بت پرستی میں مبتلا ہوگئے۔

عاد کا زمانہ

عاد کا زمانہ تقریباً دو ہزار قبل حضرت مسیح علیہ السلام مانا جاتا ہے،اور قرآنِ عزیز میں عاد کو "مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ" کہہ کر قومِ نوح کے خلفاء میں سے شمار کیا ہے،اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ شام کی دوبارہ آبادی کے بعد امم سامیہ کی ترقی عاد ہی سے شروع ہوتی ہے۔

عاد کا مسکن

عاد کا مرکزی مقام ارضِ احقاف ہے، یہ حضرموت کے شمال میں اس طرح واقع ہے کہ اس کے مشرق میں عمان ہے اور شمال میں ربع الخالی، مگر آج یہاں ریت کے ٹیلوں کے سوا کچھ نہیں ہے،اور بعض مورخین کہتے ہیں کہ اُن کی آبادی عرب کے سب سے بہترین حصہ حضرموت اور یمن میں خلیجِ فارس کے سواحل سے حدودِ عراق تک وسیع تھی اور یمن ان کا دارالحکومت تھا۔

عاد کا مذہب

عاد بُت پرست تھے اور اپنے پیشرو قومِ نوحؑ کی طرح صنم پرستی اور صنم تراشی میں ماہر تھے، تاریخِ قدیم کے بعض ماہرین کہتے ہیں کہ اُن کے معبودانِ باطل بھی قومِ نوحؑ کی

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

طرح وَدّ، سُواع، یغوث، یعوق، اور نسر ہی تھے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اثر منقول ہے، اس میں ہے کہ ان کے ایک صنم کا نام صمود اور ایک کا نام ہتار تھا۔

حضرت ہود علیہ السلام

عاد اپنی مملکت کی سطوت و جبروت، جسمانی قوت و صولت کے غرور میں ایسے چمکے کہ اُنھوں نے خدائے واحد کو بالکل بھلا دیا اور اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا معبود مان کر ہر قسم کے شیطانی اعمال بے خوف و خطر کرنے لگے تب اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک پیغمبر حضرت ہود (علیہ السلام) کو مبعوث فرمایا، حضرت ہودؑ عاد کی سب سے زیادہ معزز شاخ خلود کے ایک فرد تھے، سرخ و سپید رنگ اور وجیہ تھے، اُن کی ڈاڑھی بڑی تھی۔

حضرت ہود علیہ السلام کا نسب نامہ

اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ جو خود انھیں کے خاندان سے تھے۔ اور ابوالبرکات جونی جو انسابِ عرب کے بڑے ماہر مشہور ہیں اُنھوں نے لکھا ہے کہ ہود علیہ السلام کے بیٹے یعرب بن قحطان ہیں جو یمن میں جا کر آباد ہوئے اور یمنی اقوام انہیں کی نسل ہیں۔ اور عربی زبان کی ابتداء انہیں سے ہوئی اور یعرب کی مناسبت سے ہی زبان کا نام عربی اور اس کے بولنے والوں کو عرب کہا گیا۔ (بحر محیط)

مگر صحیح یہ ہے کہ عربی زبان تو عہدِ نوح علیہ السلام سے جاری تھی کشتی نوح علیہ السلام کے ایک رفیق جرہم تھے جو عربی زبان بولتے تھے (بحر محیط)۔ اور یہی جرہم ہیں جن سے مکہ معظمہ کی آبادی شروع ہوئی۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ یمن میں عربی زبان کی ابتداء یعرب بن قحطان سے ہوئی اور ابوالبرکات کی تحقیق کا یہی مطلب ہو۔

تبلیغ اسلام

انھوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دی اور لوگوں پر ظلم و جور کرنے سے منع فرمایا، مگر عاد نے ایک نہ مانی اور ان کو سختی کے ساتھ جھٹلایا اور

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

غرور و تکبر کے ساتھ کہنے لگے "مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً" آج دنیا میں ہم سے زیادہ شوکت و جبروت کا کون مالک ہے؟ مگر حضرتِ ہودؑ مسلسل اسلام کی تبلیغ میں لگے رہے، وہ اپنی قوم کو عذابِ الٰہی سے ڈراتے اور غرور و سرکشی کے نتائج بتا کر قومِ نوح کے واقعات یاد دلاتے اور کبھی ارشاد فرماتے:

"اے قوم! اپنی جسمانی طاقت اور حکومت کے جبروت پر گھمنڈ نہ کر بلکہ خدا کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھ کو یہ دولت بخشی، قومِ نوح کی تباہی کے بعد تجھ کو زمین کا مالک بنایا، خوش عیشی، فارغ البالی اور خوشحالی عطا کی لہٰذا اس کی نعمتوں کو نہ بھول اور خود ساختہ بتوں کی پرستش سے باز آ جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ دکھ دے سکتے ہیں، موت و زیست، نفع و ضرر سب ایک خدا ہی کے ہاتھ میں ہے، اے افرادِ قوم! مانا کہ تم عرصہ تک سرکشی اور اُس کی نافرمانی میں مبتلا رہے ہو مگر آج بھی اگر توبہ کر لو، اور بعض آ جاؤ تو اس کی رحمت وسیع ہے اور دروازۂ توبہ بند نہیں ہوا، اُس سے مغفرت چاہو وہ بخش دے گا، اس کی طرف رجوع ہو جاؤ وہ معاف کر دے گا، تقویٰ و طہارت کی زندگی اختیار کر لو وہ تم کو دن دوگنی، رات چوگنی ترقی عطا کرے گا، بیش از بیش عزت دے گا، اور مال و عزت میں سرفرازی بخشے گا"۔

پیغمبر اجر کا مطالبہ نہیں کرتا

حضرتِ ہود علیہ السلام اپنی تبلیغ اور پیغامِ حق کے ساتھ ساتھ بار بار یہ بھی دُہراتے کہ میں تم سے کسی اجر و عوض کا خواہاں نہیں، میرا اجر تو خدا ہی کے پاس ہے، اور یہ نبی کی زندگی کا طغرائے امتیاز ہے، ان کو کوئی یہ تہمت نہیں لگا سکتا کہ وہ مال کی طلب میں ایسا کرتے ہیں، یا عزت و جاہ اور ریاست کے طالب ہیں، وہ نہ قوم سے اپنی ریاست و عزت کے طالب ہوتے ہیں، اور نہ مال و متاع کے، ان کے سامنے تو صرف ایک ہی نقطہ ہوتا ہے اور وہ ادائے فرض اور اپنے مالکِ حقیقی کے احکام کی پیغامبری ہے۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

صرف چند ایمان دار

عاد میں ایمان دار تو چند ہی تھے باقی تمام سرکش اور متمرّد انسانوں کا گروہ تھا، انکو حضرتِ ہودؑ کی یہ نصائح سخت شاق گذرتی تھیں، اور وہ یہ نہیں برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے خیالات، ان کے عقائد واعمال، غرض ان کے کسی ارادہ میں بھی کوئی شخص حائل ہو اُنکے لئے ناصحِ مشفق بنے، اس لئے اب انھوں نے یہ روش اختیار کی کہ حضرتِ ہودؑ کا مذاق اُڑایا، اُن کو بے وقوف گردانا اور ان کی معصومانہ حقانیتوں اور صداقتوں کی تمام یقینی دلائل وبراہین کو جھٹلانا شروع کر دیا اور حضرتِ ہودؑ سے کہنے لگے۔

يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○

"اے ہود! تو ہمارے پاس ایک دلیل بھی نہ لایا، اور تیرے کہنے سے ہم اپنے خداؤں کو چھوڑنیوالے نہیں، اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں"۔

قوم کی شقاوتِ قلبی

ہم اس ڈھونگ میں آنے والے نہیں کہ تجھ کو خدا کا رسول مان لیں اور اپنے خداؤں کی عبادت چھوڑ کر یہ یقین کر لیں کہ وہ خدائے اکبر کے سامنے ہمارے سفارشی نہیں ہوں گے، حضرتِ ہودؑ نے ان سے کہا کہ نہ میں بے وقوف ہوں اور نہ پاگل، بلاشبہ خدا کا رسول، اور پیغمبر ہوں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے بیوقوف کو منتخب نہیں کیا کرتا کہ اس کا نقصان اس کے نفع سے بڑھ جائے اور ہدایت کی جگہ گمراہی آ جائے، وہ اس عظیم الشان خدمت کے لئے اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو چنتا ہے جو ہر طرح اس کا اہل ہو اور اس خدمتِ حق کو بخوبی انجام دے سکے۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ.

اور اللہ خوب جاننے والا ہے کہ اپنے منصب رسالت کو کس جگہ رکھے۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

حضرت ہود کو پاگل کہا گیا

مگر قوم کی سرکشی اور مخالفت بڑھتی ہی رہی اور ان پر آفتاب سے زیادہ روشن دلائل ونصائح کا مطلق اثر نہ ہوا، اور وہ حضرتِ ہودؑ کی تکذیب وتذلیل کے اور زیادہ درپے ہو گئے اور (العیاذ باللہ) مجنون اور خبطی کہہ کر اور زیادہ مذاق اڑانے لگے، اور کہنے لگے اے ہودؑ! جب سے تو نے ہمارے معبودوں کو بُرا کہنا اور ہم کو اُن کی عبادت سے باز رہنے کے لئے تلقین کرنا شروع کیا ہے ہم دیکھتے ہیں اس وقت سے تیرا حال خراب ہو گیا ہے اور ہمارے خداؤں کی بددعا سے تو پاگل ومجنون ہو گیا ہے تو اب ہم اس کے علاوہ تجھ کو اور کیا سمجھیں؟

ان کو اپنی اس گستاخانہ جرأت وتہمت سے یہ خیال ہو چلا تھا کہ اب کوئی شخص حضرتِ ہودؑ کی طرف دھیان نہ دے گا، اور ان کی باتوں کو توجہ سے نہ سُنے گا۔

نفع نقصان کا مالک صرف اللہ

حضرتِ ہودؑ نے یہ سب کچھ نہایت ضبط وصبر سے سُنا اور پھر اُن سے یوں مخاطب ہوئے "میں خدا کو اور تم سب کو گواہ بنا کر سب سے پہلے یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اس اعتقاد سے قطعاً بری ہوں کہ ان بتوں میں یہ قدرت ہے کہ مجھ کو یا کسی کو کسی قسم کی بھی کوئی برائی پہنچا سکتے ہیں اس کے بعد تم کو اور تمہارے اِن معبودانِ باطل کو تحدّی (چیلنج) کرتا ہوں کہ اگر ان میں ایسی قدرت ہے تو وہ مجھ کو نقصان پہنچانے میں جلدی سے اقدام کریں، میں اپنے خدا کے فضل وکرم سے صاحبِ عقل وخرد ہوں، فراست وکیاست کا مالک ہوں اور حکمت ودانائی کا حامل۔ میں تو صرف اپنے اس خدا ہی پر بھروسہ کرتا اور اسی پر وثوق رکھتا ہوں جس کے قبضہ وقدرت میں کائنات کے تمام جانداروں کی پیشانیاں ہیں اور جو حیات وممات کا مالک ہے، وہ ضرور میری مدد کرے گا اور ہر نقصان پہنچانے والے کے نقصان سے محفوظ رکھے گا۔"

عذاب کی وعید

آخر حضرتِ ہودؑ نے اُن کی مسلسل بغاوت وسرکشی کے خلاف یہ اعلان کر دیا کہ

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اگر عاد کا رویہ یہی رہا اور حق سے اعراض و روگردانی کی روش میں انھوں نے کوئی تبدیلی نہ کی، اور میری پند و نصائح کو گوشِ دل سے نہ سنا تو میں اگر چہ اپنی مفوّضہ خدمت کے لئے ہر وقت چست کمر اور با ہمت ہوں مگر ان کے لئے ہلاکت یقینی ہے، اللہ تعالیٰ عنقریب اُن کو ہلاک کر دے گا، اور ایک دوسری قوم کو زمین کا مالک بنا کر ان کی جگہ قائم کر دے گا، اور بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، وہ تو ہر شے پر قادر و مسلّط اور ہر شے کا حافظ و نگہبان ہے، اور تمام کائنات اس کے یدِ قدرت میں مسخر ہے۔

اے قوم! اب بھی سمجھ اور عقل و ہوش سے کام لے، قومِ نوح کے حالات سے عبرت حاصل کر اور خدا کے پیغام کے سامنے سرِ نیاز جھکا دے، ورنہ قضاء و قدر کا ہاتھ ظاہر ہو چکا ہے اور بہت قریب ہے وہ زمانہ کہ تیرا یہ سارا غرور و گھمنڈ خاک میں مل جائے گا، اور اس وقت ندامت سے بھی کوئی فائدہ نہ ہو گا۔

پیغمبر قوم کا دشمن نہیں ہوتا

حضرتِ ہودؑ نے بار باران کو یہ بھی باور کرایا کہ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں دوست ہوں، تم سے زر و سیم اور ریاست کا طالب نہیں ہوں بلکہ تمہاری فلاح و نجاح چاہتا ہوں، میں اللہ تعالیٰ کے پیغام کے بارہ میں خائن نہیں بلکہ امین ہوں، وہی کہتا ہوں جو مجھ سے کہا جاتا ہے جو کچھ کہتا ہوں قوم کی سعادت اور حسنِ حال و مآل کے لئے کہتا ہوں، بلکہ دائمی و سرمدی نجات کے لئے کہتا ہوں۔

تم کو اپنی ہی قوم کے ایک انسان پر خدا کے پیغام نازل ہونے سے اچنبھا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ قدیم سے خدا کی سنتِ جاریہ ہے کہ انسانوں کی ہدایت و سعادت کے لئے اُن ہی میں سے ایک شخص کو چُن لیتا اور اپنا رسول بنا کر اس کو خطاب کرتا ہے اور اپنی مرضیات نامرضیات سے اس کی معرفت اپنے بندوں کو مطلع کرتا رہتا ہے، اور فطرت کا تقاضا بھی تو یہی ہے کہ کسی قوم کے رشد و ہدایت کے لئے ایسے شخص کا ہی انتخاب کیا جائے جو بول چال میں ان ہی کی طرح ہو، اُن کے اخلاق و عادات کا واقف و دانا ہو، ان کے خصوصی امتیازات سے آشنا، اور اُن ہی کے ساتھ زندگی گزارتا رہا ہو کہ اُسی سے قوم مانوس ہو سکتی ہے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

اور وہی ان کا صحیح ہادیِ مشفق بن سکتا ہے۔

قوم کی عذاب طلبی

عاد نے جب یہ سنا تو وہ عجیب حیرت میں پڑ گئے، ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ ایک خدا کی پرستش کے کیا معنیٰ؟ وہ غم وغصہ میں آگئے کہ کس طرح ہم باپ دادا کی ریت ''اصنام پرستی'' کو چھوڑ دیں؟ یہ تو ہماری اور ہمارے باپ دادا کی سخت توہین ہے، ان کا کیا غیظ و غضب بھڑک اٹھا کہ ان کو کافر اور مشرک کیوں کہا جاتا ہے جبکہ وہ بتوں کو خدا کے سامنے اپنا شفیع مانتے ہیں؟ اُن کے نزدیک ہود (علیہ السّلام) کی بات مان لینے میں ان کے معبودوں اور بزرگوں کی توہین وتحقیر تھی جن کو وہ خدائے اکبر کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ اور شفیع مانتے تھے اور اُسی کے لئے ان تصویروں اور مجسموں کو پوجتے تھے کہ وہ خوش ہو کر ہماری سفارش کرینگے اور عذابِ الٰہی سے نجات دلائیں گے۔

آخر وہ شعلہ کی طرح بھڑک اُٹھے اور حضرت ہود (علیہ السّلام) سے بگڑ کر کہنے لگے ''تو نے ہم کو اپنے خدا کے عذاب کی دھمکی دی اور ہم کو اس سے یہ کہہ کر ڈرایا:

اِنِّیٓ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ. (الشعراء)

میں تمہارے اوپر بڑے دن کے عذاب آنے سے ڈرتا ہوں (کہ کہیں تم اُس کے مستحق نہ ٹھہر جاؤ)

تو اے ہودؑ! اب ہم سے تیری روز روز کی نصیحتیں نہیں سُنی جاتیں، ہم ایسے ناصحِ مشفق سے باز آئے، اگر تو واقعی اپنے قول میں سچا ہے تو وہ عذاب جلد لے آ کہ ہمارا تیرا قصہ پاک ہو،

فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ. (الاعراف)

''پس لا تو ہمارے پاس اس شے کو جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے اگر تو واقعی سچوں میں سے ہے''۔

حضرت ہود کی آخری وارننگ

حضرت ہود (علیہ السّلام) نے جواب دیا کہ اگر میری مخلصانہ اور صادقانہ نصائح

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

کا یہی جواب ہے تو بسم اللہ اور تم کو عذاب کا اگر اتنا ہی شوق ہے تو وہ بھی کچھ دور نہیں۔

قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ. (الاعراف)

"بلاشبہ تمہارے پروردگار کی جانب سے تم پر عذاب وغضب آ پہنچا"۔

تم کو شرم نہیں آتی کہ تم چند خودساختہ بتوں کو ان کے نام گھڑ کر پکارتے ہو اور تم اور تمہارے آباؤاجداد اُن کو خدا کی دی ہوئی دلیل کے بغیر من گھڑت طریقہ پر ان کو اپنا شفیع اور سفارشی مانتے ہو، اور میری روشن دلائل سے انحراف اور سرکشی کر کے عذاب کے طالب ہوتے ہو، اگر ایسا ہی شوق ہے تو اب تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں کہ وقت قریب آ پہنچا۔

أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ○

(الاعراف ع ۹)

"کیا تم مجھ سے ان من گھڑت ناموں (بتوں) کے بارہ میں جھگڑتے ہو جس کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے گھڑ لیا ہے کہ جس کے متعلق تمہارے پاس خدا کی کوئی حجت نہیں آئی پس اب تم (عذابِ الٰہی کا) انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں"۔

قوم عاد پر عذاب کا منظر

الحاصل قوم ہود (عاد) کی انتہائی شرارت وبغاوت اور اپنے پیغمبر کی تعلیم سے بے پناہ بغض وعناد کی پاداشِ عمل اور قانونِ جزاء کا وقت آ پہنچا اور غیرتِ حق حرکت میں آئی اور عذابِ الٰہی نے سب سے پہلے خشک سالی کی شکل اختیار کی، عاد سخت گھبرائے پریشان ہوئے اور عاجز ودرماندہ نظر آنے لگے تو حضرتِ ہودؑ کو جوشِ ہمدردی نے اُکسایا اور مایوسی کے بعد پھر ایک مرتبہ اُن کو سمجھایا کہ راہِ حق اختیار کر لو، میری نصائح پر ایمان لے آؤ کہ یہی نجات کی راہ ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ورنہ پچھتاؤ گے، لیکن بدبخت وبدنصیب قوم پر کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ بغض وعناد اور دوبالا ہو گیا۔ تب ہولناک عذاب نے اُن کو آ گھیرا،

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

آٹھ دن اور سات راتیں پیہم تیز وتند ہوا کے طوفان اُٹھے اور اُن کو اور اُن آبادی کو تہ وبالا کر کے رکھ دیا، تنومند اور قوی ہیکل انسان جو اپنی جسمانی قوتوں کے گھمنڈ میں سرمستِ سرکشی تھے اس طرح بے حس وحرکت پڑے نظر آتے تھے جس طرح آندھی سے تناور درخت بے جان ہو کر، گر جاتا ہے، غرض انکو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا تا کہ آنے والی نسلوں کے لئے عبرت بنیں اور دنیا و آخرت کی لعنت اور عذاب اُن پر مسلّط کر دیا گیا کہ وہ اس کے مستحق تھے اور حضرتِ ہودؑ اوران کے مخلص پیروانِ اسلام خدا کی رحمت ونعمت میں عذابِ الٰہی سے محفوظ رہے اور سرکش قوم کی سرکشی وبغاوت سے مامون ہو گئے۔

یہ ہے عادِ اولیٰ کی وہ داستانِ عبرت جو اپنے اندر چشمِ عبرت...... کے لئے بیشمار پند ونصائح رکھتی اور خدائے برتر کے احکام سے بغاوت، کے انجامِ بد سے آگاہ کرتی اور وقتی خوش عیشی پر گھمنڈ کر کے نتیجہ کی بدبختی پر مذاق اُڑانے سے ڈراتی اور باز رکھتی ہے۔

(قصص القرآن......از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

قومِ ثمود کے حالات وواقعات

قرآن کریم کے بیانات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) ''اور (اسی طرح) ہم نے قومِ ثمود کی طرف اس کے بھائی بندوں میں سے صالح کو بھیجا، اُس نے کہا'' اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، دیکھو تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل تمہارے سامنے آ چکی ہے، یہ خدا کے نام پر چھوڑی ہوئی اونٹنی تمہارے لئے ایک (فیصلہ کن) نشانی ہے، پس اسے کھلا چھوڑ دو کہ خدا کی زمین میں جہاں چاہے چرے، اسے کسی طرح کا نقصان نہ پہنچاؤ کہ (اس کی پاداش میں) عذابِ جانکاہ تمہیں آ پکڑے اور وہ وقت یاد کرو کہ خدا نے تمہیں قومِ عاد کے بعد اس کا جانشین بنایا اور اس سرزمین میں اس طرح بسا دیا کہ میدانوں سے محل بنانے کا کام لیتے ہو اور پہاڑوں کو بھی تراش کر اپنا گھر بنا لیتے ہو (یہ اُس کا تم پر احسان ہے) پس اللہ کی نعمتیں یاد کرو، اور ملک میں سرکشی کرتے ہوئے خرابی نہ پھیلاؤ۔'' قوم کے جن سربرآوردہ لوگوں کو (اپنی دولت و طاقت کا) گھمنڈ تھا انہوں نے مومنوں سے کہا، اور یہ اُن لوگوں میں سے تھے جنہیں (افلاس و بے چارگی کی وجہ سے) کمزور و حقیر سمجھتے تھے، ''کیا تم

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

نے سچ مچ کو معلوم کرلیا ہے کہ صالح خدا کا بھیجا ہوا ہے؟ (یعنی ہمیں تو ایسی کوئی بات اس میں دکھائی دیتی نہیں) انہوں نے کہا، ہاں! بے شک جس پیامِ حق کے ساتھ وہ بھیجا گیا ہے، ہم اس پر پورا یقین رکھتے ہیں"۔ اس پر گھمنڈ کرنے والوں نے کہا "تمہیں جس بات کا یقین ہے ہمیں اس سے انکار ہے" غرض کہ انہوں نے اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔ انہوں نے کہا، اے صالح! اگر تم واقعی پیغمبروں میں سے ہو، تو اب وہ بات ہم پر لا دکھاؤ جس کا تم نے ہمیں خوف دلایا تھا، پس ایسا ہوا کہ لرزا دینے والی ہولناکی نے اُنہیں آلیا، اور جب ان پر صبح ہوئی تو گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے۔ پھر صالح ان سے کنارہ کش ہوگیا، اس نے کہا، اے میری قوم کے لوگو! میں نے اپنے پروردگار کا پیام تمہیں پہنچایا اور نصیحت کی، مگر افسوس تم پر! تم نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔" (الاعراف:ع ۱۰)

صالح علیہ السلام کی تبلیغ

(۲) "اور ہم نے قومِ ثمود کی طرف اس کے بھائی بندوں میں سے صالح کو بھیجا، اُس نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ وہی ہے جس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور پھر اسی میں تمہیں بسا دیا، پس چاہیئے کہ اس سے بخشش مانگو اور اس کی طرف رجوع ہو کر رہو، یقین کرو میرا پروردگار (ہر ایک کے) پاس ہے۔ اور (ہر ایک کی) دعاؤں کا جواب دینے والا ہے!"

قوم کی ہٹ دھرمی

لوگوں نے کہا "اے صالح! پہلے تو تُو ایک ایسا آدمی تھا کہ ہم سب کی اُمیدیں تجھ سے وابستہ تھیں، پھر کیا تُو ہمیں روکتا ہے کہ ان معبودوں کی

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

پوجا نہ کریں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں؟ (یہ کیسی بات ہے؟) ہمیں تو اس بات میں بڑا ہی شک ہے، جس کی طرف تم دعوت دیتے ہو کہ ہمارے دل میں اُترتی نہیں"۔ صالح نے کہا "اے میری قوم کے لوگو! کیا تم نے اس بات پر بھی غور کیا کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل روشن پر ہوں اور اُس نے اپنی رحمت مجھے عطا فرمائی ہو تو پھر کون ہے جو اللہ کے مقابلہ میں میری مدد کرے گا اگر میں اس کے حکم سے سرتابی کروں؟ تم (اپنی توقع کے مطابق دعوت کاردے کر) مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے تباہی کی طرف لے جانا چاہتے ہو؟" اور اے میری قوم کے لوگو! دیکھو یہ اللہ کی اونٹنی (یعنی اُس کا نشان) تمہارے لئے ایک (فیصلہ کن) نشانی ہے، پس اسے چھوڑ دو، اللہ کی زمین میں چرتی رہے اُسے کسی طرح کی اذیت نہ پہنچانا، ورنہ فوراً عذاب تمہیں آ پکڑے گا"۔ لیکن لوگوں نے (اور زیادہ ضد میں آ کر) اُسے ہلاک کر ڈالا۔

تین دن کی مہلت

تب صالح نے کہا "(اب تمہیں صرف) تین دن کی مہلت ہے، اپنے گھروں میں کھا پی لو، یہ وعدہ ہے جھوٹا نہ نکلے گا" پھر جب ہماری (ٹھہرائی ہوئی) بات کا وقت آ پہنچا تو ہم نے صالح کو اور اُن لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی رحمت سے بچا لیا اور اُس دن کی رسوائی سے نجات دے دی (اے پیغمبر!) بلاشبہ تیرا پروردگار ہی ہے جو قوت والا اور سب پر غالب ہے!

بجلی کی کڑک نے انہیں مار ڈالا

اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا اُن کا یہ حال ہوا کہ ایک روز کی کڑک نے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

آ لیا، جب صبح ہوئی تو سب اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے، (وہ اس طرح اچانک مر گئے) گویا اُن گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے! سن رکھو کہ ثمود نے اپنے پروردگار کی ناشکری کی، اور ہاں سن رکھو کہ ثمود کے لئے محرومی ہوئی!'' (ہود:ع٦)

(۳) ''اور دیکھو حجر کے لوگوں نے بھی رسولوں کی بات جھٹلائی، ہم نے اپنی نشانیاں اُنہیں دکھائیں، مگر وہ روگردانی ہی کرتے رہے، وہ پہاڑ تراش کر گھر بناتے تھے کہ محفوظ رہیں لیکن (یہ حفاظتیں کچھ بھی کام نہ آئیں) ایک دن صبح کو اُٹھے تو ایک ہولناک آواز نے آ پکڑا تھا، اور جو کچھ انہوں نے اپنی سعی وعمل سے کمایا تھا وہ کچھ بھی ان کے کام نہ آیا۔'' (الحجر:ع٦)

اللہ نے انہیں بہت نوازا تھا

(۴) جھٹلایا ثمود نے پیغام لانے والوں کو جب کہا ان کو ان کے بھائی صالح نے، کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تمہارے پاس پیغام لانے والا ہوں معتبر، سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کچھ بدلہ، میرا بدلہ ہے اسی جہان کے پالنے والے پر، کیا چھوڑے رکھیں گے تم کو یہاں کی چیزوں میں بے خوف، باغوں اور چشموں میں۔ اور کھیتوں میں اور کھجوروں میں جن کا خوشہ نرم ہے اور تراشتے ہو پہاڑوں میں گھر تکلف کے، سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو، اور نہ مانو حکم بے باک لوگوں کا جو خرابی کرتے ہیں ملک میں اور اصلاح نہیں کرتے۔''

انہوں نے پیغمبر سے بدتمیزی کی

بولے ''تجھ پر تو کسی نے جادو کیا ہے، تو بھی ایک آدمی ہے جیسے ہم، سو لے آ کچھ نشانی اگر تو سچا ہے''۔ کہا یہ اونٹنی ہے اس کے لئے پانی پینے کی ایک باری اور تمہارے لئے باری ایک دن مقرر، اور مت چھیڑیو اس کو

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

بُری طرح سے، پھر پکڑ لے تم کو آفت ایک بڑے دن کی، پھر کونچیں کاٹیں اس اونٹنی کی پھر کل کو رہ گئے پچھتاتے، پھر آ پکڑا اُن کو عذاب نے البتہ اس بات میں نشانی ہے، اور اُن میں بہت لوگ نہیں ماننے والے، اور تیرا رب وُہی ہے زبردست رحم کرنے والا۔"

(۵) "اور ہم نے بھیجا تھا ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو کہ بندگی کرو اللہ کی، پھر وہ تو دو فرقے ہو کر لگے جھگڑنے، کہا اے میری قوم! کیوں جلدی مانگتے ہو برائی کو پہلے بھلائی سے؟ کیوں نہیں گناہ بخشواتے اللہ سے؟ شاید تم پر رحم ہو جائے۔ بولے ہم نے منحوس قدم دیکھا تجھ کو اور تیرے ساتھ والوں کو، کہا تمہاری بُری قسمت اللہ کے پاس ہے، تمہارا کہنا صحیح نہیں بلکہ تم جانچے جاتے ہو۔

نو بدمعاشوں کا انجام

اور تھے اس شہر میں نو شخص کہ خرابی کرتے ملک میں اور اصلاح نہ کرتے، بولے کہ آپس میں قسم کھاؤ اللہ کی کہ البتہ رات کو جا پڑیں ہم اُس پر اور اُس کے گھر پر، پھر کہہ دیں گے اس کے دعویٰ کرنے والے کو، ہم نے نہیں دیکھا جب تباہ ہوا اُس کا گھر اور ہم بے شک سچ کہتے ہیں۔ اور انہوں نے بنائی ایک خفیہ تدبیر اور ہم نے بنائی ایک پوشیدہ تدبیر اور اُن کو خبر نہ ہوئی پھر دیکھ لے کیسا ہوا انجام اُن کے فریب کا کہ ہلاک کر ڈالا ہم نے اُن کو اور اُن کی قوم کو سب کو، سو یہ پڑے ہیں اُن کے گھر ڈھے ہوئے بسبب ان کے انکار کے، البتہ اس میں نشانی ہے اُن لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں، اور بچا دیا ہم نے ان کو جو یقین لائے تھے اور بچتے رہے تھے۔" (النمل: ع ۴)

(۶) اور جو ثمود تھے، سو ہم نے ان کو راہ بتائی پھر ان کو پسند آیا

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

اندھا رہنا راہ سوجھنے سے، پھر پکڑا ان کو کڑک نے ذلت کے عذاب کی، بدلہ اس کا جو کماتے تھے اور بچا دیا ہم نے ان لوگوں کو جو یقین لائے تھے اور بچ کر رہتے تھے (برائی سے)۔" (فصلت)

(۷) اور نشانی ہے ثمود میں، جب کہا ان کو فائدہ اٹھا لو ایک وقت تک۔ پھر شرارت کرنے لگے اپنے رب کے حکم سے، پھر پکڑا ان کو کڑک نے اور وہ دیکھتے تھے پھر نہ ہو سکا ان سے کہ اُٹھیں اور نہ ہوئے کہ بدلہ لیں۔ (الذاریات:ع۱)

(۸) اور یہ کہ اُس نے غارت کیا عادِ اوّل کو، اور ثمود کو پھر کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ (النجم:ع ۳)

اللہ کی اونٹنی قتل کر دی گئی

(۹) جھٹلایا ثمود نے ڈر سنانے والوں کو، پھر کہنے لگے کیا ایک آدمی ہم میں کا اکیلا، ہم اس کے کہے پر چلیں گے تو ہم غلطی میں پڑے اور آگ میں جھکے، کیا اُتری اسی پر نصیحت ہم سب میں سے؟ کوئی نہیں! یہ جھوٹا ہے بڑائی مارتا ہے، اب جان لیں گے کہ کل کو کون ہے جھوٹا بڑائی مارنے والا، ہم بھیجتے ہیں اونٹنی ان کے جانچنے کے واسطے، سو انتظار کر اُن کا اور سہتا رہ، اور سُنا دے ان کو کہ پانی کی تقسیم ہے، اُن میں ہر ایک (فریق) اپنی باری پر پہنچے، پھر پکارا انہوں نے اپنے رفیق کو پھر ہاتھ چلایا اور کاٹ ڈالا، پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ ہم نے بھیجی اُن پر ایک (خوفناک) چیخ، پھر رہ گئے جیسے روندی ہوئی باڑ کانٹوں کی، اور ہم نے آسان کر دیا قرآن کو سمجھنے کے لئے، پھر ہے کوئی سوچنے والا؟" (القمر:ع۲)

(۱۰) جھٹلایا ثمود اور عاد نے اس کھڑکھڑانے والی (بات) کو سو جو ثمود تھے سو غارت کر دیئے گئے اُچھال کر (سخت بھونچال سے) جھٹلایا

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

ثمود نے اپنی شرارت سے جب اُٹھ کھڑا ہوا اُن میں کا بد بخت، پھر کہا ان کو اللہ کے رسول نے خبردار رہو اللہ کی اونٹنی سے اور اس کے پانی پینے کی باری سے، پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا، پھر پاؤں کاٹ ڈالے اُس کے، پھر اُلٹ مارا اُن کے رب نے بسبب ان کے گناہوں کے، پھر برابر کر دیا سب کو اور اللہ نہیں ڈرتا پیچھا کرنے سے۔" (الشمس)

عذاب کیسا تھا!

اللہ تعالیٰ نے قومِ ثمود پر عذاب کو بعض جگہ طاغیہ (دہشتناک) اور بعض جگہ صَیحہ (چیخ) فرمایا۔ اس لئے کہ یہ تمام تعبیرات ایک ہی حقیقت کے مختلف اوصاف کے اعتبار سے کی گئی ہیں تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ خدائے تعالیٰ کے اس عذاب کی ہولناکیاں کیسی گونا گوں تھیں۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ فرماتے ہیں:

تم ایک ایسی کوندنے والی بجلی کا تصور کرو جو بار بار اضطراب کے ساتھ چمکتی، کڑکتی اور گرجتی ہو اور اس طرح کوندر ہی ہو کہ کبھی مشرق میں ہے تو کبھی مغرب میں، اور جب ان تمام صفات کے ساتھ چمکتی، کوندتی، گرجتی، لرزتی، لرزاتی ہوئی کسی مقام پر ایک ہولناک چیخ کے ساتھ گرے تو اُس مقام اور اس کے نواح کا کیا حال ہوگا؟ یہ ایک معمولی اندازہ ہے اُس عذاب کا جو ثمود پر نازل ہوا اور اُن کو اور اُن کی بستیوں کو تباہ و برباد کر کے سرکشوں کی سرکشی اور مغروروں کے غرور کا انجام ظاہر کرنے کے لئے آنے والی نسلوں کے سامنے عبرت پیش کر گیا۔ ایک طرف ثمود پر یہ عذاب نازل ہوا اور دوسری جانب صالح علیہ السلام اور اُن کے پیرو مسلمانوں کو خدا نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور اُن کو اس عذاب سے محفوظ رکھا۔

قومِ ثمود کی بستیوں کے آثار آج بھی سعودی عرب میں موجود ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہٗ کچھ عرصہ قبل ان مقامات کا دورہ کر کے واپس لوٹے اور ان کا سفرنامہ ماہنامہ "البلاغ" میں شائع ہوا، اپنے موضوع سے متعلقہ مشاہدات ہم حضرت مولانا مدظلہٗ کے شکریہ کے ساتھ نذرِ قارئین کرتے ہیں:

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

قوم ثمود کی اُجڑی بستی ''الحجر'' (مدائن صالح)

اپنے میزبان جناب عبدالوحید کی گاڑی کے پیچھے پیچھے ہم قومِ ثمود کی اُجڑی بستی ''الحجر'' کی طرف روانہ تو ہو گئے تھے، جو اَب ''مدائن صالح'' کے نام سے مشہور ہے، مگر دل اُس ہولناک عذاب کے تصور سے ڈر رہا تھا جو اس قوم پر نازل ہوا تھا، اور قرآن کریم نے اُسے بار بار یاد دلایا ہے، ڈرنا بھی چاہئے کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے وہاں سے گزرے تو چہرۂ انور پر کپڑا ڈال لیا، اور ناقہ کو تیز کر دیا تھا، اور صحابہ کو تاکید فرمائی کہ کوئی شخص اِن ظالموں کے مکانات میں داخل نہ ہو، اور نہ یہاں کا پانی پیئے، نہ اس سے وضو کرے، سرنگوں روتے ہوئے اس طرف سے گزر جائیں، اور جن لوگوں نے غلطی اور لاعلمی سے پانی لے لیا تھا یا اُس پانی سے آٹا گوندھ لیا تھا اُن کو حکم ہوا کہ وہ پانی گرا دیں، اور وہ آٹا اونٹوں کو کھلا دیں۔ حجر پہنچ کر آپ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ کوئی شخص تنہا نہ نکلے۔

جس کنویں سے صالح علیہ السلام کی ناقہ (اونٹنی) پانی پیا کرتی تھی اُس کنویں سے پانی لینے کا حکم دیا، اس لئے کہ وہ کنواں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور غضبِ خداوندی سے پاک تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ کا کنواں

عبدالوحید صاحب ہمیں سب سے پہلے اُسی کنویں کی طرف لے گئے، یہ جگہ قومِ ثمود کے مکانات سے جن کا ذکر آگے آئے گا، خاصے فاصلے پر ہے۔ یہ کنواں غیر آباد جگہ پر اب بہت بڑے احاطے کے اندر ہے، احاطے کے لوہے کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا، وہ احاطہ ایسا برائے نام ہے کہ باہر سے بھی اندر کی دور تک پھیلی ہوئی خالی زمین نظر آتی ہے مگر کنواں نظر نہیں آتا، دروازے کے پاس ہی اندر ایک پرانا کمرہ تھا، عبدالوحید صاحب نے آوازیں دیں تو اُس میں سے ایک نوجوان جس کی وضع قطع بدوؤں کی سی تھی نمودار ہوا، مگر اُس نے تالا کھولنے سے انکار کر دیا، ہمارے میزبانوں نے ہم دور دراز کے مہمانوں کا تعارف کرا کے التجاء کی، تب بھی نہ مانا۔ بالآخر میں نے اُس کو دعائیں دیتے ہوئے درخواست کی تو راضی ہو گیا، اور تالا اس شرط پر کھولا کہ ہم کنویں کے پاس جا کر زیادہ نہیں

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

ٹھہریں گے جلد واپس آجائیں گے۔

کھلی زمین سے، جس میں یاد پڑتا ہے کچھ کھیتی باڑی کے آثار بھی تھے، گزر کر کنواں نظر آیا تو اس تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہ تھا، قسم قسم کی رکاوٹیں کھڑی تھیں۔ ہم تقریباً پانچ منٹ کے فاصلے ہی سے اُسے دیکھ سکے۔ مینڈ بھی زمین سے تقریباً پانچ فٹ اونچی پکی تعمیر کر دی گئی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اہتمام قصداً کیا گیا ہے کہ اُسے چھوا نہ جاسکے، اور نہ اُس کے اندر کوئی جھانک سکے۔

یہاں کے لوگ انبیاء کرام اور بزرگوں سے وابستہ مقامات کو اسی طرح بے نام و نشان اور لوگوں کی نظروں سے دور رکھنے کی کوشش غالباً اس وجہ سے کرتے ہیں کہ یہ حضرات بدعتوں کے بارے میں بہت زیادہ حساس ہیں، انہیں ایسے ہر مقام پر یہ ڈر رہتا ہے کہ دینی تعلیمات سے ناواقف لوگ طرح طرح کی بدعات کرنے لگیں گے۔ یہ ڈر بالکل بے بنیاد بھی نہیں، کیونکہ بہت سے ضعیف العقیدہ عوام اس طرح کی حرکتیں کرتے بھی ہیں، لیکن اس بہت زیادہ حساسیت نے ایسے مقامات کا راستہ اُن لوگوں کے لئے بھی روک دیا ہے جو بدعات وخرافات سے بحمد اللہ بہت دور ہیں، بلکہ مدینہ طیبہ کے اہم تاریخی کنویں ''بیر بضاعۃ'' اور ''بیر اَرِیس'' تو جن کی ہم نے ماضی میں زیارت کی تھی، اب بالکل ناپید ہی ہوگئے ہیں۔

اِنا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون.

اب جس کنویں کے پاس ہم کھڑے تھے اس کی قدامت اور تاریخی اہمیت تو ظاہر ہی ہے، اس کا بابرکت ہونا اس لئے ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ جس کو قرآن حکیم میں ''نـاقة اللّٰه'' فرمایا گیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص نشانی اور حضرت صالح علیہ السلام کی حقانیت کی دلیل کے طور پر پیدا فرمایا تھا وہ اسی کنویں سے پانی پینے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور تھی، جس کی تفصیل آپ آگے پڑھیں گے۔ غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام یہاں ٹھہرے تھے، اور صحابہ کرام نے آپ کے حکم پر اس کنویں سے پانی بھی بھرا تھا[1]...... مگر ہم اس کا پانی نہ پی سکے۔

---

[1] فتح الباری، ج۶ص ۳۸۰، کتاب الانبیاء۔ وفیصلہ "هيئة كبار العلماء" بحواله مسند احمد عن ابن عمر رضی الله عنهما معجم و تاریخ القریٰ فی وادی القریٰ ص ۷۶

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

بہر حال اس کے بعد ہمارے میزبان جناب عبدالوحید کی گاڑی نے خاص اُس جگہ کا رُخ کیا جہاں قومِ ثمود کے پہاڑوں سے بنے ہوئے گھر خالی پڑے ہیں۔ یہ پہاڑوں سے گھری ہوئی وادی ہے، ان ہی پہاڑوں کو تراش کر اور کھود کھود کر اُس قوم نے اپنے محفوظ مکانات بنائے تھے۔

اس علاقے کی موجودہ صورت حال

پیچھے عرض کر چکا ہوں کہ یہ سارا علاقہ پانی سے مالا مال ہے، ۱۳۹۲ھ میں لوگوں نے سوال اٹھایا کہ مدائن صالح میں اگر رہائش اختیار کی جائے تو اس کا جواز ہے یا نہیں؟ اُس وقت سعودی عرب کے فرماں روا ملک فیصل نے یہ مسئلہ سعودی علماء کرام کی اعلیٰ ترین کونسل "هيئة كبار العلماء" کے سامنے پیش کیا۔ قرآن کریم نے قومِ ثمود کی بستی کا نام "اَلْحِجر" بتلایا ہے، مگر اب یہ "مدائن صالح" کے نام سے بھی مشہور ہے اور اس کی آبادی دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ شرعی حکم اور فتویٰ جاری کرنے کے لئے ضروری تھا کہ "مدائن صالح" میں اُن حدود کا تعین کیا جائے جو ثمودی دور کے "اَلْحِجر" میں یقینی طور پر داخل تھیں اس لئے علماء کرام کی اس کونسل نے علاقے کا خود بھی وہاں پہنچ کر اور پہاڑوں اور وادیوں وغیرہ میں جا جا کر مشاہدہ کیا، اور متعلقہ ماہرین سے بھی جغرافیائی اور تاریخی سروے کروایا۔

سعودی علماء کرام اور حکومت کا فیصلہ

اس کے نتیجے میں جن جن علاقوں، پہاڑوں، زمینوں اور کنوؤں کے بارے میں آثار اور یقینی دلائل سے ثابت ہو گیا کہ یہ ثمودی دور ہی کے "اَلْحِجر" کا حصہ ہیں، اُن کے متعلق قرآن وسنت کی روشنی میں یہ فتویٰ صادر کیا کہ ان میں رہائش جائز نہیں اور زراعت بھی ناجائز ہے اور ان کے علاوہ باقی مقامات جن کے متعلق یہ یقین حاصل نہ ہو سکا، اُن کے بارے میں کونسل کا اکثریتی فیصلہ یہ ہوا کہ وہاں رہائش اور زراعت دونوں جائز ہیں۔ (اگرچہ وہ موجودہ دور کے مدائن صالح "اَلْحِجر" ہی کے علاقے میں ہیں) اور فقہ کے اس قاعدے سے استدلال کیا کہ "اصل اشیاء میں اباحت ہے" یعنی جب تک کسی چیز کی ممانعت شرعی دلیل سے ثابت نہ ہو وہ جائز ہی رہے گی۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

چنانچہ حکومت نے اُسی وقت سے پہاڑوں سے گھرے ہوئے اس علاقے کو رہائش اور زراعت و باغبانی کے لئے ممنوع قرار دیا ہے اور پہاڑوں کے درمیان خالی جگہوں میں خاردار تار اور دوسری رکاوٹیں کھڑی کر کے صرف اتنے راستے کو کھلا رکھا ہے جس سے گاڑیاں، وہاں پر موجود پہرے داروں کی چوکی سے اجازت لے کر اندر داخل ہو سکیں، اور جگہ جگہ سائن بورڈ نصب کر کے ہدایات لکھ دی گئی ہیں۔

رہا مدائن صالح (موجودہ الحجر) کا باقی علاقہ تو حکومت نے باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے وہاں کی قابل زراعت زمینوں کو مقامی باشندوں اور دوسرے اہل وطن میں تقسیم کر دیا ہے، اب یہاں قبیلہ "عـنـزہ" کے لوگ آباد ہیں، اب سے تقریباً دس سال پہلے کے اندازوں کے مطابق یہاں کی آبادی تقریباً چھ ہزار (۶۰۰۰) افراد پر مشتمل ہے، تجارت و زراعت اور گلہ بانی ان کا ذریعۂ معاش ہے، لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ ابتدائی (پرائمری) اور متوسط (مڈل) درجے کے مدارس (سکول) موجود ہیں، اور دیگر سرکاری ادارے قائم ہیں۔ ممنوعہ علاقے سمیت یہ پورا علاقہ انتظامی طور پر شہر "العلاء" کے تابع ہے۔

(معجم و تاریخ القریٰ فی وادی القریٰ، ص ۷۵ تا ۷۸، ص ۳۱۸)

اسلامی خلافت کا یادگار ریلوے اسٹیشن

یہاں کا تاریخی ریلوے اسٹیشن اُس زمانے کے سب سے بڑی اسٹیشنوں میں شمار کیا گیا ہے، یہ سولہ عمارتوں پر مشتمل ہے۔ اسلامی خلافت کے آخری فرماں روا سلطان عبدالحمید ثانی "جن کا دورِ خلافت سنہ ۱۲۹۳ھ سے ۱۳۲۷ھ (۱۸۷۶ء، ۱۹۰۹ء) تک تقریباً ۳۳ سال جاری رہا ہے، یہ اسٹیشن ان کے دور میں ۱۳۲۵ھ میں مکمل ہوا تھا، اور ۱۳۳۶ھ تک، یعنی گیارہ سال مصروفِ عمل رہا، یہاں تک کہ ترکی، شام اور اُردن کو مدینہ منورہ سے ملانے والی اس عظیم ریلوے لائن کے المناک خاتمے کے ساتھ یہ اسٹیشن بھی معطل ہو کر رہ گیا، اور یہاں کی عمارتیں، ریلوے انجن، ریلیں، بوگیاں، ڈبے اور ریلوے کی ورکشاپ ساکت و جامد کھڑی کی کھڑی رہ گئیں، جو زبانِ حال سے اسلامی خلافت، اور مسلم اتحاد کے خلاف برطانوی استعمار کی سازشوں کی شرمناک داستان اب بھی سنا رہی ہیں، اس سازشی

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

منصوبے کو عملی جامہ مشہور انگریز ''لارنس'' نے پہنایا تھا، اُس کا یہ منصوبہ ''حکمت عملی کے پانچ ستون'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (معجم وتاریخ القریٰ فی وادی القریٰ، ص ۳۱۷،۳۱۸)

مجھے حال ہی میں ایک عربی کتاب ''معجم وتاریخ القریٰ فی وادی القریٰ'' مدینہ طیبہ سے دستیاب ہوئی ہے، یہ اب سے دس سال قبل شائع ہوئی تھی۔ اس کا مصنف ''زین بن معزی بن صالح الحزی'' خود ''وادی القریٰ'' ہی کا باشندہ ہے اُس نے اس علاقے کی ساری بستیوں، پہاڑوں اور وادیوں میں خود گھوم پھر کر اور چھان بین کر کے بہت مفید معلومات درج کی ہیں، یہی وجہ ہے کہ مجھے اس کتاب سے ان علاقے کے بارے میں بہت سی نئی معلومات ایسی حاصل ہوئی ہیں جو تاریخ کی کتابوں کہیں نہیں ملتیں، اس میں مصنف نے ''العلا'' اور مدائن صالح'' کے علاوہ ''وادی القریٰ'' کی دیگر کئی بستیوں میں بھی یادگار ریلوے اسٹیشنوں کا ذکر تفصیل سے کیا ہے، یہ اسٹیشن اتنے قریب قریب ہونے سے خیال ہوتا ہے کہ اس بین الممالک ریلوے لائن پر اُس زمانے میں شاید یہاں مقامی ریلیں (لوکل ٹرینیں) بھی چلتی تھیں جو اب افسانہ ماضی بن کر رہ گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سعودی حکومت نے اِن پرانی عمارتوں کی مرمت کرا کے اب ان کا استعمال مختلف مقاصد میں شروع کر دیا ہے...... اس ساری صورت حال سے گزر کر اب میں قوم ِثمود کی اُجڑی بستی کی طرف آتا ہوں۔

''تو یہ پڑے ہیں ان کے گھر ویران''

ہم تین گاڑیوں میں پہرے کی چوکی سے اجازت لے کر لرزتے دل کے ساتھ، اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی اور پناہ مانگتے ہوئے اس ممنوعہ علاقے میں داخل ہوئے تو ہمارے سامنے میلوں میل تک پہاڑوں سے بنے ہوئے مکانات سے گھری ایک ویران وادی تھی بس ارے مکانات، جو فنِ سنگ تراشی کے عجیب وغریب نمونے ہیں، خالی پڑے تھے۔ ان پر نظر پڑتے ہی قرآن حکیم کی یہ آیت جو ان ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، بے ساختہ زبان پر آ گئی کہ:

وَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

يَعْلَمُوْنَ O (النمل : ۵۲)

''تو یہ پڑے ہیں ان کے گھر ویران، ان کے ظلم کی وجہ سے، بلاشبہ اس میں بڑی عبرت ہے عقل ودانش رکھنے والوں کے لئے۔''

یہ سارے مکانات جہاں اپنے بنانے والوں کی فنِ سنگ تراشی میں حیرتناک مہارت کا، اور اُن کی جسمانی قوت اور ظاہری شان وشوکت کا پتہ دیتے ہیں، وہیں ان کی سرکشی، تکبر اور کفر وشرک کے نتیجہ میں اُن کی عبرت ناک تباہی کی دردناک داستان بھی سنانے کے لئے موجود ہیں۔

قوم ثمود کی عبرت ناک داستان

قرآن حکیم نے اس قوم کی عبرت ناک داستان، اپنے خاص ناصحانہ اور معجزانہ انداز میں بائیس سورتوں میں متفرق طور پر بیان کی ہے، کہیں کسی قدر تفصیل سے، کہیں مختصر اور کہیں بہت مختصر، وہ سورتیں یہ ہیں:

(۱) سورۃ الاعراف	(۲) سورۃ التوبہ	(۳) سورۃ ہود	(۴) سورۃ ابراہیم
(۵) سورۃ الحجر	(۶) سورۃ الاسراء	(۷) سورۃ الحج	(۸) سورۃ الفرقان
(۹) سورۃ الشعراء	(۱۰) سورۃ النمل	(۱۱) سورۃ العنکبوت	(۱۲) سورۃ صٓ
(۱۳) سورۃ المومن	(۱۴) سورۃ حٰم سجدہ	(۱۵) سورۃ قٓ	(۱۶) سورۃ الذّٰریٰت
(۱۷) سورۃ النجم	(۱۸) سورۃ القمر	(۱۹) سورۃ الحاقہ	(۲۰) سورۃ البروج
(۲۱) سورۃ الفجر	(۲۲) سورۃ الشمس		

مگران کے شہر کا نام ''الحجر'' صرف ایک سورۃ (''الحجر'' آیت: ۸۰) میں بتایا ہے، اور اسی لئے اس سورۃ کا نام بھی ''الحجر'' ہے۔ قرآن حکیم میں کسی اور جگہ اس شہر کا نام ذکر نہیں فرمایا گیا، یہی وہ عبرت ناک اُجاڑ دیار ہے جس کا ہم استغفار کرتے اور اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے گاڑیوں میں بیٹھے دورہ کر رہے تھے۔ اور کسی کسی مکان کے پاس گاڑی سے اتر بھی جاتے تھے۔

واقعہ اس شہر کا، اور اس میں دادِ عیش دینے والی قوم ''ثمود'' کا یہ ہوا کہ آپ قوم

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

عاد کے تذکرے میں دیکھ چکے ہیں کہ "عاد" اور "ثمود" ایک ہی دادا کی اولاد میں دو شخصوں کے نام ہیں، ان کی اولاد بھی ان کے نام سے موسوم ہو کر دو قومیں بن گئیں، ایک قوم "عاد" دوسری قوم "ثمود" کہلاتی ہے۔ ان دونوں قوموں کے واقعات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت پہلے کے ہیں۔

قومِ عاد کی طرح قومِ ثمود بھی دولت مند، طاقت ور، اور بہادر قوم تھی، اس قوم کو سنگ تراشی کی صنعت اور فن تعمیر میں خاص مہارت دی گئی تھی، کھلی زمین میں بڑے بڑے محلات بناتے تھے اور پہاڑوں کو تراش کر اور کھود کر ان کے شاندار گھر بناتے تھے۔

(ماہنامہ البلاغ کراچی۔ مئی، جون ۲۰۰۶ء)

قوم ثمود کے نو بدمعاش

ثمود کے شہر میں نو فسادی شخص تھے جن کی طبیعت میں اصلاح تھی ہی نہیں یہی ان کے رؤسا اور سردار تھے انہی کے مشورے اور حکم سے اونٹنی کو مار ڈالا گیا تھا ان کے نام یہ ہیں رعی، رعم، ھرم، ھریم، داب، صواب، مطع، قدار بن سالف یہی آخری شخص وہ ہے جس نے اپنے ہاتھ سے اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں۔ اس ناپاک گروہ نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ آج رات کو صالح کو اور اس کے گھرانے کو قتل کر ڈالو اس پر سب نے حلف اٹھائے اور مضبوط عہد و پیمان کیے۔ لیکن یہ لوگ حضرت صالح تک پہنچیں اس سے پہلے عذاب الٰہی ان تک پہنچ گیا اور ان کا ستیاناس کر دیا۔ اوپر سے ایک چٹان لڑھکتی ہوئی آئی اور ان سب سرداروں کے سر پھوٹ گئے، سارے ہی ایک ساتھ مر گئے۔ ان کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے خصوصاً جب انہوں نے حضرت صالح والی اونٹنی کو قتل کیا۔ اور دیکھا کہ کوئی عذاب نہیں آیا تو اب نبی اللہ علیہ السلام کے قتل پر آمادہ ہوئے۔ مشورے کئے کہ چپ چاپ اچانک اسے اور اس کے بال بچوں اور اس کے والی وارثوں کو ہلاک کر دو اور قوم سے کہہ دو کہ ہمیں کیا خبر؟

سب کے دماغ پاش پاش

اگر صالح نبی ہے تو وہ ہمارے ہاتھ لگنے کا نہیں ورنہ اسے بھی اس کی اونٹنی کے ساتھ سلا دو اس ارادے سے چلے راہ میں ہی تھے جو فرشتے نے پتھر سے ان سب کے دماغ

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

پاش پاش کر دیئے ان کے مشوروں میں جو اور جماعت شریک تھی انہوں نے جب دیکھا کہ انہیں گئے ہوئے عرصہ ہوا واپس نہیں لوٹے تو یہ خبر لینے چلے دیکھا کہ سب کے سر پھٹے ہوئے ہیں بھیجے نکلے پڑے ہیں اور سب مردہ ہیں۔ انہوں نے حضرت صالح پر ان کے قتل کی تہمت رکھی اور انہیں مار ڈالنے کے لئے نکلے لیکن ان کی قوم ہتھیار لگا کر آ گئی اور کہنے لگی دیکھو اس نے تم سے کہا ہے کہ تین دن میں عذاب اللہ تم پر آئے گا تم یہ تین دن گذرنے دو۔ اگر یہ سچا ہے تو اس کے قتل سے اللہ کو اور ناراض کرو گے اور زیادہ سخت عذاب آئیں گے اور اگر یہ جھوٹا ہے تو پھر تمہارے ہاتھ سے بچ کے کہاں جائے گا؟ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے۔ فی الواقع ان سے نبی اللہ حضرت صالح علیہ السلام نے صاف فرما دیا تھا کہ تم نے اللہ کی اونٹنی کو قتل کیا ہے تو تم اب تین دن تک مزے اڑا لو پھر اللہ کا سچا وعدہ ہو کر رہے گا۔ یہ لوگ حضرت صالح کی زبانی یہ سب سن کر کہنے لگے یہ تو اتنی مدت کہہ رہا ہے آؤ ہم آج ہی اس سے فارغ ہو جائیں جس پتھر سے اونٹنی نکلی تھی اسی پہاڑی پر حضرت صالح علیہ السلام کی ایک مسجد تھی جہاں آپ نماز پڑھا کرتے تھے انہوں نے مشورہ کیا کہ جب وہ نماز کو آئے اسی وقت راہ میں ہی اس کا کام تمام کر دو۔ جب پہاڑی پر چڑھنے لگے تو دیکھا کہ اوپر سے ایک چٹان لڑھکتی ہوئی آ رہی ہے اس سے بچنے کے لئے ایک غار میں گھس گئے چٹان آ کر غار کے منہ پر اس طرح ٹھہر گئی کہ منہ بالکل بند ہو گیا سب کے سب ہلاک ہو گئے اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ کہاں گئے؟ انہیں یہاں یہ عذاب آیا وہاں باقی والے وہیں ہلاک کر دیئے گئے نہ ان کی خبر انہیں ہوئی اور نہ ان کی انہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

موت سے ڈر کر بھاگنے والوں کا

عبرتناک انجام

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر کے مارے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا مر جاؤ پھر انہیں زندہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔'' (البقرہ۔ پارہ ۲، رکوع آخری)

زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ لوگ چار ہزار تھے ایک اور روایت میں ہے کہ آٹھ ہزار تھے۔ بعض نو ہزار کہتے ہیں، بعض چالیس ہزار بتاتے ہیں، بعض تیس ہزار سے کچھ اوپر بتاتے ہیں یہ لوگ ذاوردان بازروروان نامی بستی کے تھے۔ جو واسط کی طرف ہے۔ بعض کہتے ہیں اسی بستی کا نام اذرعات تھا۔ یہ لوگ طاعون کے مارے اپنے شہر کو چھوڑ کے بھاگے تھے۔ ایک بستی میں جب پہنچے وہیں اللہ کے حکم سے سب مر گئے اتفاق سے ایک نبی کا وہاں سے گزر ہوا۔ ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر زندہ کر دیا۔ بعض کہتے ہیں ایک چٹیل صاف ہوادار کھلے پرفضا میدان میں ٹھہرے تھے اور دو فرشتوں کی چیخ سے ہلاک کئے گئے تھے جب ایک لمبی مدت گزر چکی ان کی ہڈیوں کا چونا ہو گیا، اس جگہ بستی

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

بس گئی۔

حزقیلؑ کی آمد اور معجزہ

تب حزقیل نامی ایک نبی وہاں سے نکلے انہوں نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ قبول فرمائی اور حکم دیا کہ تم کہو کہ اے بوسیدہ ہڈیو اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم سب جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ ہر ہر جسم کی ہڈیوں کا ڈھانچہ کھڑا ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گیا کہ ندا کرو کہ اے ہڈیو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم گوشت پوست رگیں پٹھے بھی جوڑ لو۔ چنانچہ اللہ کے اس نبی کے دیکھتے ہوئے یہ بھی ہو گیا۔ پھر آواز لگائی کہ اے روحو اللہ تعالیٰ کا تمہیں حکم ہو رہا ہے کہ ہر ہر روح اپنے قدیم جسم میں آجائے۔

چنانچہ یہ سب جس طرح ایک ساتھ مرے تھے اسی طرح ایک ساتھ جی اٹھے اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا ﴿سُبْحَانَكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ﴾ اے اللہ! تو پاک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ دلیل ہے قیامت کے دن اسی جسم کے ساتھ دوبارہ جی اٹھنے کی۔

اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بھاری فضل و کرم ہے کہ وہ زبردست ٹھوس نشانیاں اپنی قدرت قاہرہ کی دکھا رہا ہے لیکن باوجود اس کے بھی لوگ ناقدرے اور بے شکرے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور جائے پناہ نہیں۔ یہ لوگ وبا سے بھاگے تھے اور زندگی کے حریص تھے تو اس کے خلاف عذاب آیا اور فوراً ہلاک ہو گئے۔ (البقرہ ۲۴۴)

(قصص القرآن، علامہ ابن کثیرؒ)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ

حضرت یونس بن متی علیہ السلام کو موصل کے علاقے کی بستی نینوا کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا آپ نے اللہ کی راہ کی دعوت دی لیکن قوم ایمان نہ لائی آپ وہاں سے ناراض ہو کر چل دیئے اور ان لوگوں سے کہنے لگے کہ تین دن میں تم پر عذاب اللہ آ جائے گا جب انہیں اس بات کی تحقیق ہو گئی اور انہوں نے جان لیا کہ انبیاء جھوٹے نہیں ہوتے تو یہ سب کے سب چھوٹے بڑے مع اپنے جانوروں اور مویشوں کے جنگل میں نکل کھڑے ہوئے بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا اور بلک بلک کر نہایت گریہ وزاری سے جناب باری میں فریاد شروع کر دی۔ ادھر ان کی بین و بکا ادھر جانوروں کی بھیانک صدا غرض رحمت اللہ متوجہ ہو گئی عذاب اٹھا لیا گیا فرمان ہے۔

فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ ۝ الخ

"یعنی عذابوں کی تحقیق کے بعد کے ایمان نے کسی کو نفع دیا بجز قوم یونس کے کہ ان کے ایمان کی وجہ سے ہم نے ان پر سے عذاب ہٹا لئے اور دنیا کی رسوائی سے انہیں بچا لیا اور موت تک کی مہلت دے دی۔"

اللہ کا پیغمبر مچھلی کے پیٹ میں

حضرت یونسؑ یہاں سے چل کر ایک کشتی میں سوار ہوئے آگے جا کر طوفان کے آثار نمودار ہوئے قریب تھا کہ کشتی ڈوب جائے مشورہ یہ ہوا کہ کسی آدمی کو دریا میں ڈال دینا چاہئے۔ کہ وزن کم ہو جائے قرعہ حضرت یونسؑ کے نام کا نکلا لیکن کسی نے آپ کو دریا میں ڈالنا پسند نہ کیا دوبارہ قرعہ اندازی ہوئی آپ ہی کا نام نکلا تیسری مرتبہ پھر قرعہ ڈالا ان کی

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

مرتبہ بھی آپ ہی کا نام نکلا چنانچہ خود قرآن میں ہے۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ

اب حضرت یونسؑ خود کھڑے ہو گئے کپڑے اتار کر دریا میں کود پڑے بحر اخضر سے بحکم اللہ ایک مچھلی پانی کاٹتی ہوئی آئی اور آپ کو لقمہ کر گئی لیکن بحکم اللہ نہ آپ کی ہڈی توڑی نہ جسم کو کچھ نقصان پہنچایا آپ اس کے لئے غذا نہ تھے بلکہ اس کا پیٹ آپ کے لئے قید خانہ تھا اسی وجہ سے آپ کی نسبت مچھلی کی طرف کی گئی۔

تین اندھیروں میں

اب دیکھئے سمندر کے تلے کا اندھیرا پھر مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا پھر رات کا اندھیرا یہ اندھیرے سب جمع تھے آپ نے سمندر کی تہ کی کنکریوں کی تسبیح سنی اور خود بھی تسبیح کرنی شروع کی۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں گئے پہلے تو سمجھے کہ میں مر گیا پھر پیر کو ہلایا تو وہ ہلا یقین ہوا کہ میں زندہ ہوں وہیں سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے باری تعالیٰ میں نے تیرے لئے اس جگہ کو مسجد بنایا جسے اس سے پہلے کسی نے جائے سجود نہ بنائی ہو گی۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں چالیس دن آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔

واقعہ کی تفصیلات

ابن جریر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو قید کا ارادہ کیا تو مچھلی کو حکم دیا کہ آپ کو نگل لے لیکن اس طرح کہ نہ ہڈی ٹوٹے نہ جسم پر کھرچ آئے۔ جب آپ سمندر کی تہ میں پہنچے تو وہاں تسبیح سن کر حیران رہ گئے وحی آئی کہ یہ سمندر کے جانوروں کی تسبیح ہے چنانچہ آپ نے بھی تسبیح اللہ شروع کر دی۔ اسے سن کر فرشتوں نے کہا باری تعالیٰ یہ آواز تو بہت دور کی اور بہت کمزور ہے کس کی ہے ہم تو نہیں پہچان سکے۔ جواب ملا کہ یہ میرے بندے یونسؑ کی آواز ہے جسے میں نے مچھلی کے پیٹ کے قید خانے میں ڈال دیا ہے۔ انہوں نے کہا پروردگار ان کے نیک اعمال تو دن رات کے ہر وقت چڑھتے ہی رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش قبول فرمائی، اور مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو کنارے پر اگل دے۔ تفسیر ابن کثیر کے ایک نسخے میں یہ روایت

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو یونسؑ بن متی سے افضل کہے اللہ کے بندے اس نے اندھیریوں میں اپنے رب کی تسبیح بیان کی ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب یونسؑ نے یہ دعا کی تو یہ کلمات عرش کے اردگرد گھومنے لگے فرشتے کہنے لگے بہت دور دراز کی یہ آواز ہے لیکن کان اس سے پہلے آشنا ضرور ہیں آواز بہت ضعیف ہے۔ جناب باری نے فرمایا کیا تم نے پہچانا نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے۔ فرشتوں نے کہا وہی یونس جس کے پاک عمل قبول شدہ ہر روز تیری طرف چڑھتے تھے اور جن کی دعائیں تیرے پاس مقبول تھیں اے اللہ جیسے وہ آرام کے وقت نیکیاں کرتا تھا تو اس مصیبت کے وقت اس پر رحم کر۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو بغیر کسی تکلیف کے کنارے پر اگل دے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور غم سے نجات دے دی ان اندھیریوں سے نکال دیا اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں وہ مصیبتوں میں گھر کر ہمیں پکارتے ہیں اور ہم ان کی دست گیری فرما کر تمام مشکلیں آسان کر دیتے ہیں۔ خصوصاً جو لوگ اس دعائے یونس کو پڑھیں جس کی سید الانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دلائی ہے۔

دعائے یونسؑ کی برکات

مسند احمد ترمذی وغیرہ میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں گیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے میں نے سلام کیا آپ نے مجھے بغور دیکھا اور میرے سلام کا جواب نہ دیا میں نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے آ کر شکایت کی آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان سے واقعہ کہا کہ آپ نے ایک مسلمان بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایا نہ یہ آئے نہ انہوں نے سلام کیا نہ یہ کہ میں نے انہیں جواب نہ دیا۔ اس پر میں نے قسم کھائی تو آپ نے بھی میرے مقابلے میں قسم کھالی پھر کچھ خیال کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے توبہ استغفار کیا اور فرمایا ٹھیک ہے کہ آپ نکلے تھے لیکن میں اس وقت اپنے دل سے وہ بات کہہ رہا تھا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی واللہ جب مجھے وہ یاد آتی ہے میری

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

آنکھوں پر ہی نہیں بلکہ میرے دل پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو اس کی خبر دیتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے اول دعا کا ذکر کیا ہی تھا کہ جو ایک اعرابی آ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی باتوں میں مشغول کر لیا بہت وقت گزر گیا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھے اور مکان کی طرف تشریف لے چلے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو لیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے قریب پہنچ گئے مجھے ڈر ہوا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر نہ چلے جائیں اور میں رہ جاؤں تو میں نے زور زور سے زمین پر پاؤں مار مار کر چلنا شروع کیا میری جوتیوں کی آہٹ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ابو اسحٰق؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے میں نے کہا حضور آپ نے اول دعا کا ذکر کیا پھر وہ اعرابی آ گیا اور آپ کو مشغول کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہاں وہ دعا حضرت ذوالنون کی تھی جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی۔ یعنی

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

سنو جو بھی مسلمان جس کسی معاملے میں جب بھی اپنے رب سے یہ دعا کرے اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے جو بھی حضرت یونسؑ کی اس دعا کے ساتھ دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول کی جائیگی۔ ابو سعیدؓ فرماتے ہیں اسی آیت میں اس کے بعد ہی فرمان ہے ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ کا وہ نام جس سے وہ پکارا جائے تو قبول فرمالے اور جو مانگا جائے وہ عطا فرمائے گا وہ حضرت یونسؑ بن متی کی دعا میں ہے۔

یہ دعا سب کے لئے مفید ہے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ وہ حضرت یونسؑ کے لئے ہی خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے۔ فرمایا ان کے لئے خاص اور تمام مسلمانوں کے لئے عام جو بھی یہ دعا کرے کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اسے غم سے چھڑایا اور اسی طرح ہم مومنوں کو چھڑاتے ہیں۔ پس جو بھی اس دعا کو کرے اس سے اللہ کا قبولیت کا وعدہ ہو چکا ہے۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور

فرعون کے عبرتناک واقعات

فرعون کی طرف سے بچوں کے قتل کا حکم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ ایک روز فرعون اور اس کے ہم نشینوں میں اس بات کا ذکر آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ اُن کی ذریّت میں انبیاء اور بادشاہ پیدا فرماویں گے، بعض شرکاء مجلس نے کہا کہ ہاں بنی اسرائیل تو اس کے منتظر ہیں جس میں اُن کو ذرا شک نہیں کہ اُن کے اندر کوئی نبی ورسول پیدا ہوگا اور پہلے ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ نبی یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہیں، جب ان کی وفات ہوگئی تو کہنے لگے کہ ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا گیا تھا یہ اس کے مصداق نہیں (کوئی اور نبی ورسول پیدا ہوگا جو اس وعدہ کو پورا کرے گا) فرعون نے یہ سنا تو (اس کو فکر لاحق ہوگئی کہ اگر بنی اسرائیل میں جن کو اُس نے غلام بنا رکھا تھا کوئی نبی ورسول پیدا ہوگیا تو وہ ان کو مجھ سے آزاد کرائے گا) اِس لئے حاضرین مجلس سے دریافت کیا کہ اس آفت سے بچنے کا کیا راستہ ہے؟ یہ لوگ آپس میں مشورے کرتے رہے اور انجام کار سب کی رائے اس پر متفق ہوگئی کہ (بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اُس کو ذبح کر دیا جائے اس کے لئے) ایسے سپاہی مقرر کر دیئے گئے جن کے ہاتھوں میں چھریاں تھیں اور وہ بنی اسرائیل کے ایک ایک گھر میں جا کر دیکھتے تھے جہاں کوئی لڑکا نظر آتا اُس کو ذبح کر دیتے تھے۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور حفاظت کا انتظام

کچھ عرصہ یہ سلسلہ جاری رہنے کے بعد ان کو یہ ہوش آیا کہ ہماری سب خدمتیں اور محنت ومشقت کے کام تو بنی اسرائیل ہی انجام دیتے ہیں اگر یہ سلسلۂ قتل جاری رہا تو اُن کے بوڑھے تو اپنی موت مرجائیں گے اور بچے ذبح ہوتے رہے تو آئندہ بنی اسرائیل میں کوئی مرد نہ رہے گا جو ہماری خدمتیں انجام دے، نتیجہ یہ ہوگا کہ سارے مشقت کے کام ہمیں خود ہی کرنا پڑیں گے۔ اس لئے اب یہ رائے ہوئی کہ ایک سال میں پیدا ہونے والے لڑکوں کو چھوڑ دیا جائے، دوسرے سال میں پیدا ہونے والوں کو ذبح کردیا جائے اس طرح بنی اسرائیل میں کچھ جوان بھی رہیں گے جو اپنے بوڑھوں کی جگہ لے سکیں اور اُن کی تعداد اتنی زیادہ بھی نہیں ہوگی جس سے فرعونی حکومت کو خطرہ ہوسکے۔ یہ بات سب کو پسند آئی اور یہی قانون نافذ کردیا گیا (اب حق تعالیٰ کی قدرت وحکمت کا ظہور اس طرح ہوا کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ایک حمل اس وقت ہوا جبکہ بچوں کو زندہ چھوڑ دینے کا سال تھا، اس میں حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے، فرعونی قانون کی رُو سے اُن کے لئے کوئی خطرہ نہیں تھا، اگلے سال جو لڑکوں کے قتل کا سال تھا، اُس میں حضرت موسیٰ حمل میں آئے تو اُن کی والدہ پر رنج وغم طاری تھا کہ اب یہ بچہ پیدا ہوگا تو قتل کردیا جائے گا۔"[1]

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اس حکم کی تعمیل کردی، جب وہ تابوت کو دریا کے

---

[1] ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قصہ کو یہاں تک پہنچا کر فرمایا کہ اے ابن جبیر فتون یعنی آزمائش کا یہ پہلا موقع ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ابھی دنیا میں پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ اُن کے قتل کا منصوبہ تیار تھا۔ اس وقت حق تعالیٰ نے ان کی والدہ کو بذریعہ وحی الہام یہ تسلی دے دی کہ:

لا تخافی ولا تحزنی انّا رآدّوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین.

"یعنی تم کوئی خوف وغم نہ کرو (ہم اس کی حفاظت کریں گے اور کچھ دن جُدا رہنے کے بعد) ہم ان کو تمہارے پاس واپس کردیں گے پھر ان کو اپنے رسولوں میں داخل کرلیں گے۔"

جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوگئے تو اُن کی والدہ کو حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ اُس کو ایک تابوت میں رکھ کر دریا (نیل) میں ڈال دو۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

حوالہ کر چکی تو شیطان نے اُن کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ تُو نے کیا کام کیا؟ اگر بچہ تیرے پاس رہ کر ذبح بھی کر دیا جاتا تو اپنے ہاتھوں سے کفن دفن کر کے کچھ تو تسلی ہوتی، اب تو اس کو دریا کے جانور کھا جائیں گے (موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اسی رنج وغم میں مبتلا تھیں کہ) دریا کی موجوں نے تابوت کو ایک ایسی چٹان پر ڈال دیا جہاں فرعون کی باندیاں لونڈیاں نہانے دھونے کے لئے جایا کرتی تھیں۔ انہوں نے یہ تابوت دیکھا تو اٹھا لیا اور کھولنے کا ارادہ کیا تو اُن میں سے کسی نے کہا کہ اگر اس میں کچھ مال ہوا اور ہم نے کھول لیا تو فرعون کی بیوی کو یہ گمان ہوگا کہ ہم نے اس میں سے کچھ الگ رکھ لیا ہے، ہم کچھ بھی کہیں اُس کو یقین نہیں آئے گا، اس لئے سب کی رائے یہ ہوگئی کہ اس تابوت کو اسی طرح بند اٹھا کر فرعون کی بیوی کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

فرعون کی بیوی نے تابوت کھولا تو اس میں ایک ایسا لڑکا دیکھا جس کو دیکھتے ہی اُس کے دل میں اُس سے اتنی محبت ہوگئی جو اس سے پہلے کسی بچے سے نہیں ہوئی تھی (جو درحقیقت حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا ظہور تھا "والقیت علیک محبۃً منّی" دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بوسوسۂ شیطانی اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کو بھول گئیں اور حالت یہ ہوگئی کہ "فاصبح فؤادُ اُمّ موسیٰ فارغًا"......یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل ہر خوشی اور ہر خیال سے خالی ہوگیا (صرف موسیٰ علیہ السلام کی فکر غالب آگئی) ادھر جب لڑکوں کو قتل پر مامور پولیس والوں کو فرعون کے گھر میں ایک لڑکا آ جانے کی خبر ملی تو وہ چھریاں لے کر فرعون کی بیوی کے پاس پہنچ گئے کہ یہ لڑکا ہمیں دو تا کہ ذبح کر دیں[1]

آپ علیہ السلام قتل ہونے سے بچ گئے

فرعون کی بیوی نے ان لشکری لوگوں کو جواب دیا کہ ابھی ٹھہرو کہ صرف اس ایک لڑکے سے تو بنی اسرائیل کی قوت نہیں بڑھ جائے گی، میں فرعون کے پاس جاتی ہوں اور اس بچے کی جاں بخشی کراتی ہوں، اگر فرعون نے اس کو بخش دیا تو یہ بہتر ہوگا ورنہ تمہارے معاملے میں دخل نہ دوں گی، یہ بچہ تمہارے حوالے ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ فرعون کے پاس گئی اور کہا یہ بچہ

[1] ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہاں پہنچ کر پھر ابن جبیر رحمہ اللہ کو مخاطب کیا کہ اے ابن جبیر! فتون یعنی آزمائش کا (دوسرا) واقعہ یہ ہے۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔فرعون نے کہا کہ ہاں تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہونا تو معلوم ہے مگر مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ [1]

(بہرحال بیوی کے کہنے سے فرعون نے اس لڑکے کو قتل سے آزاد کر دیا) اب فرعون کی بیوی نے اس کو دودھ پلانے کے لئے اپنے آس پاس کی عورتوں کو بلایا، سب نے چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کی خدمت انجام دیں مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کسی کی چھاتی نہ لگتی "وحرمنا علیه المراضع من قبل" ......اب فرعون کی بیوی کو یہ فکر لاحق ہوگئی کہ جب کسی کا دودھ نہیں لیتے تو زندہ یہ کیسے رہیں گے، اس لئے اپنی کنیزوں کے سپرد کیا کہ اس کو بازار اور لوگوں کے مجمع میں لے جائیں شاید کسی عورت کا دودھ یہ قبول کرلیں۔

آپ علیہ السلام کے بچپن کے واقعات

اس طرف موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بے چین ہو کر اپنی بیٹی کو کہا کہ ذرا باہر جا کر تلاش کرو اور لوگوں سے دریافت کرو کہ اس تابوت اور بچہ کا کیا انجام ہوا؟ وہ زندہ ہے یا دریائی جانوروں کی خوراک بن چکا ہے؟ اس وقت تک اُن کو اللہ تعالیٰ کا وعدہ یاد نہیں آیا تھا، جو حالتِ حمل میں اُن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت اور چند روزہ مفارقت کے بعد واپسی کا کیا گیا تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن باہر نکلیں تو (قدرتِ حق کا یہ کرشمہ دیکھا کہ) فرعون کی کنیزیں اس بچے کو لئے دودھ پلانے والی عورتوں کی تلاش میں ہیں۔ جب انہوں نے یہ ماجرا دیکھا کہ بچہ کسی عورت کا دودھ نہیں لیتا اور کنیزیں پریشان ہیں تو اُن سے کہا کہ میں تمہیں ایک ایسے گھرانے کا پتہ دیتی ہوں جہاں مجھے اُمید ہے کہ یہ اُن کا دودھ بھی لیں گے اور وہ اس کو خیرخواہی و محبت کے ساتھ پالیں گے۔یہ سن کر ان کنیزوں نے ان کو اس شبہ میں پکڑ لیا کہ یہ عورت شاید اس بچے کی ماں یا کوئی عزیز خاص ہے، جو وثوق کے ساتھ یہ کہہ رہی ہے کہ وہ گھر والے اس کے خیرخواہ اور ہمدرد ہیں (اس وقت یہ بہن بھی

---

[1] اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کی قسم کھائی جاتی ہے اگر فرعون اس وقت بیوی کی طرح اپنے لئے بھی موسیٰ علیہ السلام کے قرۃ العین یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کا اقرار کر لیتا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ہدایت دے دیتا جیسا کہ اُس کی بیوی کو ہدایت و ایمان عطا فرمائی۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

پریشان ہوگئی)۔ [1]

اس وقت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے یہ بات بنائی اور کہا کہ میری مراد اس گھر والوں کے ہمدرد و خیر خواہ ہونے سے یہی تھی کہ فرعونی دربار تک اُن کی رسائی ہوگی اُس سے ان کو منافع پہنچنے کی اُمید ہوگی اس لئے وہ اس بچے کی محبت و ہمدردی میں کسر نہ کریں گے، یہ سن کر کنیزوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ یہ واپس اپنے گھر پہنچی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو واقعہ کی خبر دی، وہ اُن کے ساتھ اس جگہ پہنچیں جہاں یہ کنیزیں جمع تھیں۔ کنیزوں کے کہنے سے اُنہوں نے بھی بچے کو گود میں لے لیا، موسیٰ علیہ السلام فوراً اُن کی چھاتی سے لگ کر دودھ پینے لگے یہاں تک کہ پیٹ بھر گیا۔ یہ خوشخبری فرعون کی بیوی کو پہنچی کہ اس بچے کے لئے دودھ پلانے والی مل گئی۔ فرعون کی بیوی نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بُلوایا، انہوں نے آ کر حالات دیکھے اور یہ محسوس کیا کہ فرعون کی بیوی میری حاجت و ضرورت محسوس کر رہی ہے تو ذرا خودداری سے کام لیا۔ اہلیہ فرعون نے کہا کہ آپ یہاں رہ کر اس بچے کو دودھ پلائیں کیونکہ مجھے اس بچے سے اتنی محبت ہے کہ میں اس کو اپنی نظروں سے غائب نہیں رکھ سکتی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ میں تو اپنے گھر کو چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتی کیونکہ میری گود میں ایک بچہ ہے جس کو دودھ پلاتی ہوں، میں اس کو کیسے چھوڑوں۔ ہاں اگر آپ اس پر راضی ہوں کہ بچہ میرے سپرد کریں میں اپنے گھر رکھ کر اس کو دودھ پلاؤں اور یہ وعدہ کرتی ہوں کہ اس بچے کی خبر گیری اور حفاظت میں ذرا کوتاہی نہ کروں گی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اس وقت اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ بھی یاد آ گیا جس میں فرمایا کہ چند روز کی جدائی کے بعد ہم اُن کو تمہارے پاس واپس دے دیں گے، اس لئے وہ اور اپنی بات پر جم گئیں۔ اہلیہ فرعون نے مجبور ہو کر ان کی بات مان لی اور یہ اُسی روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لے کر اپنے گھر آ گئیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی نشوونما خاص طریقے پر فرمائی۔

حضرت آسیہؓ کی طرف سے آپؑ کا اکرام

جب موسیٰ علیہ السلام ذرا قوی ہو گئے تو اہلیہ فرعون نے اُن کی والدہ سے کہا کہ یہ

---

[1] ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس جگہ پہنچ کر پھر ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کو خطاب کیا کہ یہ (تیسرا) واقعہ فتون یعنی آزمائش کا ہے۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

بچہ مجھے لا کر دکھلا جاؤ (کہ میں اس کے دیکھنے کے لئے بے چین ہوں) اور اہلیہ فرعون نے اپنے سب درباریوں کو حکم دیا کہ یہ بچہ آج ہمارے گھر میں آ رہا ہے تم میں سے کوئی ایسا نہ رہے جو اس کا اِکرام نہ کرے اور کوئی ہدیہ اس کو پیش نہ کرے اور میں خود اس کی نگرانی کروں گی کہ تم لوگ اس معاملہ میں کیا کرتے ہو۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے ساتھ گھر سے نکلے اُسی وقت سے اُن پر تحفوں اور ہدایا کی بارش ہونے لگی یہاں تک کہ اہلیہ فرعون کے پاس پہنچے تو اُس نے اپنے پاس سے خاص اور ہدیے الگ پیش کئے۔ اہلیہ فرعون ان کو دیکھ کر بے حد مسرور ہوئی اور یہ سب تحفے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دے دیئے۔ اس کے بعد اہلیہ فرعون نے کہا کہ اب میں ان کو فرعون کے پاس لے جاتی ہوں وہ ان کو انعامات اور تحفے دیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ فرعون کی داڑھی میں

جب ان کو لے کر فرعون کے پاس پہنچی تو فرعون نے ان کو اپنی گود میں لے لیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑ کر زمین کی طرف جھکا دیا۔ اس وقت دربار کے لوگوں نے فرعون سے کہا کہ آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک نبی پیدا ہوگا جو آپ کے ملک و مال کا وارث ہو گا، آپ پر غالب آئے گا اور آپ کو پچھاڑے گا، یہ وعدہ کس طرح پورا ہو رہا ہے!!

فرعون متنبہ ہوا اور اُسی وقت لڑکوں کو قتل کرنے والے سپاہیوں کو بلا لیا تاکہ اس کو ذبح کر دیں......[1]

اہلیہ فرعون نے یہ دیکھا تو کہا کہ آپ تو یہ بچہ مجھے دے چکے ہیں پھر اب یہ کیا معاملہ ہو رہا ہے؟ فرعون نے کہا کہ تم یہ نہیں دیکھتیں کہ یہ لڑکا اپنے عمل سے گویا یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ مجھ کو زمین پر پچھاڑ کر مجھ پر غالب آ جائے گا۔ اہلیہ فرعون نے کہا کہ آپ ایک بات کو اپنے اور میرے معاملہ کے فیصلہ کے لئے مان لیں جس سے حق بات ظاہر ہو جاوے گی (کہ بچے نے یہ معاملہ بچپن کی بے خبری میں کیا ہے یا دیدہ دانستہ کسی شوخی سے!) آپ دو

---

[1] ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہاں پہنچ کر ابن جبیر کو خطاب کیا کہ یہ (چوتھا) واقعہ فتون یعنی آزمائش کا ہے کہ پھر موت سر پر منڈلانے لگی۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

انگارے آگ کے اور دو موتی منگوا لیجئے، اور دونوں کو ان کے سامنے کر دیجئے۔ اگر یہ موتیوں کی طرف ہاتھ بڑھائیں اور آگ کے انگاروں سے بچیں تو آپ سمجھ لیں کہ اس کے افعال عقل و شعور سے دیدہ و دانستہ ہیں اور اگر اس نے موتیوں کے بجائے انگارے ہاتھ میں اٹھا لیے تو یہ یقین ہو جائے گا کہ یہ کام کسی عقل و شعور سے نہیں کیا گیا کیونکہ کوئی عقل والا انسان آگ کو ہاتھ میں نہیں اٹھا سکتا (فرعون نے اس آزمائش کو مان لیا) دو انگارے اور دو موتی موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیے تو موسیٰ علیہ السلام نے انگارے اٹھا لیے (بعض دوسری روایات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام موتیوں کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہتے تھے کہ جبرئیل امین نے اُن کا ہاتھ انگاروں کی طرف پھیر دیا) فرعون نے یہ ماجرا دیکھا تو فوراً اُن کے ہاتھ سے انگارے چھین لیے کہ اُن کا ہاتھ جل نہ جائے (اب تو اہلیہ فرعون کی بات بن گئی) اُس نے کہا کہ آپ نے واقعہ کی حقیقت کو دیکھ لیا؟ اس طرح اللہ تعالیٰ نے پھر یہ موت موسیٰ علیہ السلام سے ٹلا دی کیونکہ قدرت خداوندی کو ان سے آگے کام لینا تھا۔

آپؑ کے ہاتھوں ایک فرعونی کا قتل

حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی طرح فرعون کے شاہانہ اعزاز و اکرام اور شاہانہ خرچ پر اپنی والدہ کی نگرانی میں پرورش پاتے رہے یہاں تک کہ جوان ہو گئے۔

اُن کے شاہی اکرام و اعزاز کو دیکھ کر فرعون کے لوگوں کو بنی اسرائیل پر وہ ظلم و جور اور تذلیل و توہین کرنے کی ہمت نہ رہی جو اس سے پہلے آلِ فرعون کی طرف سے ہمیشہ بنی اسرائیل پر ہوتا رہتا تھا۔ ایک روز موسیٰ علیہ السلام شہر کے کسی گوشہ میں چل رہے تھے تو دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں جن میں سے ایک فرعونی ہے اور دوسرا اسرائیلی۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر امداد کے لئے پکارا۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعونی آدمی کی جسارت پر بہت غصہ آ گیا کہ اس نے شاہی دربار میں موسیٰ علیہ السلام کے اعزاز و اکرام کو جانتے ہوئے اسرائیلی کو اُن کے سامنے پکڑ رکھا ہے، جبکہ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اسرائیلیوں کی حفاظت کرتے ہیں اور لوگوں کو تو صرف یہی معلوم تھا کہ ان کا تعلق اسرائیلی لوگوں سے صرف رضاعت اور دودھ پینے کی وجہ سے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ممکن

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی والدہ یا کسی اور ذریعہ سے یہ معلوم کرادیا ہو کہ یہ اپنی دودھ پلانے والی عورت ہی کے بطن سے پیدا ہوئے اور اسرائیلی ہیں۔

غرض موسیٰ علیہ السلام نے غصہ میں آ کر اس فرعونی کے ایک مُکّا رسید کیا جس کو وہ برداشت نہ کرسکا اور وہیں مر گیا مگر اتفاق سے وہاں کوئی اور آدمی موسیٰ علیہ السلام اور ان دونوں لڑنے والوں کے سوا موجود نہیں تھا، فرعونی تو قتل ہوگیا اسرائیلی اپنا آدمی تھا اس سے اس کا اندیشہ نہ تھا کہ یہ مخبری کردے گا۔

موسیٰ علیہ السلام کی توبہ اور اس کی قبولیت

جب یہ فرعونی موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

هٰذا من عمل الشيطان انّهٗ عدوٌّ مّضلٌّ مّبين.

"یعنی یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا ہے، وہ کھلا دشمن گمراہ کرنے والا ہے۔"

پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی:

ربّ انّی ظلمت نفسی فاغفر لی فغفر لهٗ انّهٗ هو الغفور الرّحيم.

"یعنی اے میرے پروردگار! میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا (کہ یہ خطا قتلِ فرعونی کی مجھ سے سرزد ہوگئی) مجھے معاف فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا کیونکہ وہ ہی بہت معاف کرنے والا اور بہت رحمت کرنے والا ہے۔"

فرعونی لشکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں

موسیٰ علیہ السلام اس واقعہ کے بعد خوف و ہراس کے عالم میں یہ خبریں دریافت کرتے رہے کہ اس کے قتل پر آلِ فرعون کا ردِّعمل کیا ہوا، اور دربارِ فرعون تک یہ معاملہ پہنچایا نہیں، معلوم ہوا کہ معاملہ فرعون تک اس عنوان سے پہنچا کہ کسی اسرائیلی نے آلِ فرعون کے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے، اس لئے اسرائیلیوں سے اس کا انتقام لیا جائے۔ اس معاملے میں ان کے ساتھ کوئی ڈھیل کا معاملہ نہ کیا جائے۔ فرعون نے جواب دیا کہ اس کے قاتل کو متعین کر کے مع شہادت پیش کرو۔ کیونکہ بادشاہ اگرچہ تمہارا ہی ہے مگر اُس کے لئے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ بغیر شہادت وثبوت کے کسی سے قصاص لے لے، تم اس کے قاتل کو تلاش کرو اور ثبوت مہیا کرو، میں ضرور تمہارا انتقام بصورتِ قصاص اُس سے لوں گا۔ آلِ فرعون کے لوگ یہ سن کر گلی کوچوں اور بازاروں میں گھومنے لگے کہ کہیں اس کے قتل کرنے والے کا سراغ مل جائے مگر ان کو کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔

اچانک یہ واقعہ پیش آیا کہ اگلے روز موسیٰ علیہ السلام گھر سے نکلے تو اُسی اسرائیلی کو دیکھا کہ کسی دوسرے فرعونی شخص سے مقاتلہ کرنے میں لگا ہوا ہے اور پھر اس اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لئے پکارا، مگر موسیٰ علیہ السلام کل کے واقعہ پر ہی نادم ہو رہے تھے اور اس وقت اسی اسرائیلی کو پھر لڑتے ہوئے دیکھ کر اس پر ناراض ہوئے کہ خطا اسی کی معلوم ہوتی ہے یہ جھگڑالو آدمی ہے اور لڑتا ہی رہتا ہے، مگر اس کے باوجود موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ فرعونی شخص کو اس پر حملہ کرنے سے روکیں لیکن اسرائیلی کو بھی بطور تنبیہ کے کہنے لگے تُو نے کل بھی جھگڑا کیا تھا آج پھر لڑ رہا ہے؟ تو ہی ظالم ہے۔

اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ آج بھی اُسی طرح غصے میں ہیں جیسے کل تھے تو اُس کو موسیٰ علیہ السلام کے ان الفاظ سے یہ شبہ ہو گیا کہ یہ آج مجھے ہی قتل کر دیں گے تو فوراً بول اٹھا کہ اے موسیٰ! کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے قتل کر ڈالو جیسے کل تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا؟

یہ باتیں ہونے کے بعد یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے مگر فرعونی شخص نے آلِ فرعون کے اُن لوگوں کو جو کل کے قاتل کی تلاش میں تھے جا کر یہ خبر پہنچا دی کہ خود اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا ہے کہ تم نے کل ایک آدمی قتل کر دیا ہے۔ یہ خبر دربارِ فرعون تک فوراً پہنچائی گئی، فرعون نے اپنے سپاہی موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے بھیج دیئے۔ یہ سپاہی جانتے تھے کہ وہ ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے، اطمینان کے ساتھ شہر کی بڑی سڑک سے موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں نکلے۔ اس طرف ایک شخص کو معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

کی تلاش میں بغرضِ قتل نکل چکے ہیں، اس نے کسی گلی کوچے کے چھوٹے راستہ سے آگے پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی۔[1]

موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت

حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ خبر سن کر فوراً شہر سے نکل گئے اور مدین کی طرف رُخ پھر گیا۔ یہ آج تک شاہی ناز ونعمت میں پلے تھے کبھی محنت ومشقت کا نام نہ آیا تھا، مصر سے نکل کھڑے ہوئے مگر راستہ بھی کہیں کا نہ جانتے تھے صرف اپنے رب پر بھروسہ تھا کہ "عسٰی ربّی اَنْ یّھدِیَنی سوآء السّبیل" ......یعنی اُمید ہے کہ میرا رب مجھے راستہ دکھا دے گا۔ جب شہر مدین کے قریب پہنچے تو شہر سے باہر ایک کنویں پر لوگوں کا اجتماع دیکھا جو اُس پر اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے، اور دیکھا کہ دو عورتیں اپنی بکریوں کو سمیٹے ہوئے الگ کھڑی ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں سے پوچھا کہ تم الگ کیوں کھڑی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ہم ان سب لوگوں سے مزاحمت اور مقابلہ کریں اس لئے ہم انتظار میں ہیں کہ جب یہ سب لوگ فارغ ہو جائیں تو جو کچھ بچا ہوا پانی مل جائے گا اُس سے ہم اپنا کام نکالیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اُن کی شرافت کو دیکھ کر خودان کے لئے کنویں سے پانی نکالنا شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ نے قوت وطاقت بخشی تھی، بڑی جلدی اُن کی بکریوں کو سیراب کر دیا۔ یہ عورتیں اپنی بکریاں لے کر اپنے گھر گئیں اور موسیٰ علیہ السلام ایک درخت کے سایہ میں چلے گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

"ربّ انّی لمآ انزلت اِلَیَّ من خیرٍ فقیرٌ" ......

"یعنی اے میرے پروردگار! میں محتاج ہوں اس نعمت کا جو آپ میری طرف بھیجیں (مطلب یہ تھا کہ کھانے کا اور ٹھکانے کا کوئی انتظام ہو جائے)"

---

[1] یہاں پہنچ کر پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ابن جبیر کو خطاب کیا کہ اے ابن جبیر یہ (پانچواں) واقعہ فتون یعنی آزمائش کا ہے کہ موت سر پر آ چکی تھی اللہ نے اُس سے نجات کا سامان کر دیا۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

موسیٰ علیہ السلام کی شعیب علیہ السلام سے ملاقات

یہ لڑکیاں جب روزانہ کے وقت سے پہلے بکریوں کو سیراب کر کے گھر پہنچیں تو اُن کے والد کو تعجب ہوا اور فرمایا آج تو کوئی نئی بات ہے۔ لڑکیوں نے موسیٰ علیہ السلام کے پانی کھینچنے اور پلانے کا قصہ والد کو سنا دیا۔ والد نے ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ جس شخص نے یہ احسان کیا ہے اس کو یہاں بلا لاؤ۔ وہ بلا لائی، والد نے موسیٰ علیہ السلام سے اُن کے حالات دریافت کئے اور فرمایا "لا تخف نجوت من القوم الظّالمین"...... یعنی اب آپ خوف و ہراس اپنے دل سے نکال دیجئے، آپ ظالموں کے ہاتھ سے نجات پا چکے ہیں، ہم نہ فرعون کی سلطنت میں ہیں نہ اس کا ہم پر کچھ حکم چل سکتا ہے۔

حضرت موسیٰ و شعیب علیہما السلام کا معاہدہ

اب ان دو لڑکیوں میں سے ایک نے اپنے والد سے کہا "یآ ابتِ استأجرہُ اِنّ خیر من استأجرت القویّ الامین"...... یعنی ابا جان! ان کو آپ ملازم رکھ لیجئے کیونکہ ملازمت کے لئے بہترین آدمی وہ ہے جو قوی بھی ہو اور امانت دار بھی۔ والد کو اپنی لڑکی سے یہ بات سن کر غیرت سی آئی کہ میری لڑکی کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ قوی بھی ہیں اور امین بھی۔ اس لئے اس سے سوال کیا کہ تمہیں ان کی قوت کا اندازہ کیسے ہوا؟ اور ان کی امانت داری کس بات سے معلوم کی؟ لڑکی نے عرض کیا کہ اُن کی قوت کا مشاہدہ تو ان کے کنویں سے پانی کھینچنے کے وقت ہوا کہ سب چرواہوں سے پہلے انہوں نے اپنا کام کر لیا اور دوسرا کوئی ان کے برابر نہیں آ سکا اور امانت دار کا حال اس طرح معلوم ہوا کہ جب میں اُن کو بلانے کے لئے گئی اور اوّل نظر میں جب انہوں نے دیکھا کہ میں ایک عورت ہوں، تو فوراً اپنا سر نیچا کر لیا اور اس وقت تک سر نہیں اٹھایا جب تک کہ میں نے ان کو آپ کا پیغام نہیں پہنچا دیا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلو مگر مجھے اپنے گھر کا راستہ پیچھے سے بتلاتی رہو اور یہ بات صرف وہی مرد کر سکتا ہے جو امانت دار ہو۔ والد کو لڑکی کی اس دانشمندانہ بات سے مسرت ہوئی اور اس کی تصدیق فرمائی اور خود بھی ان کے بارے میں قوت و امانت کا یقین ہو گا۔ اُس وقت لڑکیوں کے والد نے جو اللہ کے رسول حضرت شعیب

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

علیہ السلام تھے، موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کو یہ منظور ہے کہ میں ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح آپ سے کردوں جس کی شرط یہ ہوگی کہ آپ آٹھ سال تک ہمارے یہاں مزدوری کریں اور اگر آپ دس سال پورے کردیں تو اپنے اختیار سے کردیں بہتر ہوگا مگر ہم یہ پابندی آپ پر عائد نہیں کرتے تا کہ آپ پر زیادہ مشقت نہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو منظور فرمالیا جس کی رُو سے موسیٰ علیہ السلام پر صرف آٹھ سال کی خدمت بطور معاہدہ کے لازم ہوگئی، باقی دو سال کا وعدہ اختیاری رہا، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ بھی پورا کرا کر دس سال پورے کرادیئے۔

شعیب علیہ السلام کی ملازمت

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک نصرانی عالم مجھے ملا، اُس نے سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے دونوں میعادوں میں سے کون سی میعاد پوری فرمائی؟ میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کیونکہ اس وقت تک ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مجھے معلوم نہ تھی۔ اس کے بعد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملا اور اُن سے سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ آٹھ سال کی میعاد پورا کرنا تو موسیٰ علیہ السلام پر واجب تھا اس میں کچھ کمی کرنے کا تو احتمال ہی نہیں اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے رسول کا اختیاری وعدہ بھی پورا ہی کرنا منظور تھا اس لئے دس سال کی میعاد پوری کی۔ اس کے بعد میں اس نصرانی عالم سے ملا اور اس کو یہ خبر دی تو اُس نے کہا کہ تم نے جس شخص سے یہ بات دریافت کی ہے کیا وہ تم سے زیادہ علم والے ہیں؟ میں نے کہا کہ بے شک وہ بہت بڑے عالم اور ہم سب سے افضل ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام بحیثیت پیغمبر، فرعون کے دربار میں

(دس سال کی میعادِ خدمت پوری کرنے کے بعد جب) حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ محترمہ کو ساتھ لے کر شعیب علیہ السلام کے وطن مدین سے رخصت ہوئے، راستہ میں سخت سردی، اندھیری رات، راستہ نامعلوم، بے کسی اور بے بسی کے عالم میں اچانک کوہِ طور پر آگ دیکھنے پھر وہاں جانے اور حیرت انگیز مناظر کے بعد معجزۂ عصا و ید بیضاء اور اس کے ساتھ منصبِ نبوت و رسالت عطا ہونے کے بعد (جس کا پورا قصہ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

قرآن میں مذکور ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فکر ہوئی کہ میں فرعونی دربار کا ایک مفرور ملزم قرار دیا گیا ہوں، مجھے قبطی کا قصاص لینے کا حکم وہاں سے ہو چکا ہے۔ اب اس کے پاس دعوتِ رسالت لے کر جانے کا حکم ہوا ہے، نیز اپنی زبان میں لکنت کا عذر بھی سامنے آیا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض معروض پیش کی۔

حضرت ہارونؑ آپؑ کے معاون بنے

حق تعالیٰ نے اُن کی فرمائش کے مطابق اُن کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو شریکِ رسالت بنا کر اُن کے پاس وحی بھیج دی اور یہ حکم دیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شہر مصر سے باہر استقبال کریں۔ اس کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے، ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، دونوں بھائی (حسب الحکم) فرعون کو دعوتِ حق دینے کے لئے اُس کے دربار میں پہنچے، کچھ وقت تو اُن کو دربار میں حاضری کا موقع نہیں دیا گیا، یہ دونوں دروازے پر ٹھہرے رہے، پھر بہت سے پردوں میں گزر کر حاضری کی اجازت ملی اور دونوں نے فرعون سے کہا:

اِنّا رسولا ربّک......

یعنی ہم دونوں تیرے رب کی طرف سے قاصد اور پیغامبر ہیں۔

فرعون نے پوچھا "فمن ربّکما" یعنی بتلاؤ تمہارا رب کون ہے؟......

موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے وہ بات کہی جس کا قرآن نے خود ذکر کر دیا "ربّنا الّذی اعطی کلّ شیءٍ خلقهٗ ثمّ هدٰی"......

اس پر فرعون نے پوچھا کہ پھر تم دونوں کیا چاہتے ہو؟ اور ساتھ ہی قبطی مقتول کا واقعہ ذکر کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مجرم ٹھہرایا (اور اپنے گھر میں اُن کی پرورش پانے کا احسان جتلایا)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں باتوں کا وہ جواب دیا جو قرآن میں مذکور ہے (یعنی مقتول کے معاملہ تو اپنی خطا اور غلطی کا اعتراف کر کے ناواقفیت کا عذر ظاہر کیا اور گھر میں پرورش پر احسان جتلانے کا جواب یہ دیا کہ تم نے سارے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا ہے اُن پر طرح طرح کے ظلم کر رہے ہو اُسی کے نتیجہ میں یہ نیرنگِ تقدیر میں تمہارے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

گھر میں پہنچا دیا گیا اور جو کچھ اللہ کو منظور تھا وہ ہو گیا، اس میں تمہارا کوئی احسان نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو خطاب کر کے پوچھا کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ اللہ رب العالمین پر ایمان لے آؤ اور بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کر دو؟

فرعون کا تکبر اور سرکشی

موسیٰ علیہ السلام نے جب اس کے بھرے دربار میں رب العالمین کا ذکر کیا تو اسے سخت ناگوار گزرا۔ اس نے اپنے وزراء اور روساء مملکت کی طرف دیکھا۔ پھر بڑے غرور سے کہا کہ موسیٰ کی بات کی طرف التفات نہ کرنا۔ میں نے خوب تحقیق کر لی ہے، میرے سوا تمہارا اور کوئی خدا نہیں، میں ہی تمہارا الٰہ ہوں۔

اس کے بعد اُس نے اپنے مشیر خصوصی ہامان کو حکم دیا کہ موسیٰ جس خدا کا ذکر کر رہا ہے وہ زمین پر تو کہیں کسی کو نظر نہیں آیا، ہو سکتا ہے آسمان پر ہو۔ اس لیے ہامان تم ایک نہایت بلند محل یا مینار تعمیر کرو تا کہ ہم اس پر چڑھیں اور آسمان میں بھی جھانک کر اچھی طرح تسلی کر لیں، اگر موسیٰ کا خدا وہاں ہوا تو ہمیں نظر آ جائے گا، اور اگر وہاں بھی نظر نہ آیا تو پھر تم سب کو اطمینان ہو جائے گا کہ میرے سوا کوئی اور الٰہ نہیں ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے، میں تو موسیٰ کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔

دو اہم سوال اور ان کا جواب

آیتِ قرآنی کا مفہوم سمجھ لینے کے بعد یہاں دو چیزیں غور طلب ہیں:

(۱) فرعون اپنے آپ کو الٰہ کہتا تھا، اس سے اس کا مقصد کیا تھا؟

(۲) اس نے ہامان کو بلند مینار بنانے کا حکم کیوں دیا اور کیا وہ بنایا بھی گیا یا نہیں؟

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا اپنے آپ کو الٰہ کہنے کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ زمین و آسمان کا خالق ہے، کیونکہ اس کے اس دعویٰ کو تو کوئی احمق ترین آدمی بھی ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس دنیا میں آئے ہوئے اسے چند سال ہی گزرے تھے، ایسے لوگ بھی بکثرت موجود ہوں گے جن کے سامنے اس کی پیدائش ہوئی، وہ بڑا ہوا اور بادشاہ بنا، اور یہ زمین و آسمان اور دیگر مظاہرِ فطرت تو اس سے لاکھوں سال

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

پہلے کے ہیں اور وہ اتنا نادان ہرگز نہ تھا کہ ایسی بات کا دعویٰ کرتا جو بدیہ البطلان ہو۔ اللہ کے دعویٰ سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو ساری رعایا کا معبود بنا دے، وہ یہ چاہتا تھا کہ لوگ اس کے ہر حکم کی تعمیل کریں۔ کسی کو دم مارنے کی اور اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہو۔ وہ کہتا تھا میرے ملک میں میرا ہی حکم چلے گا، موسیٰ یا ہارون کو کوئی حق نہیں پہنچا کہ وہ میرے کسی طرزِ عمل پر یہ کہہ کر اعتراض کریں کہ میرا یہ کام ''رب العالمین'' کی مرضی کے خلاف ہے یا میرا حکم اس کے حکم کے خلاف ہے اور میں اس کی حکم عدولی کا ارتکاب کر رہا ہوں۔
(تفسیر کبیر)

امام رازیؒ کی تحقیق

رہی دوسری بات کہ اُس نے ہامان کو یہ حکم کیوں دیا تھا اور کیا یہ مینار تعمیر ہوا بھی تھا یا نہیں؟ تو اس کے بارے میں امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ اس کا مقصد قطعاً یہ نہ تھا کہ اور نہ اس کا یہ خیال تھا کہ ایک ایسا اونچا مینار بنایا جا سکتا ہے جس پر چڑھ کر انسان آسمان میں جھانک سکے۔ اس نے یا تو یہ بات ازراہِ مذاق کہی تھی یا اپنی رعایا کو دھوکہ دینے کے لئے ایسا کہا تھا، تا کہ لوگوں کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی جائے کہ بادشاہ سلامت موسیٰ کے دعویٰ کی تحقیق کر رہے ہیں جب تک اِس تحقیق کے نتائج سامنے نہ آ جائیں ایک نووارد کی بات سن کر اپنے قدیم عقائد کو ترک کر دینا بڑی جلد بازی ہے، اور پھر فرعون جیسے جابر بادشاہ کی دشمنی مول لینا بھی کوئی عقلمندی نہیں۔ ابھی کچھ دیر صبر کرو اور دیکھو اس تحقیق کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ فرعون اچھی طرح سمجھتا تھا کہ جب ایک مرتبہ موسیٰ کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ گئی تو پھر کون اتنی زحمت اٹھا کر یہ پوچھنے آئے گا کہ جہاں پناہ! آپ نے جس تحقیق کا وعدہ کیا تھا اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ جس بلند مینار کو تعمیر کرنے کا حکم آپ نے ہامان کو دیا تھا وہ کہاں بنایا گیا؟

وانما قال ذالک علی سبیل التھکم فالاقرب انه کان اوھم البناء ولم یبن. (کبیر)

یعنی اس نے لوگوں کو اس وہم میں ڈالا تھا کہ وہ ایسا مینار بنائے گا، اس کے لئے تیاریاں کی جا رہی ہیں، ماہر کاریگر اور مسالہ فراہم ہو رہا ہے۔ فکر نہ کرو جلدی کام شروع ہو

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

جائے گا، ایسی باتیں کر کے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت سے لوگوں کی توجہ ہٹا دی اور یہی اس کا مقصد تھا۔

باقی رہا وہ قول جو کئی کتابوں میں نقل ہوتا چلا آیا ہے کہ اس نے ایک اونچا مینار تعمیر کیا، پھر وہ اس کے اوپر چڑھا اور ایک تیرانداز کو آسمان کی طرف تیر چلانے کا حکم دیا۔ جب تیر لوٹا تو وہ خون سے آلودہ تھا اور اس نے لوگوں کے سامنے اعلان کر دیا کہ دیکھو میں نے موسیٰ کے خدا کا (نعوذ باللہ) کام تمام کر دیا ہے۔ اس قول کے متعلق امام موصوف بڑے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اس بات کو تو پاگل اور مجنون بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔

فرعون کے روبرو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے مطالبہ پر دو معجزے پیش کیے۔ ایک تو آپ نے اپنا لکڑی کا عصا پھینکا تو وہ اژدہا بن کر پھنکارنے لگا، دوسرا آپ نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالا اور جب نکالا تو وہ جگمگا رہا تھا اور دیکھنے والوں کی نگاہوں کو اس کی چمک خیرہ کر رہی تھی۔ قرآنِ کریم میں جہاں کہیں معجزات کا ذکر آتا ہے تو بعض طبیعتوں پر بڑی وحشت طاری ہو جاتی ہے، اور اس خوف سے کہ کہیں اِن واقعات کو قوانینِ فطرت کے خلاف پا کر علماء طبعیین قرآن کی تکذیب نہ کرنے لگیں، وہ ان واقعات کی ایسی رکیک تاویلیں کرتے ہیں جن کو قرآن کے الفاظ ہرگز قبول نہیں کرتے۔ حالانکہ یہاں ان کے پریشان اور وحشت زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

بات بالکل سیدھی سی ہے کہ خالقِ کائنات کے متعلق آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کائنات کو پیدا کرنے کے بعد وہ اب ایک بے بس اور بے اختیار تماشائی بن کر رہ گیا ہے اور اس کو اس میں ردّ و بدل کا کوئی اختیار نہیں؟ تو پھر آپ معذور ہیں۔ قرآن جس خدا پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے وہ ایسا بے بس اور بے کس خدا نہیں۔ لیکن اگر آپ اسے کائنات کا خالق تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو رب اور قدیر بھی یقین کرتے ہیں تو پھر آپ پریشان کیوں ہوں؟ وہ مالک ہے اور اس پر قادر ہے کہ چاہے تو چھوٹے سے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

انڈے سے سانپ پیدا کردے اور چاہے تو اس معمول سے ہٹ کر لکڑی کے ایک ڈنڈے کو سانپ بنادے۔ اگر علماء طبعیین اس بات پر مُصر ہوں کہ جو قواعد و سُنن اس مادی کائنات میں کارفرما ہیں وہ اٹل ہیں، ان میں ردّ و بدل ممکن نہیں تو ہم ان سے پوچھیں گے کہ کیا آپ کا علم فطرت کے تمام قوانین اور سنن کو محیط ہے؟ ممکن ہے کہ یہ تخلیق کسی ایسے قاعدہ کے مطابق ہو جہاں تک آپ کے علم کی رسائی نہ ہوئی ہو۔ نیوٹن اور بڑے بڑے سائنس دان اس کے معترف ہیں کہ ان کا علمِ ناتمام فطرت کے تمام قوانین وضوابط کو محیط نہیں بلکہ وہ ابھی تک صرف چند اسرار کی نقاب کشائی کر سکے ہیں۔

جب فرعون کے درباریوں نے لکڑی کے عصا کو مُہیب اژدہا بنتے ہوئے دیکھا اور آپ کے ہاتھ کو آفتاب سے زیادہ چمکتا ہوا پایا تو یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ معجزہ ہے، اور فطرت اور قوانینِ فطرت کے خالق کی قدرت کا نمونہ ہے، وہ بے چارے یہی کہہ سکے کہ عام جادو کی طرح یہ بھی ایک نظر فریبی ہے لیکن اس سے بہر حال بہتر۔ اس لئے کہا کہ یہ تو بڑا ماہر جادوگر ہے۔

یعنی موسیٰ علیہ السلام اپنے محیر العقول کرتبوں سے لوگوں کو مرعوب کر کے انہیں اپنا عقیدت مند بنالے گا، اور جب اسے قوت واقتدار حاصل ہو گیا تو پھر ہماری حکومت کا تختہ الٹ کر خود بادشاہ بن بیٹھے گا، اور اس کے بعد فتنہ کا سدّ باب کرنے کے لئے ہمیں کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں؟...... افسوس! کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنا سیاسی حریف سمجھ بیٹھے اور ان کے ذہن میں یہ بات نہ آسکی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے جو کسی ذاتی لالچ کے بغیر ان کی خیر خواہی میں کوشاں ہے اور ان کے پنجۂ استبداد سے اپنی مظلوم قوم کو رہائی دلانا چاہتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جادوگر

مصر میں اُس وقت فنِ جادوگری کو بڑا عروج حاصل تھا۔ درباریوں نے جب ان خدشات اور خطرات کے متعلق سنا تو بیک زبان پکار اٹھے کہ آپ کی قلمرو میں بڑے بڑے ماہر جادوگر موجود ہیں، آپ موسیٰ اور اس کے بھائی کو چند روز کی مہلت دیں اور اپنے خاص آدمی بھیج کر اپنی مملکت کے چند ساحر جمع کر لیں جو مجمعِ عام میں موسیٰ کے کرتبوں کی قلعی

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

کھول دیں، اس تدبیر سے ہم اپنی حکومت اور اپنی قوم کی سرداری کی حفاظت کر سکتے ہیں۔

ملک کے گوشہ گوشہ سے بڑے بڑے ماہر اور تجربہ کار جادوگر آ جمع ہوئے۔ انہیں علم تھا کہ جس مقصد کے لئے انہیں طلب کیا گیا ہے وہ بڑا اہم ہے۔ وہ فرعون کی بادشاہت کے متزلزل تخت کو سہارا دینے کے لئے بلائے گئے تھے۔ اس لئے انہوں نے فرعون سے پہلے ہی منوا لیا کہ اگر انہوں نے موسیٰ (علیہ السلام) کو شکست دے دی تو انہیں شاہانہ انعامات سے نوازا جائے گا۔

اس مطالبہ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ انہیں اپنی کامیابی کا کامل یقین تھا تبھی تو وہ انعامات کا وعدہ لے رہے تھے۔ فرعون جو نبوت کی پہلی ہی عتاب آلود نگاہ سے لرزہ براندام تھا یہ تسلی آمیز الفاظ سن کر خوشی سے اُچھل پڑا اور کہنے لگا یقیناً تم پر انعام و اکرام کی بارش کی جائے گی۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ تم کو اپنے دربار کے خاص مقربین میں داخل کر لیا جائے گا۔

اب جادوگروں نے مقابلہ کا وقت اور جگہ موسیٰ علیہ السلام سے طے کر کے اپنی عید کے دن چاشت کا وقت مقرر کر دیا۔ ابن جبیر ﷺ فرماتے ہیں کہ ابن عباس ﷺ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ ان کا یوم الزینة (یعنی عید کا دن) جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے جادوگروں پر فتح عطا فرمائی، وہ عاشوراء یعنی محرم کی دسویں تاریخ تھی، جب سب لوگ ایک وسیع میدان میں مقابلہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تو فرعون کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے "لعلنا نتبع السحرة ان كانوا هم الغالبين"...... یعنی ہمیں یہاں ضرور رہنا چاہئے تا کہ یہ ساحر یعنی موسیٰ وہارون اگر غالب آ جائیں تو ہم بھی ان پر ایمان لے آئیں، ان کی یہ گفتگو ان حضرات کے ساتھ استہزاء و مذاق کے طور پر تھی (اُن کا یقین تھا کہ یہ ہمارے جادوگروں پر غالب نہیں آ سکیں گے)۔

میدانِ مقابلہ مکمل آراستہ ہو گیا تو جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کیا کہ پہلے آپ کچھ ڈالیں (یعنی اپنا سحر دکھلائیں) یا ہم پہلے ڈال کر ابتداء کریں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ تم ہی پہل کرو، اپنا جادو دکھلاؤ۔ تم اپنا جتنا زور دکھانا چاہتے ہو دکھا لو، میں بعد میں اپنی صداقت کا معجزہ پیش کروں گا۔ آپ کی اس اجازت کا

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

مقصد یہ تھا کہ باطل اپنی تمام قوتوں کے ساتھ ظاہر ہو جائے تو اس پر بھرپور وار کر کے اس کی بے سروپائی کو عیاں کر دیا جائے تا کہ اس کے بعد کسی کے لئے شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اور حق اپنی تمام تابانیوں کے ساتھ جلوہ نما ہو جائے۔

جادوگروں کے ایمان لانے کا سبب

چنانچہ جادوگروں نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا اور تھوڑی ہی دیر میں میدان میں ڈالی گئی رسیاں سانپوں کی شکل اختیار کر گئیں۔ جب اُن کی رسیاں سانپوں کی طرح بل کھا کر فضا میں لہرانے لگیں اور فرعون کو اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا، اور اس کی قوم اپنے ساحروں کے کمال پر عش عش کر اُٹھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اے حق کے علمبردار! اُٹھ اور باطل کے خوشی سے تمتماتے ہوئے چہرہ پر زناٹے کا وہ چپت رسید کر کہ اس کا خمار اُتر جائے، اور وہ اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائے۔ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے لکڑی کا ڈنڈا جس پر وہ ٹیک لگائے اب تک باطل کی ہرزہ سرائی کا مشاہدہ کرتے رہے تھے میدان میں ڈال دیا۔ اچانک وہ ایک مہیب اژدہا بن کر ان لہراتے ہوئے سانپوں کی طرف لپکا اور ان کو نگلنا شروع کر دیا، اور آنِ واحد میں فرعونیوں کا سارا بنا بنایا کھیل ختم ہو کر رہ گیا۔ مجمع عام میں حق کا بول بالا ہوا، اور باطل کو شرمناک شکست ہوئی، اور اُن کی جادوگری کی عظمت اور سطوت کا پردہ چاک ہو گیا۔

فرعون اور اُس کی قوم نے جب یہ ہوش رُبا منظر دیکھا تو اُن پر کیا گزری ہو گی؟ شکست اور اتنی رُسوا کن شکست اور وہ بھی مجمع عام میں۔ فرطِ ندامت سے پانی پانی ہو گئے ہوں گے۔ اب انہیں اس بات میں کوئی شبہ نہ رہا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، لیکن اپنی سیاسی اغراض اور مالی مصلحتوں کے پیش نظر وہ آپ پر ایمان لانے کے لیے تیار نہ تھے۔

فرعونی جادوگروں کا قبولِ اسلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء نے اژدہا بن کر جب ان کے خیالی سانپوں کو نگل لیا تو چونکہ یہ لوگ جادو کے ماہرین تھے ان کو یقین ہو گیا کہ یہ کام جادو کے ذریعہ نہیں ہو سکتا بلکہ یہ بلاشبہ معجزہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ظاہر ہوتا ہے اسلئے سجدہ میں گر گئے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اوراعلان کردیا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے۔

بعض روایات حدیث میں ہے کہ ان جادوگروں نے سجدہ سے اس وقت تک سر نہیں اُٹھایا جب تک کہ ان کو جنت اور دوزخ کا مشاہدہ قدرت نے نہیں کرادیا۔

(رواہ عبدابن حمیدو ابن ابی حاتم و ابن المنذر عن عکرمہ. روح)

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ......

فرعون کی رُسوائی اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان مجمع کے سامنے واضح کردی تو بوکھلا کر اول تو ساحروں کو یہ کہنے لگا کہ بغیر میری اجازت کے تم کیسے ان پر ایمان لائے، گویا لوگوں کو بتلانا تھا کہ میری اجازت کے بغیر ان جادوگروں کا کوئی قول فعل معتبر نہیں مگر ظاہر ہے کہ اس کھلے ہوئے معجزہ کے بعد کسی کی اجازت کی ضرورت کسی عاقل انسان کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتی اس لئے اب جادوگروں پر اس سازش کا الزام لگایا کہ اب معلوم ہوا کہ تم سب موسیٰ کے شاگرد ہو اسی جادوگر نے تمہیں جادو سکھایا ہے اور تم نے سازش کر کے اُس کے سامنے اپنی ہار مان لی۔

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ......

اب جادوگروں کو سخت سزا سے ڈرایا کہ تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے جس کی صورت یہ ہوگی کہ داہنا ہاتھ کٹے تو بایاں پاؤں کاٹا جائے گا، یہ صورت یا تو اسلئے تجویز کی کہ فرعونی قانون میں سزا کا یہی طریقہ رائج ہوگا یا اس لئے کہ اس صورت میں انسان ایک عبرت کا نمونہ بن جاتا ہے وَلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ یعنی ہاتھ پاؤں کاٹ کر پھر تمہیں کھجور کے درختوں پر سولی دیجائیگی کہ تم اُن پر اسی طرح لٹکے رہو گے یہاں تک کہ بھوک اور پیاس سے مرجاؤ۔

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا......

جادوگروں نے فرعون کی یہ سخت دھمکی اور سخت سزا دینے کا اعلان سن کر اپنے ایمان پر بڑی پختگی کا ثبوت دیا، کہنے لگے کہ ہم تجھے یا تیرے کسی قول کو ان بیّنات ومعجزات پر ترجیح نہیں دے سکتے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ہمارے سامنے آچکے ہیں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جادوگر جب سجدہ میں گرے تو اللہ تعالیٰ نے ان

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کو جنت کے ان مقاماتِ عالیہ اور نعمتوں کا مشاہدہ کرا دیا جواُن کو ملنے والے تھے اسکوان لوگوں نے کہا کہ ان بینات کے ہوتے ہوئے ہم تیری بات نہیں مان سکتے۔ (قرطبی)

نیز خالقِ کائنات ربِّ سمٰوات کو چھوڑ کر تجھے اپنا رب نہیں مان سکتے فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ...... اب جو تیرا جی چاہے ہمارے بارے میں فیصلہ کر، اور جو چاہے سزا تجویز کر، اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا...... یعنی اگر تو نے ہمیں سزا دے بھی دی تو وہ سزا صرف اسی دُنیا کی چندروزہ زندگی ہی تک ہوگی مرنے کے بعد تو تیرا ہم پر قبضہ نہیں رہے گا، بخلاف حق تعالیٰ کے کہ ہم اس کے قبضہ میں مرنے سے پہلے بھی ہیں اور مرنے کے بعد بھی، اُس کی سزا کی فکر سب سے مقدم ہے۔

وَمَآ اَکْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ ط......

جادوگروں نے اب فرعون پر یہ الزام لگایا کہ ہمیں جادوگری پر تو نے ہی مجبور کر رکھا تھا ورنہ ہم اس لغو کام کے پاس نہ جاتے، اب ہم ایمان لا کر اللہ سے اس جادو کے گناہ کی بھی معافی مانگتے ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ یہ جادوگر تو خود اپنے اختیار سے مقابلہ کرنے کے لئے آئے تھے اور اس مقابلہ کی سودا بازی بھی فرعون سے کر چکے تھے کہ ہم غالب آئیں گے تو کیا ملے گا، پھر انکا فرعون پر یہ الزام لگانا کہ تو نے ہمیں جادو کرنے پر مجبور کر رکھا تھا یہ کیسے صحیح ہو گا؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ یہ جادوگر شروع میں تو شاہی انعام واکرام کے لالچ میں مقابلہ کے لئے تیار تھے بعد میں ان کو احساس ہوا کہ ہم معجزہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے اُسوقت فرعون نے ان کو مجبور کیا، دوسری وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ فرعون نے اپنے ملک میں جادوگری کی تعلیم کو جبری بنایا ہوا تھا اس لئے ہر شخص جادو سیکھنے پر مجبور تھا۔ (روح)

اہلیہ فرعون حضرت آسیہ کا قبولِ اسلام

تفسیر قرطبی میں ہے کہ حق و باطل کے اس معرکہ کے وقت فرعون کی بیوی برابر خبر رکھتی رہی کہ انجام کیا ہوا، جب اُس کو یہ بتلایا گیا کہ موسیٰ وہارونؑ غالب آگئے تو فوراً اُس

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

نے اعلان کر دیا کہ میں بھی ربّ موسیٰ وہارونؑ پر ایمان لے آئی، فرعون کو اپنے گھر کی خبر لگی تو حکم دیا کہ ایک بڑے پتھر کی چٹان اُٹھا کر اسکے اُوپر ڈال دو، آسیہ نے جب یہ دیکھا تو آسمان کی طرف نظر اُٹھائی اور اللہ سے فریاد کی حق تعالیٰ نے پتھر اسکے اُوپر گرنے سے پہلے اسکی روح قبض کر لی پتھر اُس بے جان جسم پر گرا۔ (معارف القرآن ج۶ ص ۱۲۶)

چھ لاکھ افراد کا قبولِ اسلام

مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تاریخی روایات میں ہے کہ جادوگروں کے سردار مسلمان ہوگئے تو ان کو دیکھ کر قوم فرعون کے چھ لاکھ آدمی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور اعلان کر دیا۔

اِس مقابلہ اور مناظرہ سے پہلے تو صرف دو حضرات موسیٰ اور ہارون علیہما السلام فرعون کے مخالف تھے۔ اس وقت سب سے بڑے جادوگر جو قوم میں اقتدار کے مالک تھے اور ان کے ساتھ چھ لاکھ عوام مسلمان ہو کر ایک بہت بڑی طاقت سے مقابلہ پر آ گئی۔

فرعون کی بوکھلاہٹ

اس وقت فرعون کی پریشانی اور سراسیمگی بیجانہ تھی مگر اُس کو چھپا کر ایک چالاک ہوشیار سیاست دان کے انداز میں پہلے تو جادوگروں پر یہ باغیانہ الزام لگایا کہ تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خفیہ سازش کر کے یہ کام اپنے ملک وملت کو نقصان پہنچانے کے لئے کیا ہے یعنی یہ ایک سازش ہے جو تم نے میدانِ مقابلہ میں آنے سے پہلے شہر کے اندر آپس میں کر رکھی تھی۔ اور پھر جادوگروں کو خطاب کر کے کہا اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ، یعنی کیا تم نے میری اجازت سے پہلے ہی ایمان قبول کر لیا۔ یہ استفہام انکاری بطور زجر و تنبیہ کے تھا۔ اور اپنی اجازت سے پہلے ایمان لانے کا ذکر کر کے لوگوں کو یہ یقین دِلانے کی کوشش کی ہے کہ ہم خود بھی یہی چاہتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کا حق پر ہونا واضح ہو جائے تو ہم بھی ان کو مانیں اور لوگوں کو بھی اجازت دیں کہ وہ مسلمان ہو جائیں لیکن تم لوگوں نے جلد بازی کی اور حقیقت کو سوچے سمجھے بغیر ایک سازش کے شکار ہو گئے۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

فرعون کی طرف سے نومسلموں کو دھمکیاں

اس چالاکی سے ایک طرف تو لوگوں کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ اور جادوگروں کی تسلیم کو ایک سازش قرار دے کر ان کو قدیم گمراہی میں مبتلا رکھنے کا انتظام کیا اور دوسری طرف سیاسی چالاکی یہ کی کہ موسیٰ علیہ السلام کا عمل اور جادوگروں کا اسلام جو خالص فرعون کی گمراہی کو کھولنے کے لئے تھا، قوم اور عوام سے اُس کا کوئی تعلق نہ تھا اُس کو ایک ملکی اور سیاسی مسئلہ بنانے کے لئے کہا تم لوگوں نے یہ سازش اس لئے کی ہے کہ تم چاہتے ہو کہ ملک مصر پر تم غالب آجاؤ اور اس کے باشندوں کو یہاں سے نکال دو، ان چالاکیوں کے بعد ان پر اپنی ہیبت اور حکومت کا رعب وخوف جمانے کے لئے جادگروں کو دھمکیاں دینی شروع کیں، اول تو مبہم انداز میں کہا، تم ابھی دیکھ لوگے کہ تمہاری اس سازش کا کیا انجام ہوتا ہے، اس کو واضح کر کے بتلایا کہ میں تم سب کے ہاتھ پیر مختلف جانبوں کے کاٹ کر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔ مختلف جانبوں سے کاٹنے کا مطلب یہ ہے کہ دایاں ہاتھ اور بایاں پیر جس سے دونوں جانبیں زخمی اور بدہیئت اور بیکار ہوجائیں۔

فرعون نے اس بدبالی پر قابو پانے اور درباریوں اور عوام کو قابو میں رکھنے کی کافی تدبیر کرلی تھی اور اس کی ظالمانہ سزائیں پہلے سے مشہور اور لوگوں کو لرزہ براندام کردینے کے لئے کافی تھیں۔ لیکن اسلام وایمان ایک ایسی زبردست قوت ہے کہ جب وہ کسی دل میں گھر کرلیتی ہے تو پھر انسان ساری دنیا اور اس کے وسائل کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔

یہ جادوگر جواب سے چند گھنٹے پہلے فرعون کو اپنا خدا مانتے اور اسی گمراہی کی لوگوں کو تلقین کرتے تھے، چند منٹ میں کلمۂ اسلام پڑھتے ہی ان میں کیا چیز پیدا ہوگئی تھی کہ وہ فرعون کی ساری دھمکیوں کے جواب میں کہتے ہیں، اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ...... یعنی اگر تو ہمیں قتل کردے گا تو مضائقہ نہیں، ہم اپنے رب کے پاس چلے جائیں گے، جہاں ہم کو ہر طرح کی راحت ملے گی۔

نومسلموں کی حق پر استقامت

جادوگر چونکہ فرعون کی سطوت وجبروت سے ناواقف نہ تھے اس لئے یہ نہیں کہا

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

کہ ہم تیرے قابو میں نہیں آئیں گے یا ہم مقابلہ کریں گے بلکہ اس کی دھمکی کو صحیح مان کر یہ جواب دیا کہ یہ مانا کہ تو ہمیں ہر قسم کی سزا دینے پر دنیا میں قادر ہے مگر ہم دنیا کی زندگی ہی کو ایمان لانے کے بعد کوئی چیز نہیں سمجھتے، دنیا سے گزر جائیں گے تو اس زندگی سے بہتر زندگی ملے گی اور اپنے رب کی ملاقات نصیب ہوگی۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اس زندگی میں جو تیرا دل چاہے کر لے، آخر کار ہم اور تم سب رب العالمین کے سامنے پیش ہوں گے اور وہ ظالم سے مظلوم کا انتقام لیں گے اس وقت اپنے اس عمل کا نتیجہ تیرے سامنے آجائے گا۔

چنانچہ ایک دوسری آیت میں اس موقع پر ان جادوگروں کے یہ الفاظ منقول ہیں،
فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا...... یعنی جو تیرا جی چاہے ہمارے بارے میں حکم دے دے، بس اتنا ہی تو ہے کہ تیرا حکم ہماری اس دنیوی زندگی پر چل سکتا ہے اور تیرے غصہ کے نتیجے میں وہ زندگی ختم ہو سکتی ہے مگر ایمان لانے کے بعد ہماری نظر میں اس دنیوی زندگی کی وہ اہمیت ہی باقی نہیں رہی جو ایمان لانے سے پہلے تھی کیونکہ ہمیں معلوم ہو گیا کہ یہ زندگی راحت یا کلفت کے ساتھ گزر ہی جائے گی، فکر اُس زندگی کی کرنا چاہئے جس کے بعد موت نہیں اور جس کی راحت بھی دائمی ہے اور کلفت بھی،

یہ انقلاب کیسے آ گیا؟

غور کرنے کا مقام ہے کہ وہ لوگ جو کل تک بدترین کفر میں مبتلا تھے کہ فرعون جیسے بیہودہ انسان کو خدا مانتے تھے، خدا تعالیٰ کی شان وعظمت سے بالکل ناآشنا تھے، ان میں یکبارگی ایسا انقلاب کیسے آ گیا کہ اب پچھلے سب عقائد و اعمال سے یکسر تائب ہو کر دینِ حق پر اتنے پختہ ہو گئے کہ اس کے لئے جان تک دینے کو تیار نظر آتے ہیں، اور دنیا سے رخصت ہونے کو اس لئے پسند کرتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس چلے جائیں۔

اور صرف یہی نہیں کہ ایمان کی قوت اور جہاد فی سبیل اللہ کی ہمت ان میں پیدا ہو گئی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی علم و معرفت کے دروازے ان پر کھل گئے تھے، یہی وجہ ہے کہ فرعون کے مقابلہ میں اس جرأت مندانہ بیان کے ساتھ یہ دعا بھی کرنے لگے،
رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ.

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

"یعنی اے ہمارے پروردگار ہمیں کامل صبر عطا فرما اور مسلمان ہونے کی حالت میں ہمیں وفات دے"۔

اس میں اشارہ اس معرفت کی طرف ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو انسان کا عزم وہمت کچھ کام نہیں آتا، اس لئے اسی ثابت قدمی کی دعا کی گئی۔ اور دعا جیسے معرفت حق کا ثمرہ اور نتیجہ ہے اسی طرح اس مشکل کے حل کا بہترین ذریعہ بھی ہے جس میں یہ لوگ اس وقت مبتلا تھے، کیونکہ صبر اور ثابت قدمی ہی وہ چیز ہے جو انسان کو اپنے حریف کے مقابلہ میں کامیاب کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے،

یورپ کی پچھلی جنگ عظیم کے اسباب ونتائج پر غور کرنے والے کمیشن نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ مسلمان جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں، یہی وہ قوم ہے جو میدان جنگ میں سب سے زیادہ بہادر اور مصیبت ومشقت پر صبر کرنے میں سب سے آگے ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس وقت جرمنی اقوام میں فنون حرب کے ماہرین اس کی تاکید کرتے تھے کہ فوج میں دینداری اور خوف آخرت پیدا کرنے کی سعی کی جائے کیونکہ اس سے جو قوت حاصل ہوتی ہے وہ کسی دوسری چیز سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ (تفسیر المنار)

(معارف القرآن، مفتی اعظم)

حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کی فرعون پر ہیبت

فرعون کی چالاکی اور سیاسی جھوٹ نے اس کی جاہل قوم کو اس کے ساتھ قدیم گمراہی میں مبتلا رہنے کا کچھ سامان تو کردیا مگر یہ اُعجوبہ ان کے لئے بھی ناقابل فہم تھا کہ فرعون کے غصہ کا سارا زور جادوگروں پر ختم ہوگیا۔ موسیٰ علیہ السلام جو اصل مخالف تھے ان کے بارے میں فرعون کی زبان سے کچھ نہ نکلا، اس پر ان کو کہنا پڑا،

اَتَذَرُ مُوْسٰی وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ،

"یعنی کیا آپ موسیٰ اور ان کی قوم کو یوں ہی چھوڑ دیں گے کہ وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو چھوڑ کر ہمارے ملک میں فساد کرتے پھریں؟"

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اس پر مجبور ہو کر فرعون نے کہا:

سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَ هُمْ وَنَسْتَحْيِ نِسَآءَ هُمْ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ......

یعنی ان کا معاملہ ہمارے لئے کچھ قابل فکر نہیں، ہم ان کے لئے یہ کام کریں گے کہ ان میں جو لڑکا پیدا ہوگا اس کو قتل کر دیں گے صرف لڑکیوں کو رہنے دیں گے، جس کا نتیجہ کچھ عرصہ میں یہ ہو جائے گا کہ ان کی قوم مردوں سے خالی ہو کر صرف عورتیں رہ جائیں گی جو ہماری خدمت گار باندیاں بنیں گی۔ اور ہم تو ان سب پر پوری قدرت رکھتے ہیں جو چاہیں کریں یہ ہمارا کچھ نہیں بنا سکتے،

علماء مفسرین نے فرمایا کہ قوم کے اس طرح جھنجوڑنے پر بھی فرعون نے یہ تو کہا کہ ہم بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر دیں گے، لیکن حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے بارے میں اس وقت بھی اس کی زبان پر کوئی بات نہ آئی۔ وجہ یہ ہے کہ اس معجزہ اور واقعہ نے فرعون کے قلب ودماغ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سخت ہیبت بٹھلا دی تھی۔

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ فرعون کا یہ حال ہو گیا تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا تو پیشاب خطا ہو جاتا تھا، اور یہ بالکل صحیح ہے، ہیبت حق کا یہی حال ہوتا ہے۔

(معارف القرآن)

فرعون کا ظالمانہ قانون

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں شکست کھانے کے بعد بنی اسرائیل پر اس طرح غصہ اتارا کہ ان کے لڑکوں کو قتل کر کے صرف عورتوں کو باقی رکھنے کا قانون بنا دیا تو بنی اسرائیل گھبرائے کہ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے جو عذاب فرعون نے ان پر ڈالا تھا وہ پھر آگیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کو محسوس فرمایا تو پیغمبرانہ شفقت اور حکمت کے مطابق اس بلاء سے نجات حاصل کرنے کے لئے ان کو دو چیزوں کی تلقین فرمائی، ایک دشمن کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا۔ دوسرے کشود کار تک صبر وہمت سے کام لینا۔ اور یہ بھی بتلا دیا کہ اس نسخہ کا استعمال کرو گے تو یہ ملک تمہارا ہے تمہی غالب آؤ گے۔

ساری زمین اللہ کی ہے وہ جس کو چاہے اس کو اس زمین کا وارث ومالک بنائے گا۔ اور یہ بات متعین ہے کہ انجام کار کامیابی متقی پرہیزگاروں ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ اس میں

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اگر تم نے تقویٰ اختیار کیا جس کا طریقہ اوپر مذکور ہوا ہے کہ استعانت باللہ اور صبر کا التزام کیا جائے تو انجام کار تم ہی ملک مصر کے مالک وقابض ہو گے،

(معارف القرآن، جلد چہارم صفحہ ۴۱)

فرعون اور اس کی قوم پر قحط کا عذاب

الغرض جب فرعون اور اس کی قوم کی ہٹ دھرمی واضح ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں مبتلا کرنے کا فیصلہ فرمالیا۔ سب سے پہلا عذاب قحط اور اشیاء کی کمیابی اور گرانی کا تھا جو قوم فرعون پر مسلط ہوا۔

تفسیری روایات میں ہے کہ یہ قحط ان پر سات سال مسلسل رہا، اور آیت میں جو اس قحط کے بیان میں دو لفظ آئے ہیں، ایک سنین، دوسرے نقصِ ثمرات، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور قتادہؒ وغیرہ نے فرمایا کہ قحط اور خشک سالی کا عذاب تو گاؤں والوں کے لئے تھا اور پھلوں کی کمی شہر والوں کے لئے، کیونکہ عموماً دیہات میں غلہ کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور شہروں میں پھلوں کے باغات ہوتے ہیں تو اشارہ اس طرف ہوا کہ نہ غلہ کے کھیت باقی رہے نہ پھلوں کے باغات۔

لیکن جب کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کا قہر ہوتا ہے تو صحیح بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی، قوم فرعون بھی اسی قہر میں مبتلا تھی، عذاب کے اس ابتدائی جھٹکہ سے بھی ان کو کوئی تنبیہ نہ ہوئی بلکہ اس کو اور ہر آنے والی مصیبت کو یہ کہنے لگے کہ یہ نحوست حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی ہے، فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ، یعنی جب ان لوگوں کو کوئی بھلائی اور راحت و آرام ملتا تو یہ کہتے تھے کہ یہ ہمارا حق ہے ہمیں ملنا ہی چاہئے، اور جب کوئی مصیبت اور برائی آتی تو کہتے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست کے اثر سے ہے۔

قوم فرعون پر طوفان کا عذاب

امام بغوی نے بروایت ابن عباسؓ نقل کیا ہے کہ جب پہلی مرتبہ قوم فرعون پر قحط کا عذاب مسلط ہوا، اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے رفع ہو گیا مگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! یہ ایسے سرکش لوگ ہیں کہ عذاب قحط سے بھی متاثر نہ ہوئے اور معاہدہ کر کے پھر گئے، اب ان پر کوئی ایسا عذاب مسلط فرما دیجئے جو ان کے لئے دردناک ہو، اور ہماری قوم کے لئے ایک وعظ کا کام دے اور بعد میں آنے والوں کے لئے درسِ عبرت بنے، تو اللہ تعالیٰ نے پہلے اُن پر طوفان کا عذاب بھیج دیا، مشہور مفسرین کے نزدیک طوفان سے مراد پانی کا طوفان ہے، قوم فرعون کے سب گھروں اور زمینوں کو پانی کے طوفان نے گھیر لیا نہ کہیں بیٹھنے لیٹنے کی جگہ رہی نہ زمین میں کچھ کاشت وغیرہ کرنے کی، اور عجیب بات یہ تھی کہ قوم فرعون کے مکانات اور زمینوں کے ساتھ ہی بنی اسرائیل کے مکانات اور زمینیں تھیں، بنی اسرائیل کے مکانات اور زمینیں سب بدستور خشک تھیں کہیں طوفان کا پانی نہ تھا اور قوم فرعون کے سارے گھر اور زمین اس طوفان سے لبریز تھے۔

اس طوفان سے گھبرا کر قوم فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی کہ اپنے پروردگار سے دُعا کیجئے کہ یہ عذاب ہم سے دور فردیں تو ہم ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا سے یہ طوفان دُور ہوا۔ اور اس کے بعد ان کی کھیتیاں پہلے سے زیادہ ہری بھری ہوگئیں، تو اب یہ کہنے لگے کہ درحقیقت یہ طوفان کوئی عذاب نہیں تھا بلکہ ہمارے فائدے کے لئے آیا تھا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری زمینوں کی پیداوار بڑھ گئی، اس لئے موسیٰ علیہ السلام کا اس میں کچھ دخل نہیں اور یہ کہہ کر سب عہد و پیمان نظر انداز کر دیئے۔

ٹڈی دل کا عذاب

اس طرح یہ لوگ ایک مہینہ امن و عافیت سے رہتے رہے، اللہ نے ان کو غور و فکر کی مہلت دی مگر یہ ہوش میں نہ آئے تو اب دوسرا عذاب ٹڈیوں کا ان پر مسلط کر دیا گیا، ٹڈی دل نے ان کی ساری کھیتیوں اور باغوں کو کھالیا، بعض روایات میں ہے کہ لکڑی کے دروازوں اور چھتوں کو اور گھریلو سب سامان کو ٹڈیاں کھا گئیں اور اس عذاب کے وقت بھی موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ سامنے تھا کہ یہ سارا ٹڈی دل صرف قبطی یعنی قوم فرعون کے باغوں،

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کھیتوں، گھروں پر چھایا ہوا تھا، پاس ملے ہوئے اسرائیلیوں کے مکانات، زمینیں، باغ سب اس سے محفوظ تھے۔

اس وقت پھر قومِ فرعون چلا اٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اس مرتبہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیں یہ عذاب ہٹ جائے تو ہم پختہ وعدہ کرتے ہیں کہ ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے، موسیٰ علیہ السلام نے پھر دعا کی اور یہ عذاب ہٹ گیا، مگر عذاب کے ہٹنے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ہمارے پاس اب بھی اتنا ذخیرہ غلہ کا موجود ہے کہ ہم سال بھر کھا سکتے ہیں تو پھر سرکشی اور عہد شکنی پر آمادہ ہو گئے، نہ ایمان لائے نہ بنی اسرائیل کو آزاد کیا۔

جوؤں اور گھن کا عذاب

ایک مہینہ پھر اللہ تعالیٰ نے مہلت دی، اس مہلت کے بعد تیسرا عذاب قُمَّل کا مسلط ہوا، لفظِ قمل اس جُوں کے لئے بھی بولا جاتا ہے جو انسان کے بالوں اور کپڑوں میں پیدا ہو جاتی ہے، اور اس کیڑے کو بھی کہتے ہیں جو غلہ میں لگ جاتا ہے جس کو گھن بھی کہا جاتا ہے۔ قمل کا یہ عذاب ممکن ہے کہ دونوں قسم کے کیڑوں پر مشتمل ہو غلوں میں گھن لگ گیا اور انسانوں کے بدن اور کپڑوں میں جُوؤں کا طوفان امڈ آیا۔

غلوں کا حال اس گھن نے ایسا کر دیا کہ دس سیر گیہوں پیسنے کے لئے نکالیں تو اُس میں تین سیر آٹا بھی نہ نکلے، اور جوؤں نے ان کے بال اور پلکیں اور بھویں تک کھا لیں۔

آخر پھر قوم فرعون بلبلا اٹھی اور موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی کہ اب کی مرتبہ ہم ہرگز وعدہ سے نہ پھریں گے آپ دعا کر دیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ عذاب بھی ٹل گیا، مگر جن بدنصیبوں کو ہلاک ہی ہونا تھا وہ کہاں عہد کو پورا کرتے، پھر عافیت ملتے ہی سب کچھ بھول گئے اور منکر ہو گئے۔

مینڈکوں کا عذاب

پھر ایک ماہ کی مہلت ایسی آرام و راحت کے ساتھ ان کو دی گئی مگر اس مہلت سے بھی کوئی فائدہ نہ اٹھایا تو چوتھا عذاب مینڈکوں کا ان پر مسلط کر دیا گیا، اور اس کثرت

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

سے مینڈک ان کے گھروں میں پیدا ہو گئے کہ جہاں بیٹھتے تو ان کے گلے تک مینڈکوں کا ڈھیر لگ جاتا، سونے کے لئے لیٹتے تو سارا بدن ان سے دب جاتا کروٹ لینا ناممکن ہو جاتا پکتی ہوئی ہنڈیا میں، رکھے ہوئے کھانے میں آٹے میں اور ہر چیز میں مینڈک بھر جاتے، اس عذاب سے عاجز آ کر سب رونے لگے اور پہلے سے پختہ وعدوں کے ساتھ معاہدہ کیا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ عذاب بھی رفع ہو گیا۔

مگر جس قوم پر قہر الٰہی مسلط ہو اس کی عقل اور ہوش و حواس کام نہیں دیتے، اس واقعہ کے بعد بھی عذاب سے نجات پا کر یہ پھر اپنی ہٹ دھرمی پر جم گئے اور کہنے لگے کہ اب تو ہمیں اور بھی یقین ہو گیا، موسیٰ علیہ السلام بڑے جادوگر ہیں یہ سب ان کے جادو کے کرشمے ہیں رسول نبی کچھ نہیں۔

قوم فرعون پر خون کا عذاب

پھر ایک ماہ کی مہلت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی مگر اس مہلت سے بھی کوئی کام نہ لیا تو پانچواں عذاب خون کا مسلط کر دیا گیا کہ ان کے ہر کھانے اور پینے کی چیز خون بن گئی، کنویں سے، حوض سے، جہاں کہیں سے پانی نکالیں خون بن جائے، کھانا پکانے کے لئے رکھیں خون بن جائے اور ان سب عذابوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ مسلسل تھا کہ ہر عذاب سے اسرائیلی حضرات بالکل مامون و محفوظ تھے، خون کے عذاب کے وقت قوم فرعون کے لوگوں نے بنی اسرائیل کے گھروں سے پانی مانگا جب وہ ان کے ہاتھ میں گیا تو خون ہو گیا، ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر قبطی اور اسرائیلی کھانا کھاتے تو جو لقمہ اسرائیلی اٹھاتا وہ اپنی حالت پر کھانا ہوتا اور جو لقمہ یا پانی کا گھونٹ قبطی کے منہ میں جاتا خون بن جاتا، یہ عذاب بھی بدستور سابق سات روز رہا بالآخر پھر یہ بدکار بدعہد قوم چلا اٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی اور پہلے سے زیادہ موثق وعدے کئے، دعا کی گئی عذاب ہٹ گیا مگر یہ لوگ اپنی اُسی ہٹ دھرمی پر جمے رہے، اس طرح یہ پانچ عذاب مسلسل ان پر آتے رہے مگر یہ لوگ اپنی گمراہی پر قائم رہے اسی کو قرآن کریم نے فرمایا:

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ......

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

یعنی ان لوگوں نے تکبر سے کام لیا اور یہ لوگ بڑے عادی مُجرم تھے۔

طاعون کی وباء سے ستر ہزار فرعونی ہلاک

اس کے بعد ایک چھٹے عذاب کا ذکر بعد کی آیت میں رِجز کے نام سے آیا ہے، یہ لفظ اکثر طاعون کے لئے بولا جاتا ہے، چیچک وغیرہ وبائی امراض کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، تفسیری روایات میں ہے کہ ان لوگوں پر طاعون کی وباء مسلط کردی گئی، جس میں ان کے ستر ہزار آدمی ہلاک ہوگئے۔ اس وقت پھر ان لوگوں نے فریاد کی اور پھر دعا کرنے پر یہ عذاب ہٹا اور پھر بدستور ان لوگوں نے عہد شکنی کی، اتنی مسلسل آزمائشوں اور مہلتوں کے بعد جب ان میں کوئی احساس پیدا ہی نہ ہوا تو اب آخری عذاب آگیا کہ سب کے سب اپنے مکان زمینیں سامان کو چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں نکلے اور بالآخر دریائے قلزم کا لقمہ بن گئے:

فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ.

(معارف القرآن ص ۴۹، جلد چہارم)

فرعون اور اس کی قوم اپنے آخری انجام کی طرف

اور فرعون کا حال یہ تھا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا کے نتیجے میں اس پر اور اس کی قوم پر عذاب آتا اور اُس سے عاجز ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرتا کہ کسی طرح یہ عذاب ہٹا دیجئے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو آزاد کردیں گے پھر جب عذاب ٹل جاتا تو پھر بدعہدی کرتا۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیدیا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر مصر سے نکل جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سب کو لیکر رات کے وقت شہر سے نکل گئے فرعون نے جب صبح کو دیکھا کہ یہ سب لوگ چلے گئے تو اپنی فوج تمام اطراف سے جمع کر کے انکے تعاقب میں چھوڑ دی، اُدھر اللہ تعالیٰ نے اُس دریا کو جو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرئیل کے راستہ میں تھا یہ حکم دیدیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام تجھ پر لاٹھی ماریں تو دریا میں بارہ راستے بن جانے چاہئیں۔ جن سے بنی اسرائیل کے بارہ قبائل الگ الگ گزر سکیں۔ اور جب یہ گزر جائیں تو اُن کے تعاقب میں آنے والوں پر یہ دریا کے بارہ حصے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

پھر مل جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دریا کے قریب پہنچے تو یہ یاد نہ رہا کہ لاٹھی مارنے سے دریا میں راستے پیدا ہوں گے اور اُن کی قوم نے اُن سے فریاد کی انا لمدرکون یعنی ہم تو پکڑ لئے گئے (کیونکہ پیچھے سے فرعونی فوجوں کو آتا دیکھ رہے تھے، اور آگے یہ دریا حائل تھا) اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ یاد آیا کہ دریا پر لاٹھی مارنے سے اسمیں رستے پیدا ہو جائیں گے اور فوراً دریا پر اپنی لاٹھی ماری یہ وہ وقت تھا کہ بنی اسرائیل کے پچھلے حصوں سے فرعونی افواج کے اگلے حصے تقریباً مل چکے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے دریا کے الگ الگ ٹکڑے ہو کر وعدہ ربانی کے مطابق بارہ راستے بن گئے۔

(معارف القرآن ششم، ص ۹۷)

موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کیلئے پانی میں سڑکیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا پر لاٹھی ماری تو اسمیں بارہ سڑکیں اس طرح بن گئیں کہ پانی کے تودے بحرِ منجمد کی طرح دونوں طرف پہاڑ کی برابر کھڑے رہے اور درمیان سے راستے خشک نکل آئے جیسا کہ سورۂ شعراء میں ہے فکان کلُّ فرقٍ کالطّود العظیم، اور درمیان میں جو یہ پانی کی دیواریں ان بارہ سڑکوں کے درمیان تھیں اُن کو قدرت نے ایسا بنا دیا کہ ایک سڑک سے گزرنے والے دوسری سڑکوں سے گزرنے والوں کو دیکھتے بھی جاتے تھے اور باہم باتیں بھی کر رہے تھے تا کہ ان کے دلوں میں یہ خوف و ہراس بھی نہ رہے کہ ہمارے دوسرے قبیلوں کا کیا حال ہوا۔ (قرطبی)

بنی اسرائیل اور لشکر فرعون کی تعداد

تفسیر روح المعانی میں یہ روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شروع رات میں بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے دریائے قلزم کی طرف نکلے۔ بنی اسرائیل نے اس سے پہلے شہر کے لوگوں میں یہ شہرت دیدی تھی کہ ہماری عید ہے ہم عید منانے کے لئے باہر جائیں گے اور اس بہانے سے قبطی لوگوں سے کچھ زیورات عاریۃً مانگ لئے کہ عید سے آ کر واپس کر دیں گے۔ بنی اسرائیل کی تعداد اس وقت چھ لاکھ تین ہزار اور دوسری روایت میں چھ لاکھ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ستر ہزار تھی (یہ اسرائیلی روایات ہیں جن میں مبالغہ ہوسکتا ہے لیکن اتنی بات قرآن کریم کے اشارات اور روایاتِ حدیث سے ثابت ہے کہ اُن کے بارہ قبیلے تھے اور ہر قبیلے کی بہت بڑی تعداد تھی، یہ بھی قدرتِ حق تعالیٰ کا ایک عظیم مشاہدہ تھا کہ جب یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر آئے تو بارہ بھائی تھے، اب بارہ بھائیوں کے بارہ قبیلوں کی اتنی عظیم الشان تعداد مصر سے نکلی جو چھ لاکھ سے زائد بتلائی جاتی ہے۔ فرعون کو جب ان کے نکل جانے کی اطلاع ملی تو اپنی فوجیں جمع کیں جن میں ستر ہزار سیاہ گھوڑے تھے اور لشکر کے مقدمہ میں سات لاکھ سوار تھے۔

جب پیچھے سے اس فوجی سیلاب کو اور آگے دریائے قلزم کو بنی اسرائیل نے دیکھا تو گھبرا اُٹھے اور موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ، کہ ہم تو پکڑ لئے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے تسلی دی کہ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ، کہ میرے ساتھ میرا رب ہے وہ مجھے راستہ دیگا، پھر بحکم ربانی دریا پر لاٹھی ماری اور اُس میں بارہ سڑکیں خشک نکل آئیں، بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے اُن سے گزر گئے، جسوقت فرعون اور اسکا لشکر یہاں پہنچا تو لشکرِ فرعون یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر سہم گیا کہ ان کے لئے دریا میں کس طرح راستے بن گئے مگر فرعون نے اُن کو کہا کہ یہ سب کرشمۂ میری ہیبت کا ہے جس سے دریا کی روانگی رُک کر راستے بن گئے ہیں۔

یہ کہہ کر فوراً آگے بڑھ کر اپنا گھوڑا دریا کے راستے میں ڈالدیا اور سب لشکر کو پیچھے آنے کا حکم دیا، جس وقت فرعون مع اپنے تمام لشکر کے دریائی راستوں کے اندر سما چکے اُسی وقت حق تعالیٰ نے دریا کو روانی کا حکم دیدیا اور دریا کے سب حصے مل گئے۔ (معارف القرآن)

خدائی کا نشہ ہرن ہوگیا

جب سمندر کی تند موجوں نے اسے اپنے نرغہ میں لے لیا اور اسے اپنی ہلاکت کے بارے میں کوئی شبہ نہ رہا تو خدائی کا نشہ ہرن ہوگیا اور اپنے ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ جس دعوت کو وہ اب تک بڑی حقارت سے ٹھکراتا رہا تھا اب ایک ہی سانس میں تین مرتبہ اس کی صداقت کا اعتراف کرنے لگا: آمنت انہ لا الٰہ الا الذی امنت بہ بنوا اسرآئیل وانا من المسلمین۔

عذاب کا فرشتہ جب شہ رگ کو آ کر دبوچ لے۔ پردۂ غیب میں مستور حقائق جب

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

بے حجاب دکھائی دینے لگیں تو اس وقت ایمان لانا شریعت میں معتبر نہیں۔ اس لئے حالتِ اضطرار میں جب فرعون نے ایمان لانے کا اعلان کیا تو اسے اس کے منہ پر پٹخ دیا گیا۔ اگرچہ بائبل میں فرعون کے ایمان لانے کا تذکرہ نہیں لیکن تلمود میں صراحتہً مذکور ہے کہ اس وقت فرعون نے کہا۔ ''میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں۔ اے خداوند تیرے سوا کوئی خدا نہیں۔
(تفہیم القرآن)

فرعون کی لاش

مختصر یہ کہ فرعون اپنی قوم کے ہزارہا افراد سمیت غوطے کھاتا ہلاک اور غرق ہو گیا۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ سمندر کی بے رحم موجیں اس کی نعش کو کہیں دور بہا لے جاتیں اور سمندر کا کھارا پانی تھوڑی دیر میں اس کے گوشت پوست کو گلا کر رکھ دیتا یا بحری جانور اسے نگل جاتے اور اس کا کوئی نشان تک باقی نہ رہتا، لیکن قدرت کو یہ منظور نہ تھا کہ دنیا خدائی کے جھوٹے مدعی کے ہولناک انجام کو فراموش کر دے چنانچہ موجوں کو حکم ملا اور انہوں نے اس کے بے روح جسم کو اٹھا کر ایک ٹیلے پر پھینک دیا یہ جگہ آج بھی جبلِ فرعون کے نام سے مشہور ہے، اور وہاں کے لوگ بتاتے ہیں کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں فرعون کی لاش کو سمندر نے پھینکا تھا اس کی لاش کو دیکھ کر بنی اسرائیل کو بھی اس کے ڈوب جانے کا یقین ہو گیا۔ نیز باقی لوگوں کے لئے بھی اس میں درسِ عبرت ہے۔ مصر میں ایسے مسالے ایجاد ہو چکے تھے جن کے استعمال سے لاش کو گلنے سڑنے سے بچایا جا سکتا تھا اور اس زمانہ میں بادشاہوں اور امراء کی لاشوں کو ممی کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ ماہرینِ آثار قدیمہ نے مصر کے شاہی قبرستانوں سے متعدد ممی شدہ لاشیں نکالی ہیں جو محفوظ ہیں۔

مصر کے عجائب گھر (دارالآثار) میں ایک لاش موجود ہے جس کے متعلق ماہرین اثریات کا خیال ہے کہ یہ فرعونِ موسیٰ (رعمسیس ثانی) کی لاش ہے۔

۱۹۰۷ء میں سر گرافٹن الیٹ سمتھ نے اس کی ممی پر سے جب پٹیاں کھولی تھیں تو اس کی لاش پر نمک کی ایک تہ جمی ہوئی پائی گئی تھی جو کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی ایک کھلی علامت تھی''۔ (تفہیم القرآن)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

لاش کے بارے میں قرآن کی پیشین گوئی

قرآن مجید میں یہ پیشین گوئی کی گئی تھی فرعون موسیٰ کی لاش کو دنیا بھر کے لئے عبرت کی خاطر محفوظ کرلیا جائے گا۔

اس دور کے کفار و مشرکین اور منکرین قرآن و رسول ﷺ نے اور جدید دور دشمنان اسلام نے بھی مذاق اڑایا اور کہا کہ قرآن کے اس دعوے کی تصدیق تو تب ہو کہ جب فرعون کی لاش کا علم ہو۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر فرمایا ہے اس لئے ۱۹۰۷ء میں اہرام مصر کے قریب مصری قبرستان کی کھدائی کے دوران انگلستان کے ماہرین کو پتھر کے صندوقوں میں سے پانچ نعشیں ملیں جو کہ حنوط شدہ یعنی سائنٹفک طریقوں سے محفوظ کی ہوئی تھیں اور ہر ایک کے بارے میں معلومات تختیوں پر درج تھیں اور ان میں سے ایک نعش فرعون موسیٰ علیہ السلام کی تھی۔

فرعون کی لاش پر جدید تحقیقاتی رپورٹ

عہد رسالت میں عرب اقوام عالم کی تاریخ، تہذیب و تمدن، ان کے آثار اور علوم و فنون سے مطلقاً آشنا تھے۔ انہیں یہ قطعاً معلوم نہ تھا کہ فرعون کتنے تھے اور وہ کب سے مصر پر حکومت کر رہے تھے۔ رہی کھدائیاں تو مصر میں ان کا آغاز پچھلی صدی (انیسویں) کے اوائل میں ہوا تھا اور فرعون موسیٰ کی لاش ۱۹۰۷ء میں ایک انگریز محقق سر گرافٹن اسمتھ کی کوششوں سے برآمد ہوئی۔

برٹانیکا کے مضمون ''ممی'' میں ذکر ہے کہ ۱۹۰۶ء میں ایک انگریز ماہر علم و تشریح سر گرافٹن ایلیٹ سمتھ نے ممیوں کی کھول کھول کران کے حنوط کی تحقیق شروع کی تھی اور چالیس ممیوں کا مشاہدہ کیا تھا۔ گولڈنگ لکھتا ہے کہ ۱۹۰۷ء میں سمتھ کو منفطہ کی لاش ملی تھی (یہ منفطہ وہی فرعون ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں غرق ہوا) اس کی پیٹیاں کھولی گئیں تو یہ دیکھ کر سب حیران رہ گئے کہ اس کے جسم پر نمک کی ایک تہہ جمی ہوئی تھی جو کسی اور ممی کے جسم پر نہیں پائی گئی۔ گولڈنگ یہ بات بیان کرتا ہے کہ فرعون بحیرات مرہ میں غرق ہوا

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

تھا جو اس زمانہ میں بحیرہ احمر سے ملی ہوئی تھیں۔ آگے چل کر وہ لکھتا ہے کہ جزیرہ نما سینا کے مغربی ساحل پر ایک پہاڑی ہے جسے مقامی لوگ جبل فرعون کہتے ہیں، اس پہاڑی کی نیچے ایک غار میں نہایت گرم پانی کا ایک چشمہ ہے جسے لوگ حمام فرعون کہتے ہیں اور سینہ بہ سینہ روایات کی بناء پر یہ کہتے ہیں کہ اسی جگہ فرعون کی لاش ملی تھی۔

میں ان معلومات سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بحیرات مرہ میں ڈوبنے کے بعد اس کی لاش کو پھول کر سطح پر تیرنے اور حمام فرعون تک پہنچنے میں کافی وقت لگا ہوگا جس کے دوران میں اس کے گوشت پوست میں سمندری پانی کا نمک جذب ہو گیا ہوگا۔ یہ نمک اس کی لاش کو حنوط کرتے وقت خارج نہیں کیا جا سکتا تھا، تین ہزار برس کے دوران میں یہ رفتہ رفتہ اس کے جسم سے خارج ہو کر ایک تہہ کی صورت میں جم گیا تھا اور پٹیاں کھولی گئیں تو یہ نمک اس پر جما ہوا پایا گیا۔

ایک قابل غور سوال!

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تمام اسرار جو سائنس کو اس دور میں معلوم ہوئے قرآن مجید میں کس طرح سے بیان ہو گئے؟ وہ کون ہے جس نے محمد ﷺ کو آج سے چودہ سو سال پہلے یہ باتیں بیان کر دیں جبکہ اس وقت نہ دوربینیں تھیں نہ خوردبینیں اور نہ سائنسی تحقیق و تفتیش کے آلات۔ ہر سمجھدار انسان یہ بات اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ یہ باتیں قرآن مجید میں انسانی تخیل کا نتیجہ نہیں ہو سکتیں بلکہ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی وحی ہے، وہ فرماتا ہے۔

"قل انزله الذی یعلم السر فی السموات والارض".

"اے نبی ﷺ کہہ دیجئے! اسے اس ہستی نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کے بھید جانتا ہے"۔ (پ ۱۸۔ فرقان:۶)

یہ تمام حقائق جو سائنس کو آج معلوم ہوئے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کو ڈیڑھ ہزار سال قبل معلوم تھے، اپنی اپنی جگہ پر حجت قاطعہ ہیں اور اللہ تعالیٰ سبحانہ کے وجود کی کھلی ہوئی نشانیاں اور محمد ﷺ کی رسالت پر روشن دلائل ہیں، ایسے دلائل جن کا کوئی ہوش مند انسان انکار نہیں کر سکتا۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

بنی اسرائیل کے عبرتناک واقعات

مولانا مودودی کی تحقیقات

بنی اسرائیل نے جس مقام سے بحرِ احمر کو عبور کیا وہ غالباً موجودہ سویز اور اسماعیلیہ کے درمیان کوئی مقام تھا۔ یہاں سے گزر کر یہ لوگ جزیرہ نمائے سینا کے جنوبی علاقے کی طرف ساحل کے کنارے کنارے روانہ ہوئے۔ اُس زمانے میں جزیرہ نمائے سینا کا مغربی اور شمالی حصہ مصر کی سلطنت میں شامل تھا۔ جنوب کے علاقے میں موجودہ شہر طور اور ابوزنیمہ کے درمیان تانبے اور فیروزے کی کانیں تھیں جن سے اہل مصر بہت فائدہ اٹھاتے تھے، اور ان کانوں کی حفاظت کے لئے مصریوں نے چند مقامات پر چھاؤنیاں قائم کر رکھی تھیں۔ انہی چھاؤنیوں میں سے ایک چھاؤنی مُفقّہ کے مقام پر تھی جہاں مصریوں کا ایک بہت بڑا بُت خانہ تھا جس کے آثار اب بھی جزیرہ نما کے جنوبی مغربی علاقہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے قریب ایک اور مقام بھی تھا جہاں قدیم زمانے سے سامی قوموں کی چاند دیوی کا بُت خانہ تھا۔ غالباً انہی مقامات میں سے کسی کے پاس سے گزرتے ہوئے بنی اسرائیل کو، جن پر مصریوں کی غلامی نے مصریت زدگی کا اچھا خاصا گہرا ٹھپا لگا رکھا تھا، ایک مصنوعی خدا کی ضرورت محسوس ہوئی ہوگی۔

بنی اسرائیل کی ذہنیت کو اہلِ مصر کی غلامی نے جیسا کچھ بگاڑ دیا تھا اس کا اندازہ اس بات سے بآسانی کیا جا سکتا ہے کہ مصر سے نکل آنے کے ۷۰ برس بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اوّل حضرت یوشع بن نون اپنی آخری تقریر میں بنی اسرائیل کے مجمع عام سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

"تم خداوند کا خوف رکھو اور نیک نیتی اور صداقت کے ساتھ اس کی پرستش کرو اور اِن دیوتاؤں کو دور کر دو جن کی پرستش تمہارے باپ دادا بڑے دریا کے پاس اور مصر میں کرتے تھے، اور خداوند کی پرستش کرو۔ اور اگر خداوند کی پرستش تم کو بُری معلوم ہوتی ہو تو آج ہی تم اُسے جس کی پرستش کرو گے چن لو...... اب رہی میری اور میرے گھرانے کی بات، سو ہم تو خداوند ہی کی پرستش کریں گے۔" (یشوع ۲۴:۱۴۔۱۵)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۴۰ سال تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اور ۲۸ سال تک حضرت یوشع کی تربیت و رہنمائی میں زندگی بسر کر لینے کے بعد بھی یہ قوم اپنے اندر سے اُن اثرات کو نہ نکال سکی جو فراعنۂ مصر کی بندگی کے دور میں اُس کی رگ رگ کے اندر اُتر گئے تھے۔ پھر بھلا کیونکر ممکن تھا کہ مصر سے نکلنے کے بعد فوراً ہی جو بُت کدہ سامنے آ گیا تھا اس کو دیکھ کر ان بگڑے ہوئے مسلمانوں میں سے بہتوں کی پیشانیاں اُس آستانے پر سجدہ کرنے کے لئے بیتاب نہ ہو جاتیں جس پر وہ اپنے سابق آقاؤں کو ماتھا رگڑتے ہوئے دیکھ چکے تھے۔ (تفہیم القرآن ج ۲)

بنی اسرائیل کا بچھڑے کو معبود بنانا

بہر حال...... اس کے بعد یہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آگے چلے اور راستہ میں ان کا گذر ایک قوم پر ہوا جو اپنے بنائے ہوئے بتوں کی عبادت اور پرستش کر رہے تھے تو یہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے:

یا موسیٰ اجعل لنا الٰھا کما لھم اٰلِھَةٌ قال انکم قومٌ تجھلون ○ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ متبّرٌ مّا ھم فیه.

یعنی اے موسیٰ ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبود بنا دیجئے جیسے انہوں نے معبود بنا رکھے ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم عجیب قوم ہو کہ ایسی جہالت کی باتیں کرتے ہو، یہ لوگ جو بتوں کی عبادت میں مشغول ہیں ان کی عبادت برباد ہونے والی ہے (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) کہ تم اپنے پروردگار اور اپنے اوپر انعامات دیکھ چکے ہو پھر بھی تمہارے یہ جاہلانہ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

خیالات نہیں بدلے، یہ کہہ کر موسیٰ علیہ السلام مع اپنے ان ساتھیوں کے آگے بڑھے اور ایک مقام پر جا کران کو ٹھہرا دیا اور فرمایا تم سب یہاں ٹھہرو، میں اپنے رب کے پاس جاتا ہوں تیس دن کے بعد آجاؤں گا اور میرے پیچھے ہارون علیہ السلام میرے نائب وخلیفہ رہیں گے ہر کام میں ان کی اطاعت کرنا۔

موسیٰ علیہ السلام کی کوہِ طور کو روانگی

موسیٰ علیہ السلام ان سے رخصت ہو کر کوہِ طور پر تشریف لے گئے اور (اشارۂ ربانی سے) تیس دن رات کا مسلسل روزہ رکھا تاکہ اس کے بعد کلام ربانی سے مستفیذ ہو سکیں مگر تیس دن رات کے مسلسل روزہ سے جو ایک قسم کی بو روزہ دار کے منہ میں پیدا ہو جاتی ہے یہ فکر ہوئی کہ اس بو کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شرف ہمکلامی نامناسب ہے تو پہاڑی کے گھاس کے ذریعہ مسواک کر کے منہ صاف کر لیا، جب بارگاہِ حق میں نازل ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ تم نے افطار کیوں کر لیا (اور اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کچھ کھایا پیا نہیں بلکہ صرف منہ صاف کر لینے کو پیغمبرانہ امتیاز کی بنا پر افطار کرنے سے تعبیر فرمایا) موسیٰ علیہ السلام نے اس کو حقیقت سمجھ کر عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھے یہ خیال ہوا کہ آپ سے ہمکلام ہونے کے لئے منہ کی بو دور کر کے صاف کر لوں، حکم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام تمہیں خبر نہیں کہ روزہ دار کے منہ کی بو ہمارے نزدیک مشک سے بھی زیادہ محبوب ہے، اب آپ لوٹ جایئے اور مزید دس دن روزے رکھیئے پھر ہمارے پاس آیئے موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی۔

بنی اسرائیل کی بے چین روحیں

ادھر موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے دیکھا کہ مقررہ مدت تیس روز گذر گئے اور موسیٰ علیہ السلام واپس نہیں آئے تو ان کو یہ بات ناگوار ہوئی، ادھر ہارون علیہ السلام نے موسیٰ کے رخصت ہونے کے بعد اپنی قوم میں ایک خطبہ دیا کہ قوم فرعون کے لوگوں کی بہت سی چیزیں تم نے عاریۃً مانگ رکھی تھیں یا انہوں نے تمہارے پاس ودیعت (امانت) رکھوا رکھی تھیں وہ سب تم

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اپنے ساتھ لے آئے ہو اگرچہ تمہاری بھی بہت سی چیزیں قوم فرعون کے پاس عاریت یا ودیعت کی تھیں اور آپ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ان کی یہ چیزیں ہماری چیزوں کے معاوضہ میں ہم نے رکھ لیں ہیں مگر میں اس کو حلال نہیں سمجھتا کہ ان کی عاریت اور ودیعت کا سامان تم اپنے استعمال میں لاؤ اور ہم اس کو واپس بھی نہیں کر سکتے اس لئے ایک گڑھا کھدوا کر سب کو حکم دیا کہ یہ چیزیں خواہ زیورات ہوں یا دوسری استعمالی اشیاء سب اس گڑھے میں ڈال دو (ان لوگوں نے حکم کی تعمیل کی) ہارون علیہ السلام نے اس سارے سامان کے اوپر آگ جلوادی جس سے یہ سب سامان جل گیا اور فرمایا کہ اب یہ ہمارا رہا نہ ان کا۔

(معارف القرآن)

سامری کے بچھڑے کی حقیقت

اُن کے ساتھ ایک شخص سامری ایک ایسی قوم کا فرد تھا جو گائے کی پرستش کیا کرتے تھے، یہ بنی اسرائیل میں سے نہ تھا مگر جب حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ ہولیا، اس کو یہ عجیب اتفاق پیش آیا کہ اس نے (جبرائیل علیہ السلام) کا ایک اثر دیکھا (یعنی جہاں ان کا قدم پڑتا ہے اس میں زندگی اور نمو پیدا ہو جاتا ہے) اس نے اس جگہ سے ایک مٹھی مٹی کو اٹھالیا، اس کو ہاتھ میں لئے ہوئے آرہا تھا کہ ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ہارون علیہ السلام نے خیال کیا کہ اسکی مٹی میں کوئی فرعونی زیور وغیرہ ہے اس سے کہا کہ جس طرح سب نے اس گڑھے میں ڈالا ہے تم بھی ڈال دو، اس نے کہا یہ تو اس رسول (جبرائیل) کے نشانِ قدم کی مٹی ہے جس نے تمہیں دریا سے پار کرایا ہے اور میں اس کو کسی طرح نہ ڈالوں گا بجز اس کے کہ آپ یہ دعاء کریں کہ میں جس مقصد کے لئے ڈالوں وہ مقصد پورا ہو جائے، ہارون علیہ السلام نے یہ دعا کا وعدہ کرلیا اُسنے وہ مٹھی مٹی کی اس گڑھے میں ڈالدی اور حسب وعدہ ہارون علیہ السلام نے دعا کی کہ یا اللہ جو کچھ سامری چاہتا ہے وہ پورا کر دیجئے، جب وہ دعا کر چکے تو سامری نے کہا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ یہ سونا، چاندی، لوہا پیتل جو کچھ اس گھڑے میں ڈالا گیا ہے ایک گائے کا بچھڑا بن جائے۔ ہارون علیہ السلام دُعا کر چکے تھے اور وہ قبول ہو چکی تھی جو کچھ زیورات اور تانبا پیتل لوہا اس میں ڈالا گیا تھا سب کا ایک بچھڑا بن گیا جس میں کوئی روح تو نہ تھی مگر گائے کی آواز نکالتا تھا۔ حضرت

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ابن عباس نے اس روایت کو نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ واللہ وہ کوئی زندہ آواز نہیں تھی بلکہ ہوا اس کے پچھلے حصہ سے داخل ہو کر منہ سے نکلتی تھی اس سے یہ آواز پیدا ہوتی تھی۔

یہ عجیب وغریب قصہ دیکھ کر بنی اسرائیل فرقوں میں تقسیم ہو گئے، ایک فرقہ نے سامری سے پوچھا کہ یہ کیا ہے اس نے کہا یہی تمہارا خدا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام راستہ بھول کر دوسری طرف چلے گئے۔ ایک فرقہ نے یہ کہا کہ ہم سامری کی اس بات کی تکذیب نہیں کر سکتے جب تک موسیٰ علیہ السلام حقیقت حال بتلائیں اگر واقع میں یہی ہمارا خدا ہے تو ہم اسکی مخالفت کر کے گناہگار نہیں ہوں گے اور یہ خدا نہیں تو ہم موسیٰ علیہ السلام کے قول کی پیروی کریں گے۔ ایک اور فرقہ نے کہا کہ یہ سب شیطانی دھوکہ ہے یہ ہمارا رب نہیں ہو سکتا نہ ہم اس پر ایمان لا سکتے ہیں نہ اس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ایک اور فرقہ کے دل میں سامری کی بات اتر گئی اور اُس نے سامری کی تصدیق کر کے اس کو اپنا خدا مان لیا۔ (معارف القرآن)

حضرت موسیٰؑ کا حضرت ہارونؑ پر عتاب

ہارون علیہ السلام نے یہ فساد عظیم دیکھا تو فرمایا:

یا قوم انّما فتنتم به وانّ ربّکم الرحمٰن فاتّبعونی واطیعوا امری.

"یعنی اے میری قوم تم فتنہ میں پڑ گئے ہو بلاشبہ تمہارا رب اور خدا تو رحمٰن ہے تم میرا اتباع کرو اور میرا حکم مانو۔"

انہوں نے کہا کہ یہ بتلایئے کہ موسیٰ علیہ السلام کو کیا ہوا کہ ہم سے تیس دن کا وعدہ کر کے گئے تھے اور وعدہ خلافی کی یہاں تک کہ اب چالیس دن پورے ہو رہے ہیں۔ اُن کے کچھ بے وقوفوں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کو بھول گئے۔ اُس کی تلاش میں پھرتے ہوں گے۔

اس طرف جب چالیس روزے پُورے کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہمکلامی نصیب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس فتنہ کی خبر دی جس میں اُن کی قوم مبتلا ہو گئی تھی فرجع موسیٰ الیٰ قومه غضبان اَسِفًا، موسیٰ علیہ السلام وہاں سے بڑے غصے میں اور

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

افسوس کی حالت میں واپس آئے۔

واپس آ کر اول تو بنی اسرائیل کو خطاب کیا پھر اپنے خلیفہ حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر ان پر سخت غصہ اور ناراضگی کا اظہار کیا اُن کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے اور فرمایا کہ جب ان بنی اسرائیل کو آپ نے دیکھ لیا کہ کھلی گمراہی یعنی شرک و کفر میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو گئے تو تم نے میرا اتباع کیوں نہ کیا، میرے حکم کی خلاف ورزی کیوں کی۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ اے میری ماں جائے بیٹے! میری داڑھی اور سر کے بال چھوڑ دیجئے اور بات پر غور فرمایئے، میں اُن کی گمراہی کا ساتھی نہیں تھا جتنا سمجھانا اور ہدایت پر رکھنا میرے بس میں تھا وہ میں نے پُورا کیا اُن لوگوں نے میری بات نہ مانی اور میرے قتل کرنے کے درپے ہو گئے ایسی صورت میں اُن سے مقاتلہ کرتا یا اُن کو چھوڑ کر آپکے پاس جانیکا ارادہ کرتا تو صرف یہ بارہ ہزار بنی اسرائیلی میرے ساتھ ہوتے باقی سب مقاتلہ اور مقابلہ پر آ جاتے اور باہمی معرکہ گرم ہو جاتا، میں نے اس سے بچنے کے لئے آپ کی واپسی تک کے لئے کچھ مساہلت کی صورت اختیار کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ عذر سُنا تو ہارون علیہ السلام کو چھوڑ دیا۔

سامری سے بازپُرس اور اس کا جواب

پھر سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے یعنی تو نے یہ حرکت کیوں کی، اس نے کہا کہ مجھ کو ایسی چیز نظر آئی تھی جو اوروں کو نظر نہ آئی تھی یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے پر چڑھے ہوئے جس روز دریا سے پار اُترے ہیں جو بمصلحت نصرت مؤمنین واہلاک کفار کے آئے ہوں گے اور تاریخ طبری میں سدی سے بسند نقل کیا ہے کہ حضرت جبرائیل موسیٰ علیہ السلام کے پاس یہ حکم لیکر گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے کہ آپ طور پر جاویں تو اُسوقت سامری نے دیکھا تھا پھر میں نے اس فرستادہ خداوندی کی سواری کے نقشِ قدم سے ایک مٹھی بھر کر خاک اُٹھالی تھی اور خود بخود میرے قلب میں یہ بات آئی کہ اس میں زندگی کے اثرات ہونگے جس چیز پر ڈالی جائے گی اس میں زندگی پیدا ہو جائے گی سو میں نے وہ مٹھی خاک اس بچھڑے کے قالب کے اندر ڈالدی اور میرے جی

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کو یہی بات بھائی اور پسند آئی، آپ نے فرمایا تو بس تیرے لئے اس دنیوی زندگی میں یہ سزا تجویز کی گئی ہے کہ تو یہ کہتا پھریگا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا اور تیرے لئے اس سزا کے علاوہ ایک اور وعدہ حق تعالیٰ کے عذاب کا ہے جو تجھ سے ٹلنے والا نہیں یعنی آخرت میں جدا عذاب ہوگا اور تو اپنے اس معبود باطل کو دیکھ جس کی عبادت پر تو جما ہوا بیٹھا تھا دیکھ ہم اسکو جلا دینگے پھر اس کی راکھ کو دریا میں بکھیر کر بہادیں گے تاکہ نام و نشان اسکا نہ رہے بس تمہارا حقیقی معبود تو صرف اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اپنے علم سے تمام چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

سامری کے ساتھ کیا بیتی؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کے لئے دُنیا کی زندگی میں یہ سزا تجویز کی کہ سب لوگ اس سے مقاطعہ کریں کوئی اس کے پاس نہ جاوے اور اسکو بھی یہ حکم دیا کہ کسی کو ہاتھ نہ لگائے اور زندگی بھر اسی طرح وحشی جانوروں کی طرح سب سے الگ رہے۔ یہ سزا، ہوسکتا ہے کہ ایک قانون کی صورت میں ہو جس کی پابندی اسپر اور دوسرے سب بنی اسرائیل پر منجانب موسیٰ علیہ السلام لازم کردی گئی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ قانونی حیثیت کی سزا سے آگے خود اسکی ذات میں بقدرتِ خداوندی کوئی ایسی بات پیدا کردی گئی ہو کہ نہ وہ دوسروں کو چھو سکے نہ کوئی دوسرا اسکو چھو سکے جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی بدُعا سے اسمیں یہ کیفیت پیدا ہوگئی تھی کہ اگر یہ کسی کو ہاتھ لگادے یا کوئی اسکو ہاتھ لگادے تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا۔ اس ڈر کے مارے وہ سب سے الگ بھاگا پھرتا تھا اور جب کسی کو قریب آتا دیکھتا تو دُور سے پکارتا تھا لامساس یعنی کوئی مجھے نہ چھوئے۔

سامری کی سزا میں ایک لطیفہ

روح المعانی میں بحوالہ بحرِ محیط نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو قتل کردینے کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اسکے سخی اور لوگوں کی خدمت کرنے کی وجہ سے قتل کی سزا سے منع فرمادیا۔ (بیان القرآن)

لَنُحَرِّقَنَّهٗ (یعنی ہم اس کو آگ میں جلائیں گے) یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

یہ بچھڑا سونے چاندی کے زیورات سے گھڑا ہوا تھا تو اس کے آگ میں جلانے کی کیا صورت ہوگی سونا چاندی پگھلنے والی چیز سے جلنے والی نہیں۔ جواب یہ ہے کہ اول تو خود اس میں اختلاف ہے کہ بچھڑے میں آثارِ حیات پیدا ہونے کے بعد بھی وہ چاندی سونے ہی کا رہا یا اس کی حقیقت تبدیل ہوکر گوشت اور خون بن گیا، اگر وہ گوشت اور لحم ودم بن گیا تھا تو ظاہر ہے کہ اسکو جلانیکا مطلب یہ ہوگا کہ ذبح کر کے جلا دیا جائے گا اور اگر دوسرا قول لیا جاوے تو اسکے جلانیکا مطلب یہ ہوگا کہ اسکو سوہان سے ریت کر ذرہ ذرہ کر دیا جاوے گا۔ (کمافی درالمنثور) یا کسی حیلۂ اکسیریہ سے جلا دیا جاویگا (کمافی روح المعانی) اور یہ بھی کوئی مستبعد نہیں کہ احراق اور جلدنا بطور خرق عادت و معجزہ ہو، واللہ اعلم۔ (بیان القرآن)

موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو فرمایا کہ جا، اب تیری سزا یہ ہے کہ تو زندگی بھر یہ کہتا پھرے کہ مجھے کوئی مس نہ کرے (ورنہ وہ بھی عذاب میں گرفتار ہوجایگا) اور تیرے لئے ایک میعاد مقرر ہے جس کے خلاف نہیں ہوگا کہ زندگی میں تو یہ عذاب چکھتا رہے) اور دیکھ اپنے اُس معبود کو جس کی تو نے پرستش کی ہے ہم اس کو آگ میں جلائینگے پھر اس کی راکھ کو دریا میں بہا دیں گے، اگر یہ خدا ہوتا تو ہم کو اس عمل پر قدرت نہ ہوتی۔

توبہ کے لئے ۷۰ افراد کا انتخاب

اس وقت بنی اسرائیل کو یقین آ گیا کہ ہم فتنہ میں مبتلا ہوگئے تھے اور سب کو اُس جماعت پر غبطہ اور رشک ہونے لگا، جسکی رائے حضرت ہارون علیہ السلام کے مطابق تھی (یعنی یہ ہمارا خدا نہیں ہوسکتا) بنی اسرائیل کو اپنے اس گناہِ عظیم پر تنبہ ہوا، تو سخت پشیمان ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی کہ ہماری مغفرت کے لئے بارگاہ الٰہی میں عرض کیجئے۔ حکم ہوا اِن میں سے ستر آدمی منتخب کر کے اپنے ہمراہ لاؤ تاکہ وُہ یہاں آ کر ساری قوم کے نمائندوں کی حیثیت سے توبہ کریں۔ چنانچہ آپ اپنی قوم کے ستر نمائندوں کی معیت میں طور کی طرف روانہ ہُوئے۔ وہاں پہنچے تو ایک بادل نمودار ہوا جس نے سارے پہاڑ کو گھیر لیا وہاں پہنچ کر سجدہ میں گر گئے۔ مُوسیٰ علیہ السلام نے اپنے مولا کریم سے گفتگو کی جو اُنھوں نے سُنی جب بادل چھٹ گیا اور سلسلۂ کلام بھی منقطع ہوگیا تو کہنے لگے۔ موسیٰ! ہم نے گفتگو تو سُنی ہے لیکن جب تک ہم اپنی آنکھوں سے متکلم کو نہ دیکھ لیں ہم کیسے یقین کرلیں کہ وُہ خُداوند

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

تعالیٰ تھا۔ ممکن ہے کوئی اور ہو۔ اس پر زلزلہ کے شدید جھٹکے آنے لگے اور بجلی کڑکنے لگی۔ اس وحشت ناک منظر کی تاب نہ لاکر وہ بے ہوش ہو کر گرے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہول منظر سے موت واقع ہوگئی۔ اور وہب کی رائے ہے کہ مرے نہیں تھے بلکہ بے ہوشی کی وہ کیفیت طاری ہوگئی تھی کہ قریب المرگ ہو گئے تھے۔ (بیضاوی۔ قرطبی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کام کے لئے بنی اسرائیل میں سے ستر ایسے صلحاء نیک لوگوں کا انتخاب کیا جو پوری قوم میں نیکی اور صلاح میں ممتاز تھے اور جو اُن کے علم میں گو سالہ پرستی سے بھی دور رہے تھے اس انتخاب میں بڑی چھان بین سے کام لیا، ان ستر منتخب صلحاء بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر کوہِ طور کی طرف چلے تاکہ اللہ تعالیٰ سے ان کی توبہ قبول کرنے کے بارے میں عرض کریں، موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر پہنچے تو زمین میں زلزلہ آیا جس سے موسیٰ علیہ السلام کو بڑی شرمندگی اس وفد کے سامنے ہوئی اور قوم کے سامنے بھی، اس لئے عرض کیا، رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا...... یعنی اے میرے پروردگار اگر آپ ان کو ہلاک ہی کرنا چاہتے تھے تو اس وفد میں آنے سے پہلے ہلاک کر دیتے اور مجھے بھی ان کے ساتھ ہلاک کر دیتے، کیا آپ ہم سب کو اس لئے ہلاک کرتے ہیں کہ ہم میں کچھ بیوقوفوں نے گناہ کیا ہے، اور اصل وجہ اس زلزلہ کی یہ تھی کہ اس وفد میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تحقیق و تفتیش کے باوجود کچھ لوگ اُن میں سے شامل ہو گئے تھے جو پہلے گوسالہ پرستی کر چکے تھے اور اُن کے دِلوں میں گوسالہ کی عظمت بیٹھی ہوئی تھی۔

تائبین کو اپنے رشتہ داروں کے قتال کا حکم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دُعاء وفریاد کے جواب میں ارشاد ہوا:

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

"یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری رحمت تو سب کو شامل ہے اور میں عنقریب لکھ دوں گا اپنی رحمت (کا پروانہ) اُن لوگوں کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اتباع کرتے ہیں اُس رسولِ اُمّی کا جسکا ذکر لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔"

یہ سُن کر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے پروردگار! میں نے آپ سے اپنی قوم کی توبہ کے بارے میں عرض کیا تھا آپ نے جواب میں رحمت کا عطا فرمانا میری قوم کے علاوہ دوسری قوم کے متعلق ارشاد فرمایا، تو پھر آپ نے میری پیدائش کو مؤخر کیوں نہ کر دیا کہ مجھے بھی اُسی نبی اُمّی کی اُمتِ مرحومہ کے اندر پیدا فرما دیتے؟ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہونے کا ایک طریقہ ارشاد ہوا کہ ان کی توبہ قبول ہونے کی صورت یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص اپنے متعلقین میں سے باپ یا بیٹے جس سے ملے اس کو تلوار سے قتل کر دے اُسی جگہ میں جہاں یہ گوسالہ پرستی کا گناہ کیا تھا۔

انہیں حکم کی تعمیل کرنا پڑی

اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے وہ ساتھی جن کا حال موسیٰ علیہ السلام کو معلوم نہ تھا اور ان کو بے قصور صالح سمجھ کر ساتھ لیا تھا مگر درحقیقت اُن کے دل میں گوسالہ پرستی کا جذبہ ابتک تھا وہ بھی اپنے دل میں نادم ہو کر تائب ہو گئے اور اُنہوں نے اُس شدید حکم پر عمل کیا جو اُن کی توبہ قبول کرنے کے لئے بطور کفارہ نافذ کیا تھا (یعنی اپنے عزیز و اقارب کا قتل) اور جب اُنہوں نے یہ عمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے قاتل و مقتول دونوں کی خطا معاف فرما دی، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی الواح جن کو غصہ میں ہاتھ سے رکھ دیا تھا اُٹھا کر اپنی قوم کو لے کر ارضِ مقدسہ (شام) کی طرف چل دیئے وہاں ایک ایسے شہر پر پہنچے جس پر جبارین کا قبضہ تھا جن کی شکل و صورت اور قد و قامت بھی ہیبت ناک تھی اُن کے ظلم و جوار اور قوت و شوکت کے عجیب و غریب قصے ان سے کہے گئے (موسیٰ علیہ السلام اس شہر میں داخل ہونا چاہتے تھے مگر بنی اسرائیل پر ان جبارین کے حالات سنکر رعب چھا گیا اور) کہنے لگے اے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

موسیٰ اس شہر میں تو بڑے جبار ظالم لوگ ہیں جن کے مقابلے کی ہم میں طاقت نہیں اور ہم تو اس شہر میں اُس وقت تک داخل نہیں ہونگے جب تک یہ جبارین وہاں موجود ہیں، ہاں وہ یہاں سے نکل جائیں تو پھر ہم اُس شہر میں داخل ہو سکتے ہیں۔

"یعنی بنی اسرائیل نے ان دونوں آدمیوں کی نصیحت سُننے کے بعد بھی موسیٰ علیہ السلام کو کورا جواب اس بیہودگی کے ساتھ دیا کہ اے موسیٰ، ہم تو اس شہر میں اُس وقت تک ہرگز نہ جائیں گے جبتک جبّارین وہاں موجود ہیں اگر آپ ان کا مقابلہ ہی کرنا چاہتے ہیں تو آپ اور آپ کا رب جا کر ان سے لڑ بھڑ لیجیے ہم تو یہیں بیٹھے ہیں"۔

تیہہ کا میدان وبالِ جان بن گیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل پر حق تعالیٰ کے بے شمار انعامات کے ساتھ ہر قدم پر اُن کی سرکشی اور بیہودگی کا مشاہدہ کرتے آرہے تھے مگر اسوقت تک صبر وتحمل سے کام لیتے رہے، کبھی اُن کے لئے بددُعا نہیں کی اس وقت ان کے اس بیہودہ جواب سے وہ بہت دل شکستہ اور غمگین ہو گئے اور اُن کے لئے بددُعا کی اُن کے حق میں فاسقین کے الفاظ استعمال فرمائے، حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دُعا قبول فرمائی اور اُن کو اللہ تعالیٰ نے بھی فاسقین کا نام دیدیا اور اس زمین مقدس سے ان لوگوں کو چالیس سال کے لئے محروم کر دیا اور اس کھلے میدان میں اُن کو ایسا قید کر دیا کہ صبح سے شام تک چلتے رہتے تھے کہیں قرار نہ تھا۔ (مگر چونکہ اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اُن کے ساتھ تھے اُن کی برکت اور طفیل سے اس قوم فاسقین پر اس سزا کے دوران بھی اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں برستی رہیں کہ اس میدان تیہ میں یہ جس طرف چلتے تھے بادل ان کے سروں پر سایہ کر دیتا تھا، اُن کے کھانے کے لئے من وسلویٰ نازل ہوتے تھے، ان کے کپڑے معجزانہ انداز سے میلے ہوتے تھے نہ پھٹتے تھے۔ اور ان کو ایک مربع پتھر عطا فرما دیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیدیا تھا کہ جب اُن کو پانی کی ضرورت ہو تو اس پتھر پر اپنی لاٹھی مارو تو اسمیں سے بارہ چشمے جاری ہو جاتے تھے، پتھر کی جانب سے تین چشمے بہنے لگتے تھے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں یہ چشمے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

متعین کر کے تقسیم کر دیئے گئے تھے تاکہ باہم جھگڑا نہ پیدا ہو اور جب بھی یہ لوگ کسی مقام سے سفر کرتے اور پھر کہیں جا کر منزل کرتے تو اس پتھر کو وہیں موجود پاتے تھے (قرطبی)
(معارف القرآن جلد ششم سورہ طٰہٰ ۲۰:۴۴)

بنی اسرائیل پر ایک اور مصیبت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب کہ ہم نے بنی اسرائیل کے سروں پر پہاڑ کو اُٹھا کر معلق کر دیا جس سے وہ سمجھنے لگے کہ اب ہم پر پہاڑ گرا چاہتا ہے، اس حالت میں ان سے کہا گیا خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ یعنی مضبوط پکڑو ان احکام کو جو ہم نے تمہیں دیئے ہیں اور یاد رکھو تورات کی ہدایات کو تاکہ تم برے اعمال و اخلاق سے باز آ جاؤ۔

واقعہ اس کا یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل کی خواہش اور فرمائش کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کتاب و شریعت مانگی اور حسب الحکم اس سلسلہ میں چالیس راتوں کا اعتکاف کوہِ طور پر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب ملی اور بنی اسرائیل کو سُنائی تو اس میں بہت سے احکام ایسے پائے جو ان کی طبیعت اور سہولت کے خلاف تھے ان کو سن کر انکار کرنے لگے کہ ہم سے تو ان احکام پر عمل نہیں ہو سکتا،

اس وقت حق تعالیٰ نے جبرائیل امین کو حکم دیا انہوں نے کوہِ طور کو اس بستی کے اوپر معلق کر دیا جس میں بنی اسرائیل آباد تھے، اس کا رقبہ تاریخی روایتوں میں تین مربع میل بیان کیا گیا ہے، اس طرح ان لوگوں نے موت کو اپنے سامنے کھڑا دیکھا تو سب سجدہ میں گر گئے اور احکام تورات کی پابندی کا عہد کر لیا، لیکن اس کے باوجود پھر بار بار خلاف ورزی ہی کرتے رہے۔

ایک بڑے عالم کی گمراہی کا عبرتناک واقعہ

قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے سامنے یہ واقعہ پڑھ کر سنائیے جس میں بنی اسرائیل کے ایک بڑے عالم و عارف اور مشہور پیشوا کا ایسا ہی

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

حال عروج کے بعد تنزل اور ہدایت کے بعد گمراہی کا مذکور ہے کہ وسیع علم اور پوری معرفت حاصل ہونے کے باوجود، جب نفسانی اغراض اس پر غالب آئیں تو یہ سب علم و معرفت اور مقبولیت ختم ہو کر گمراہ اور ذلیل و خوار ہو گیا،

قرآن عظیم میں اس شخص کا نام اور کوئی تشخص مذکور نہیں، ائمہ تفسیر صحابہ اور تابعین سے اس کے بارے مختلف روایتیں مذکور ہیں، جن میں زیادہ مشہور اور جمہور کے نزدیک قابل اعتماد روایت وہ ہے جو حضرت ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی ہے کہ اس شخص کا نام بلعم بن باعوراء ہے یہ ملک شام میں بیت المقدس کے قریب کنعان کا رہنے والا تھا، اور ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں سے تھا، اللہ تعالیٰ کی بعض کتابوں کا علم اس کو حاصل تھا، قرآن کریم میں جو اس کی صفت میں الذی اتینہ ایتنا فرمایا ہے اس سے اسی علم کی طرف اشارہ ہے،

بلعم بن باعوراء کو اسم اعظم معلوم تھا

جب غرق فرعون اور فتح مصر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو قوم جبارین سے جہاد کرنے کا حکم ملا اور جبارین نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کا لشکر لے کر پہنچ گئے اور ان کے مقابل قوم فرعون کا غرق و غارت ہونا ان کو پہلے سے معلوم ہو چکا تھا تو ان کو فکر ہوئی اور جمع ہو کر بلعم بن باعوراء کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سخت آدمی ہیں اور ان کے ساتھ بہت سے لشکر ہیں اور وہ اس لئے آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے ملک سے نکال دیں، آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ ان کو ہمارے مقابلہ سے واپس کر دیں، وجہ یہ تھی کہ بلعم باعوراء کو اسم اعظم معلوم تھا وہ اس کے ذریعہ جو دعا کرتا تھا قبول ہوتی تھی،

بلعم نے کہا افسوس ہے تم کیسی بات کہتے ہو، وہ اللہ کے نبی ہیں ان کے ساتھ اللہ کے فرشتے ہیں میں ان کے خلاف بددعا کیسے کر سکتا ہوں حالانکہ ان کا مقام جو اللہ کے نزدیک ہے وہ بھی میں جانتا ہوں اگر میں ایسا کروں گا تو میرا دین دنیا دونوں تباہ ہو جائیں گے۔ ان لوگوں نے بے حد اصرار کیا تو اس پر بلعم نے کہا کہ اچھا میں اپنے رب سے اس معاملہ میں معلوم کر لوں کہ ایسی دعا کرنے کی اجازت ہے یا نہیں، اس نے اپنے معمول کے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

مطابق معلوم کرنے کے لئے استخارہ یا کوئی عمل کیا، خواب میں اس کو بتلایا گیا کہ ہرگز ایسا نہ کرے، اس نے قوم کو بتلا دیا کہ مجھے بددعا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے، اس وقت قوم جبارین نے بلعم کو کوئی بڑا ہدیہ پیش کیا جو درحقیقت رشوت تھی، اس نے ہدیہ قبول کر لیا تو پھر اس قوم کے لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے کہ آپ ضرور یہ کام کر دو اور اِلحاح واصرار کی حد نہ رہی بعض روایات میں ہے کہ اس کی بیوی نے مشورہ دیا کہ یہ رشوت قبول کر لیں اور ان کا کام کر دیں، اس وقت بیوی کی رضاجوئی اور مال کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا، اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف بددعا کرنا شروع کی،

بلعم کی زبان سینے سے چمٹ گئی

اس وقت قدرتِ الٰہیہ کا عجیب کرشمہ یہ ظاہر ہوا کہ وہ جو کلمات بددعا کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لئے کہنا چاہتا تھا اس کی زبان سے وہ الفاظ بددعا خود اپنی قوم جبارین کے لئے نکلے، وہ چلا اٹھے کہ تم تو ہمارے لئے بددعا کر رہے ہو، بلعم نے جواب دیا کہ یہ میرے اختیار سے باہر ہے میری زبان اس کے خلاف پر قادر نہیں،

نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم پر بھی تباہی نازل ہوئی اور بلعم کو یہ سزا ملی کہ اس کی زبان اس کے سینہ پر لٹک گئی، اور اب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ میری تو دنیا و آخرت تباہ ہو گئی اب دعا تو میری چلتی نہیں لیکن میں تمہیں ایک چال بتاتا ہوں جس کے ذریعہ تم موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر غالب آ سکتے ہو،

وہ یہ ہے کہ تم اپنی حسین لڑکیوں کو مزین کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو اور ان کو یہ تاکید کر دو کہ بنی اسرائیل کے لوگ ان کے ساتھ جو کچھ کریں کرنے دیں، رکاوٹ نہ بنیں، یہ لوگ مسافر ہیں، اپنے گھروں سے مدت کے نکلے ہوئے ہیں، اس تدبیر سے ممکن ہے کہ یہ لوگ حرام کاری میں مبتلا ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام کاری انتہائی مبغوض چیز ہے جس قوم میں یہ ہو، اس پر ضرور قہر و عذاب نازل ہوتا ہے، وہ فاتح و کامران نہیں ہو سکتی،

بلعم کی یہ شیطانی چال ان کی سمجھ میں آ گئی، اس پر عمل کیا گیا، بنی اسرائیل کا ایک

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

بڑا آدمی اس چال کا شکار ہو گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اس وبال سے روکا مگر وہ باز نہ آیا، اور شیطانی جال میں مبتلا ہو گیا،

طاعون کا عذاب اور ستر ہزار یہودیوں کی ہلاکت

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں سخت قسم کا طاعون پھیلا جس سے ایک روز میں ستر ہزار اسرائیلی مر گئے، یہاں تک کہ جس شخص نے برا کام کیا تھا اس جوڑے کو بنی اسرائیل نے قتل کر کے منظرِ عام پر ٹانگ دیا کہ سب لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور توبہ کی، اس وقت یہ طاعون رفع ہوا۔

سورۂ اعراف کی آیت ۱۶۰ میں ان کی دو سزاؤں کا بیان ہے جو دنیا ہی میں بنی اسرائیل پر مسلط کر دی گئی ہیں اول یہ کہ قیامت تک اللہ تعالیٰ ان پر کسی ایسے شخص کو ضرور مسلط کرتا رہے گا جو ان کو سخت سزا دیتا رہے اور ذلت و خواری میں مبتلا رکھے، چنانچہ اس وقت سے آج تک ہمیشہ یہود ہر جگہ مقہور و مغلوب اور محکوم رہے ہے، آج کل اسرائیلی حکومت سے اس پر شبہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ جاننے والے جانتے ہیں کہ درحقیقت آج بھی اسرائیل کی نہ اپنی کوئی قوت ہے نہ حکومت، وہ روس اور امریکہ کی اسلام دشمن سازش کے نتیجہ میں انہیں کی ایک چھاؤنی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور آج بھی وہ بدستور انہیں کے محکوم و مقہور ہیں، جس دن جس وقت یہ دونوں اس کی امداد سے اپنا ہاتھ کھینچ لیں اُسی روز اسرائیل کا وجود دنیا سے ختم ہو سکتا ہے۔

یہودیوں میں افتراق و انتشار

دوسری آیت میں یہودیوں پر ایک اور سزاء کا ذکر ہے، جو اسی دنیا میں ان کو دی گئی، وہ یہ کہ ان کی آبادی دنیا کے مختلف حصوں میں منتشر اور متفرق ہو گئی، کسی جگہ ایک ملک میں ان کا اجتماع نہ رہا، وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا کا یہی مطلب ہے، قَطَّعْنَا، مصدر تَقْطِيْع سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، اور اُمَم، اُمَّة کی جمع ہے جس کے معنی ہیں "ایک جماعت" یا "ایک فرقہ"۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے یہود کی قوم کے ٹکڑے ٹکڑے زمین کے مختلف حصوں میں متفرق کر دیئے۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کا ایک جگہ اجتماع اور اکثریت خداتعالیٰ کا انعام و احسان ہے اور اس کا مختلف جگہوں میں منتشر ہو جانا ایک طرح کا عذاب الٰہی، مسلمانوں پر حق تعالیٰ کا یہ انعام ہمیشہ رہا ہے اور انشاء اللہ تا قیامت رہے گا کہ وہ جس جگہ رہے ان کی ایک زبردست اجتماعی قوت وہاں پیدا ہوگئی، مدینہ طیبہ سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور مشرق ومغرب میں اسی کیفیت کے ساتھ حیرت انگیز طریقہ پر پھیلا، مشرق بعید میں، پاکستان، انڈونیشیا وغیرہ مستقل اسلامی حکومتیں اسی کے نتیجہ میں بنیں، اس کے بالمقابل یہودیوں کا حال ہمیشہ یہ رہا کہ مختلف ملکوں میں منتشر رہے، مالدار کتنے بھی ہوں مگر اقتدار کا اختیار ان کے ہاتھ میں نہ آیا۔

فلسطین میں یہودیوں کا اجتماع

چند سال سے فلسطین کے ایک حصہ میں ان کے اجتماع اور مصنوعی اقتدار سے دھوکہ نہ کھایا جائے، اجتماع تو ان کا اس جگہ میں آخری زمانہ میں ہونا ہی چاہئے تھا کیونکہ صادق مصدوق رسول کریم ﷺ کی احادیث صحیحہ میں قرب قیامت کے لئے یہ خبر دی گئی ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، نصاریٰ سب مسلمان ہو جائیں گے اور یہودیوں سے جہاد کر کے ان کو قتل کریں گے، خدا کا مجرم وارنٹ اور پولیس کے ذریعہ پکڑ کر نہیں بلایا جاتا بلکہ وہ تکوینی اسباب ایسے جمع کر دیتے ہیں کہ مجرم اپنے پاؤں چل کر ہزاروں کوششیں کر کے اپنی قتل گاہ پر پہنچتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ملکِ شام ودمشق میں ہونے والا ہے، یہودیوں کے ساتھ معرکہ بھی یہیں بننا ہے تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ان کا قلع قمع کر دینا سہل ہو، قدرت نے دنیا کی پوری عمر میں یہودیوں کو مختلف ملکوں میں منتشر رکھ کر حکومیت اور بے قدری کا عذاب چکھایا اور آخرِ زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسانی کے لئے ان کو ان کے مقتل میں جمع فرمایا اس لئے یہ اجتماع اس عذاب کے منافی نہیں۔

اسرائیلی سلطنت محض دھوکہ ہے

رہا ان کی موجودہ حکومت اور مصنوعی اقتدار کا قضیہ سو یہ ایک ایسا دھوکہ ہے جس پر آج کی مہذب دنیا نے اگرچہ بہت خوبصورت ملمع کا پردہ چڑھایا ہوا ہے لیکن کوئی دنیا کی

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

سیاست سے باخبر انسان ایک منٹ کے لئے بھی اس سے دھوکہ نہیں کھا سکتا کیونکہ آج جس خطہ کو اسرائیلی مملکت کا نام دیا جاتا ہے وہ درحقیقت روس، امریکہ اور انگلینڈ کی ایک مشترک چھاؤنی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی وہ محض ان حکومتوں کی امداد سے زندہ ہے اور ان کے تابع فرمان رہنے ہی میں اس کے وجود کا راز مضمر ہے، ظاہر ہے کہ اس حقیقی غلامی کو مجازی حکومت کا نام دے دینے سے اس قوم کو کوئی اقتدار حاصل نہیں ہو جاتا، قرآن کریم نے ان کے بارے میں تاقیامت رسوائی اور خواری کے جس عذاب کا ذکر کیا ہے وہ آج بھی بدستور موجود ہے اس سے پہلی آیت میں ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے۔ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکَ لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْهِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ یَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ، یعنی جب کہ آپ کے رب نے پختہ ارادہ کرلیا کہ ان لوگوں پر کسی ایسی طاقت کو قیامت تک مسلط کردے گا جو ان کو برا عذاب چکھائے۔

جیسا کہ اول سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ سے پھر بخت نصر کے ذریعہ اور آخر میں رسول کریم ﷺ کے ہاتھ سے اور باقیماندہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ہر جگہ سے ذلت و خواری کے ساتھ ان کا نکالا جانا مشہور و معروف اور تاریخ کے مسلمات میں سے ہے۔

اس آیت کا دوسرا جملہ یہ ہے، مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِکَ، یعنی ان لوگوں میں کچھ لوگ نیک ہیں اور کچھ دوسری طرح کے، دوسری طرح سے مراد کفار فجار بدکار لوگ ہیں مطلب یہ ہے کہ یہودیوں میں سب ایک ہی طرح کے لوگ نہیں، کچھ نیک بھی ہیں، مراد اس سے وہ لوگ ہیں، جو تورات کے زمانہ میں احکام تورات کے پورے پابند رہے، نہ ان کی نافرمانی میں مبتلا ہوئے نہ کسی تاویل و تحریف کے درپے ہوئے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ حضرات ہوں جو نزول قرآن کے تابع ہو گئے، اور رسول کریم ﷺ پر ایمان لے آئے، اس کے بالمقابل وہ لوگ ہیں جنہوں نے تورات کو آسمانی کتاب ماننے کے باوجود اس کی خلاف ورزی کی یا اس کے احکام میں تحریف کر کے اپنی آخرت کو دنیا کی گندی چیزوں کے بدلہ میں بیچ ڈالا۔

یہودی دونوں امتحانوں میں فیل

وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ، یعنی ہم نے اچھی بری

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

حالتوں سے ان کا امتحان لیا تا کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں......اچھی حالتوں سے مراد ان کو مال و دولت کے ذخیرے اور عیش و عشرت کے سامان دینا ہے، اور بُری حالتوں سے مراد یا تو ذلت و خواری کے وہ واقعات ہیں جو ہر زمانہ میں مختلف صورتوں سے پیش آتے رہے اور یا کسی وقت کا قحط و افلاس جوان پر ڈالا گیا وہ مراد ہے، بہر حال مطلب یہ ہے کہ انسان کی فرماں برداری یا سرکشی کا امتحان لینے کے دو ہی طریقے ہیں، دونوں استعمال کر لئے گئے ایک یہ کہ احسانات و انعامات کر کے اس کی آزمائش کی جائے کہ وہ احسان کرنے والے اور انعام دینے والے کے شکر گزار فرماں بردار ہوتے ہیں یا نہیں، دوسرے یہ کہ ان کو مختلف تکلیفوں اور پریشانیوں میں مبتلا کر کے اس کی آزمائش کی جائے کہ وہ اپنے رب کی طرف رجوع ہوتے اور اپنی بداعمالیوں سے توبہ کرتے ہیں یا نہیں۔

لیکن قوم یہود ان دونوں امتحانوں میں فیل ہو گئی۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان پر نعمت کے دروازے کھولے، مال و دولت کی فراوانی عطا فرمائی تو کہنے لگے اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ یعنی (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ فقیر ہیں اور ہم غنی، اور جب ان کو افلاس و ناداری سے آزمایا گیا تو کہنے لگے یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ یعنی اللہ کا ہاتھ تنگ ہو گیا۔ (معارف القرآن مفتی اعظم، ص ۱۰۲، جلد چہارم)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

یہودیوں کے واقعات

سینچر کے دن میں زیادتی

جیسے مسلمانوں کے لئے جمعہ کا دن معظم قرار دیا گیا ہے اسی طرح یہود کے لئے سینچر کے دن کو معظم قرار دیا گیا تھا۔ اور اس کی تعظیم کے لئے یہ حکم بھی تھا کہ اس دن مچھلی کا شکار نہ کریں۔ ایک طرف تو یہ حکم تھا اور دوسری طرف ان کا امتحان تھا اور وہ امتحان اس طرح سے تھا کہ دوسرے دنوں میں مچھلیاں عام حالات کے مطابق پانی میں اندر ہی رہتی تھیں اور سینچر کے دن خوب اُبھر اُبھر کر پانی پر آ جاتی تھیں جس کا تذکرہ اعراف کی آیت "واسئلهم عن القريةِ الّتي كانت حاضرة البحر" میں فرمایا ہے۔ چونکہ سینچر کے دن مچھلیاں خوب اُبھر کر سامنے آ جاتی تھیں اس لئے ان لوگوں نے ان کے پکڑنے کے لئے حیلے نکالے اور یہ کیا کہ سینچر کا دن آنے سے پہلے جال اور مچھلی پکڑنے کے کانٹے پہلے سے پانی میں ڈال دیتے تھے۔

چنانچہ وہ ان میں پھنس کر رہ جاتی تھیں جب سینچر کا دن گزر جاتا تھا تو ان کو پکڑ لیتے تھے۔ اور اپنے نفسوں کو سمجھا لیتے تھے کہ ہم نے سینچر کے دن ایک مچھلی بھی نہیں پکڑی وہ تو خود سے جالوں میں اور کانٹوں میں آ گئیں یہ جال اور کانٹے ہم نے جمعہ کے دن ڈالے تھے۔ ان کو منع کرنے والوں نے منع کیا تو نہ مانے لہٰذا اللہ پاک کی طرف سے ان پر عذاب آیا کہ ان کو بندر بنا دیا گیا۔ جب یہ لوگ بندر بنا دیئے گئے تو بندروں کی طرح آوازیں نکالتے تھے، ان کی دمیں بھی پیدا ہو گئیں جو لوگ ان کو منع کرتے تھے وہ ان کے پاس گئے اور کہا کہ کیا ہم نے تم کو منع نہیں کیا تھا؟ تو وہ سر ہلا کر جواب دیتے تھے۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

یہودی بندر بنا دیئے گئے

سورۂ مائدہ میں فرمایا: وجعل منهم القردة والخنازير...... اس میں بتایا ہے کہ بندر اور خنزیر بنا دیئے گئے۔ یہ خنزیر بنا دینے کا واقعہ اسی موقع سے متعلق ہے۔ سنیچر کے دن مچھلیاں پکڑنے کے جرم میں بندر بنا دیئے گئے تھے یا اور کسی موقع سے متعلق ہے، یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اس بارے میں کوئی صحیح روایت نہیں ملی۔ البتہ تفسیر ابن کثیر میں آیت بالا "ولقد علمتُمُ الَّذين اعتَدَوْا منكم في السَّبْتِ" کے ذیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ سنیچر کے دن زیادتی کرنے والے بندر بنا دیئے گئے اور خنزیر بھی، ان میں جو جوان تھے وہ بندر ہو گئے اور جو بوڑھے تھے وہ خنزیر بنا دیئے گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ جو قوم مسخ ہوئی ہے وہ مسخ شدہ حالت میں تین دن سے زیادہ نہیں رہی، ان تین دنوں میں انہوں نے کچھ کھایا پیا نہیں اور ان کی نسل بھی نہیں چلی۔ یہ جو بندروں اور خنزیروں کی نسلیں ہیں مسخ شدہ قوموں کی نسلیں نہیں ہیں بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مستقل مخلوق ہے۔ الجامع الصغیر میں بروایت حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ "جو قومیں اللہ تعالیٰ نے مسخ کی ہیں ان کی بقایا جات اور نسلیں نہیں ہیں"۔ سیوطی نے اس حدیث کے حسن ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں لیث بن سلیم راوی مدلس ہے اور بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں۔

یہودیوں کو گائے ذبح کرنے کا حکم

قرآن میں ذبحِ بقرہ کا واقعہ ذکر فرمایا گیا ہے۔ بقرہ عربی زبان میں گائے اور بیل دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے بعض حضرات نے اس کا ترجمہ بیل کیا ہے اور ان کا فرمانا ہے کہ قصہ کے آخر میں یہ فرمایا ہے کہ وہ بقرہ ایسا ہو جو ہل جوتنے میں استعمال نہ کیا ہو اور کھیتی کی آبپاشی میں اس کو نہ لگایا گیا ہو۔ یہ کام چونکہ بیل ہی سے ہوتا ہے اس لئے بقرہ سے بیل مراد ہے۔ دوسرے حضرات نے اس کا ترجمہ گائے سے کیا ہے چونکہ بقرہ اسم جنس ہے اس لئے گائے کا ترجمہ کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ وزن دار ہے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کیونکہ قرآن کے الفاظ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

یہ واقعہ کیوں پیش آیا؟ اس کے بارے میں قرآن مجید کی اگلی آیات سے معلوم ہو رہا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص مقتول ہو گیا تھا اور قاتل کا پتہ نہیں چل رہا تھا لہٰذا قاتل کا پتہ چلانے کے لئے اللہ جل شانہٗ کی طرف سے یہ ارشاد ہوا کہ ایک بیل ذبح کرو اور اس بیل کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم میں مارو، چنانچہ بڑی حجتوں کے بعد بنی اسرائیل نے ایک بیل ذبح کیا اور ذبح شدہ بیل کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم کو مار دیا چنانچہ وہ مقتول زندہ ہو گیا۔ (اور اپنا قاتل بتا کر اسی وقت دوبارہ مر گیا)

واقعے کی مختلف صورتیں

واقعہ کی تفصیل تفسیر کی کتابوں میں کئی طرح سے لکھی ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل میں ایک بوڑھا آدمی تھا۔ جس کی کوئی اولاد نہ تھی اور مالدار بہت تھا اور اس کے بھائی کے لڑکے تنگدست تھے اور ان کو چچا کی میراث بھی پہنچتی تھی۔ یہ لوگ چچا کی موت کا انتظار کرتے تھے لیکن اس کی زندگی لمبی ہوتی چلی گئی۔ لہٰذا شیطان نے ان کو یہ سمجھایا کہ تم اپنے چچا کو قتل کر دو تم اس کے مال کے وارث بھی ہو جاؤ گے اور اس کی دیت (خون بہا) بھی حاصل کر لو گے۔ جس جگہ کا یہ واقعہ ہے وہاں دو بستیاں تھیں۔ جب کوئی مقتول دونوں بستیوں کے درمیان پڑا ہوا ملتا تھا تو جس بستی سے قریب تر ہوتا اس پر دیت ڈال دی جاتی تھی۔ شیطان نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ تم قتل کر کے دوسری بستی کے قریب ڈال دینا جس میں تمہاری سکونت نہیں ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے چچا کو رات کو قتل کر کے دوسری بستی کے قریب ڈال دیا پھر جب صبح ہوئی تو یہی قاتلین دعویدار ہو گئے اور اس بستی والوں پر دعویٰ کر دیا جس کے قریب نعش کو ڈال دیا تھا۔ اور ان سے کہا کہ تمہاری بستی کے دروازے پر ہمارا چچا مقتول ملا ہے ہم تم سے اس کی دیت ضرور لے کر چھوڑیں گے۔ اس بستی کے لوگ قسم کھانے لگے اور انہوں نے کہا ہم نے نہیں قتل کیا اور نہ ہی ہمیں اس کے قاتل کا علم ہے۔ ہم نے شام سے لے کر صبح تک اپنی بستی کا دروازہ ہی نہیں کھولا لہٰذا ہمارے ذمہ اس کے قتل کا الزام لگا دینا

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

صحیح نہیں اور کوئی دیت لازم نہیں۔

دوسری صورت

مفسر سدی نے واقعہ اس طرح بیان کیا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص بہت مالدار تھا، اس کی ایک لڑکی تھی اور اس کے بھائی کا بیٹا تھا جو غریب تھا۔ اس نے اپنے چچا کو پیغام دیا کہ اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دو، چچا نے انکار کیا تو وہ غصہ ہو گیا اور اس نے چچا کے قتل کا خیال دل میں جما لیا اور اپنے دل میں کہا کہ چچا کو قتل بھی کروں گا اور اس کا مال بھی لوں گا اور اس کی بیٹی سے نکاح بھی کروں گا اور اس کی دیت بھی کھا جاؤں گا۔ لہٰذا وہ چچا کے پاس آیا اور رات کو اپنے چچا کو ایک کاروباری ضرورت بتا کر اپنے ساتھ لے گیا اور کسی جگہ جا کر قتل کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو اس انداز میں باتیں کر رہا ہے کہ خدا جانے میرے چچا کہاں گئے؟ جس جگہ قتل کیا تھا وہاں پہنچا، دیکھا کہ وہاں کے لوگ اس کی نعش کے قریب جمع ہو رہے ہیں۔ ان لوگوں کو اس نے پکڑ لیا اور کہا کہ تم نے میرے چچا کو قتل کیا ہے لہٰذا اس کی دیت ادا کرو۔ وہ دیت کا مطالبہ کر رہا تھا اور رو رہا تھا اور سر پر مٹی ڈال رہا تھا اور ہائے ہائے چچا کی آوازیں لگا رہا تھا۔

بیل ذبح کرنے کا حکم

واقعہ کی صورت جو بھی ہو قاتل کا پتہ چلانے کے لئے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قاتل کا پتہ چلانے کے لئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ایک بیل ذبح کرو اور اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر مار دو۔ بات سننے کے ساتھ ہی ان کو چاہئے تھا کہ کوئی بھی ایک بیل ذبح کر کے مقتول پر مار دیتے، لیکن اوّل تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات کو مذاق اور مخول بتایا، کہنے لگے کہ کہاں بیل کے گوشت کا ٹکڑا مقتول کے جسم کو مارنا اور کہاں مقتول کا زندہ ہو کر نام بتانا، یہ بے جوڑ بات ہے۔ آپ تو ہم لوگوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ان جاہلوں نے یہ نہ سوچا کہ ہمیں اللہ کا نبی ایک بات بتا رہا ہے جو اللہ کی طرف سے ہے، اس میں مذاق اور مخول کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن وہ اپنی جہالت اور حماقت سے ایسی بات کہہ بیٹھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت ناگوار ہوا اور انہوں نے فرمایا کہ:

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

اعوذ باللّٰہ ان اکونَ من الجاھلین......

''میں اس بات سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں کہ جاہلوں میں سے ہو جاؤں''

بے کار سوالات کا وبال

ایک ادنیٰ مسلمان سے یہ اُمید نہیں کی جا سکتی کہ وہ اللہ کے حکم کو مخول اور ٹھٹھا مذاق بنائے۔ یہ تو جہالت کی بات ہے پھر اللہ کا نبی کیسے اللہ کی طرف کسی ایسے حکم کی طرف نسبت کر سکتا ہے جو مذاق اور مخول ہو۔ پھر جب بیل ذبح کرنے پر راضی ہو گئے تو طرح طرح کے سوالات کرتے گئے اور ان سوالات کے ذریعہ بندشوں اور قیدوں میں بندھتے چلے گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر وہ کوئی بھی بقرہ ذبح کر دیتے تو ان کا کام چل جاتا لیکن انہوں نے سختی کا راستہ اختیار کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بے تکے سوالات کرتے رہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر حکم میں سختی فرما دی۔

شرطیں بڑھتی چلی گئیں

وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ! آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کریں جو ہمیں یہ بتا دے کہ وہ بیل کیسا ہے یعنی اس کی عمر کتنی ہو؟ اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ وہ بوڑھا جانور بھی نہ ہو اور بالکل کم عمر بچھڑا بھی نہ ہو۔ ان دونوں کی درمیانی عمر کا ہو اور فرمایا کہ جو تم کو حکم ہو رہا ہے اس کو کر گزرو۔ لیکن ان لوگوں کو الٹی چڑھی ہوئی تھی، پھر سوال اٹھایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اپنے رب سے ہمارے لئے یہ دعا کر دیجئے کہ وہ ہمیں اس کا رنگ بتا دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ایسا بیل ہو جس کا رنگ پیلا خالص گہرا تیز ہو جس سے دیکھنے والوں کی طبیعت خوش ہوتی ہو۔ ان لوگوں نے پھر سوال اٹھایا کہ ہماری سمجھ میں تو پوری طرح بات نہیں آئی اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں خوب واضح طور پر بتا دے کہ وہ بیل کیسا ہو، بیل بہت سارے ہیں طرح طرح کے ہیں، ہمیں اشکال ہو رہا ہے کہ کون سا بیل ذبح کریں، اب کی مرتبہ بیان ہو جانے پر ان شاء اللہ ہم ضرور راہ پا جائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر وہ انشاء اللہ نہ کہتے تو کبھی بھی ان کو

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

پوری طرح اس بیل کا حال بیان نہ کیا جاتا جس کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ (درمنثور میں اس کو حدیث مرفوع بتایا ہے) لیکن مفسر ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ بظاہر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔

بہرحال تیسری بار جب انہوں نے سوال کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ وہ ایسا بیل نہ ہو جسے کام کاج میں استعمال کر کے نکما کر دیا گیا ہو یعنی اس نے نہ کھیتوں میں ہل چلایا ہو اور نہ آب پاشی کے لئے اسے کنویں سے پانی نکالنے میں استعمال کیا گیا ہو، اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اس کا جو رنگ بتایا گیا ہے پورا بیل اسی رنگ کا ہو۔ اس میں کسی قسم کے دوسرے رنگ کا نشان داغ دھبہ نہ ہو اور وہ جانور جسمانی طور پر صحیح سالم ہو اس کے اعضاء میں کمی اور خرابی نہ ہو مثلاً لنگڑا، کانا، اندھا نہ ہو۔

بالآخر بیل ڈھونڈ نکالا

جب بیل کے حالات بیان ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہاں اب آپ نے پوری طرح ٹھیک اور واضح بات کی ہے۔ لہٰذا اب اس قسم کا جانور تلاش کرنے لگے جیسا بیان کیا گیا تھا اور جو ان کے سوالات کے جوابات کے بعد اپنی خاص صفات کے اعتبار سے متعین ہو چکا تھا۔ تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے (جو اسرائیلی روایات سے منقول ہے) کہ وہ جانور ان کو بہت زیادہ مہنگا ملا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ لوگ انہیں مخصوص صفات کا بیل تلاش کر رہے تھے اسی اثنا میں ایک شخص کے پاس سے گزرے جس کے پاس مذکورہ صفات کا بیل تھا، اس سے کہا یہ ہمیں بیچ دے۔ یہ لوگ قیمت لگاتے رہے اور وہ قیمت بڑھاتا رہا حتیٰ کہ اس بیل کے وزن کا دس گنا سونا دینے پر معاملہ ہوا۔ چنانچہ وہ سونا اس نے قیمت کے طور پر لے لیا۔ یہ تفسیر ابن کثیرؒ میں لکھا ہے۔ درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس بیل کی کھال دیناروں سے بھر کر دینے پر سودا کیا اور اس بیل کے مالک نے اس قدر دینار لے کر وہ بیل ان کے حوالے کیا۔ بہرحال خدا خدا کر کے وہ لوگ ذبح کرنے پر آمادہ ہوئے اور اس بیل کو انہوں نے ذبح کر دیا حالانکہ ان کا ڈھنگ ایسا تھا کہ وہ یہ کام کرنے والے نہیں تھے۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

مردہ زندہ ہونے کا ایک واقعہ

ان آیات میں سابقہ قصہ کا تتمہ بیان فرمایا ہے اور یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ذبح بقرہ کا حکم کیوں ہوا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ تم نے ایک خون کر دیا تھا اس خون کو ایک دوسرے پر ڈال رہے تھے، قاتل اقراری نہیں تھا اور ہمیں منظور تھا کہ اس کے قاتل کا لوگوں کو علم ہو جائے لہٰذا ہم نے یہ طریقہ بتایا کہ یہ جو بیل ذبح کیا ہے اس کا کوئی ٹکڑا مقتول کی لاش سے لگا دو۔ تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ان لوگوں نے اس بیل کا ایک ٹکڑا لے کر مقتول کے مونڈھوں کے درمیان لگا دیا چنانچہ وہ زندہ ہو گیا، اس سے پوچھا کہ تجھے کس نے قتل کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ مجھے میرے بھائی کے بیٹے نے قتل کیا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ میرا مال لے لے اور میری بیٹی سے نکاح کر لے۔ یہ بات بیان کر کے وہ شخص دوبارہ مر گیا اور قصاص میں قاتل کو قتل کر دیا گیا۔

یہاں پر یہ سوال اٹھانا بے جا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یوں بھی قدرت ہے کہ جس مردہ کو چاہے زندہ فرمائے، پھر اس کے لئے بیل کا ذبح ہونا اور مقتول کو اس کے گوشت کا ٹکڑا مارا جانا کیوں مشروط کیا گیا؟ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو سمجھنا مخلوق کے بس کا کام نہیں اور نہ سمجھنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کی تکوین اور تشریع میں جو حکمتیں ہیں ان میں سے کوئی سمجھ میں آ جاتی ہیں کبھی سمجھ میں نہیں آتیں، مومن بندہ کا کام ماننا اور عمل کرنا ہے۔ (تفسیر انوار البیان ج۱)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

قارون کا عبرتناک انجام

یہ موسیٰ علیہ السلام کا رشتہ دار تھا!

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا لڑکا تھا۔ اس کا نسب یہ ہے قارون بن یصہر بن قاہیث اور موسیٰ علیہ السلام کا نسب یہ ہے موسیٰ علیہ السلام بن عمران بن قاہیث۔ ابن اسحاق کی تحقیق یہ کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا تھا۔ لیکن اکثر علماء چچا کا لڑکا بتاتے ہیں۔ یہ بہت خوش آواز تھا، تورات بڑی خوش الحانی سے پڑھتا تھا اس لئے اسے لوگ منور کہتے تھے۔ لیکن جس طرح سامری نے منافق پنا کیا تھا یہ اللہ کا دشمن بھی منافق ہو گیا تھا۔ چونکہ بہت مال دار تھا اس لئے بھول گیا تھا اور اللہ کو بھول بیٹھا تھا۔ قوم میں عام طور پر جس لباس کا دستور تھا اس نے اس سے بالشت بھر نیچا لباس بنوایا تھا جس سے اس کا غرور اور اس کی دولت ظاہر ہو۔ اس کے پاس اس قدر مال تھا کہ اس خزانے کی کنجیاں اٹھانے پر قوی مردوں کی ایک جماعت مقرر تھی۔ اس کے بہت سے خزانے تھے۔ ہر خزانے کی کنجی الگ تھی جو بالشت بھر کی تھی۔ جب یہ کنجیاں اس کی سواری کے ساتھ خچروں پر لادی جاتیں تو اس کے لئے ساٹھ پنج کلیاں خچر مقرر ہوتے، واللہ اعلم۔ قوم کے بزرگ اور نیک لوگوں اور عالموں نے جب اس کی سرکشی اور تکبر حد سے بڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے نصیحت کی کہ اتنا اکڑ نہیں، اس قدر غرور نہ کر، اللہ کا ناشکرا نہ بن، ورنہ اللہ کی محبت سے دور ہو جاؤ گے۔ قوم کے واعظوں نے کہا کہ یہ جو اللہ کی نعمتیں تیرے پاس ہیں انہیں اللہ کی رضامندی کے کاموں میں خرچ کر تا کہ آخرت میں بھی تیرا حصہ ہو جائے۔ یہ ہم نہیں کہتے کہ دنیا میں کچھ عیش عشرت کر ہی

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

نہیں۔نہیں،اچھا کھا،اچھا پی،پہن،اوڑھ،جائز نعمتوں سے فائدہ اٹھا،نکاح سے راحت اٹھا،حلال چیزیں برت،لیکن جہاں اپنا خیال رکھ،وہاں مسکینوں کا بھی خیال رکھ،جہاں اپنے نفس کو نہ بھول وہاں اللہ کے حق بھی فراموش نہ کر۔تیرے نفس کا بھی حق ہے،تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے،تیرے بال بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے،مسکین غریب کا بھی تیرے مال میں ساجھا ہے۔ہر حق دار کا حق ادا کر اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ سلوک کیا تو اوروں کے ساتھ سلوک واحسان کر،اپنے اس مفسدانہ رویہ کو بدل ڈال اللہ کی مخلوق کی ایذا رسانی سے باز آجا۔اللہ فسادیوں سے محبت نہیں رکھتا۔

اپنی عقل ودانش پہ مغرور قارون

قوم کے علماء کی نصیحتوں کو سن کر قاروں نے جو جواب دیا اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس نے کہا آپ اپنی نصیحتوں کو رہنے دیجئے میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ نے مجھے جو دے رکھا ہے اسی کا مستحق میں تھا،میں ایک عقلمند،زیرک،دانا شخص ہوں،میں اسی قابل ہوں اور اسے اللہ بھی جانتا ہے اسی لئے اس نے مجھے یہ دولت دی ہے۔

سامان تعیش کی فراوانی

قارون ایک دن نہایت قیمتی پوشاک پہن کر زرق برق عمدہ سواری پر سوار ہو کر اپنے غلاموں کو آگے پیچھے بیش بہا پوشاکیں پہنائے ہوئے لے کر بڑے ٹھاٹھ سے اتراتا اور اکڑتا ہوا نکلا،اس کا یہ ٹھاٹھ اور یہ زینت وتجمل دیکھ کر دنیاداروں کے منہ میں پانی بھر آیا اور کہنے لگے کاش کہ ہمارے پاس بھی اس جتنا مال ہوتا۔یہ تو بڑا خوش نصیب ہے اور بڑی قسمت والا ہے۔علماء کرام نے ان کی یہ بات سن کر انہیں اس خیال سے روکنا چاہا اور انہیں سمجھانے لگے کہ دیکھو اللہ نے جو کچھ اپنے مومن اور نیک بندوں کے لئے اپنے ہاں تیار کر رکھا ہے وہ اس سے کروڑھا درجہ بارونق،دیرپا اور عمدہ ہے۔

قارون کی ہلاکت کا سبب

قارون کی ہلاکت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے ہوئی تھی اور اس کے سبب

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ ایک سبب تو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قارون ملعون نے ایک فاحشہ عورت کو بہت کچھ مال متاع دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ عین اس وقت جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ بنی اسرائیل میں کھڑے خطبہ کہہ رہے ہوں وہ آئے اور آ کر اس سے کہے کہ تو وہی ہے نا جس نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا۔ اس عورت نے یہی کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے اور اسی وقت نماز کی نیت باندھ لی اور دو رکعت ادا کر کے اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے تجھے اس اللہ کی قسم جس نے سمندر میں سے راستہ دیا اور تیری قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی اور بھی بہت سے احسانات کیے، تو جو سچا واقعہ ہے اسے بیان کر۔ یہ سن کر اس عورت کا رنگ بدل گیا اور اس نے صحیح واقعہ سب کے سامنے بیان کر دیا اور اللہ سے استغفار کیا اور سچے دل سے توبہ کر لی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر سجدے میں گر گئے اور قارون کی سزا چاہی۔ اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ میں نے زمین کو تیرے تابع کر دیا ہے۔ آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور زمین سے کہا کہ تو اسے اور اس کے محل کو نگل لے، زمین نے یہی کیا۔

دوسرا سبب

دوسرا سبب بیان کیا جاتا ہے کہ جب قارون کی سواری اس طمطراق سے نکلی سفید قیمتی خچر پر بیش بہا شاک پہنے سوار تھا، اس کے غلام بھی سب کے سب ریشمی لباسوں میں تھے۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام خطبہ پڑھ رہے تھے۔ بنو اسرائیل کا مجمع تھا۔ یہ جب وہاں سے نکلا تو سب کی نگاہیں اس پر اور اس کی دھوم دھام پر لگ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھ کر پوچھا آج اس طرح کیسے نکلے ہو؟ اس نے کہا بات یہ ہے کہ ایک بات اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اور ایک فضیلت مجھے دے رکھی ہے اگر تمہارے پاس نبوت ہے تو میرے پاس یہ جاہ و حشم ہے اور اگر آپ کو میری فضیلت میں شک ہو تو میں تیار ہوں کہ آپ اور میں چلیں اور اللہ سے دعا کریں۔ دیکھ لیجئے کہ اللہ کس کی دعا قبول فرماتا ہے آپ اس بات پر آمادہ ہو گئے اور اسے لے کر چلے۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لے اب پہلے میں دعا کروں یا تو کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں میں کروں گا اب اس نے دعا مانگنی شروع کی، ختم کر لی لیکن قبول نہ ہوئی۔

وہ خزانوں کے بوجھ سمیت دھنس گیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اب میں دعا کرتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں کیجئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ زمین کو حکم کر کہ جو میں کہوں مان لے اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور وحی آئی کہ میں نے زمین کو تیری اطاعت کا حکم دے دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر زمین سے فرمایا اے زمین! اسے اور اس کے لوگوں کو پکڑ لے، وہیں یہ لوگ اپنے قدموں تک زمین میں دھنس گئے۔ آپ نے فرمایا اور پکڑ لے۔ یہ اپنے گھٹنوں تک دھنس گئے۔ آپ نے فرمایا اور پکڑ۔ یہ مونڈھوں تک زمین میں دھنس گئے۔ پھر فرمایا ان کے خزانے اور ان کے مال بھی یہیں لے آ۔ اسی وقت ان کے کل خزانے اور تمام مال آ گئے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے ان سب کو دیکھ لیا پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ان کو ان کے خزانوں سمیت اپنے اندر کر لے اسی وقت یہ سب غارت ہو گئے اور زمین جیسی تھی ویسی ہی ہو گئی۔ مروی ہے کہ ساتویں زمین تک یہ لوگ بقدر قد انسان نیچے کی طرف دھنستے جا رہے ہیں قیامت تک اسی عذاب میں رہیں گے۔

(معارف القرآن، ابن کثیرؒ)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

حضرت طالوت علیہ السلام کی کہانی

بنی اسرائیل کی بے باکیاں

موسیٰ علیہ السلام کے بعد کچھ زمانہ تک تو بنی اسرائیل راہ حق پر رہے پھر شرک و بدعت میں پڑ گئے مگر تاہم ان میں پے در پے انبیاء مبعوث ہوتے رہے یہاں تک کہ بنی اسرائیل کی بے باکیاں حد سے گزر گئیں اب اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر غالب کر دیا۔ خوب مار کھائی اجڑے اور لٹے۔ پہلے تو توراۃ کی موجودگی اور تابوت سکینہ کی موجودگی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے موروثی چلی آتی تھی ان کے لئے باعث غلبہ ہوتی تھی مگر ان کی سرکشی اور بدترین گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت بھی ان کے ہاتھوں سے چھن گئی اور نبوت بھی ان کے گھرانے سے ختم ہوئی۔

شمعون پیغمبر کی ولادت

لاوی جن کی اولاد میں پیغمبری کی نسل چلی آ رہی تھی وہ سارے کے سارے لڑائیوں میں مرکھپ گئے ان میں صرف ایک حاملہ عورت رہ گئی تھی، ان کے خاوند بھی قتل ہو چکے تھے۔ اب بنی اسرائیل کی نظریں صرف اس عورت پر تھیں، ان کی خواہش تھی کہ اللہ سے لڑکا دے اور وہ لڑکا نبی بنے، خود ان بیوی صاحبہ کی دن رات یہی دعا تھی جو اللہ نے قبول فرمائی اور انہیں لڑکا دیا جن کا نام شموئیل یا شمعون رکھا۔ اس کے لفظی معنی ہیں کہ اللہ نے میری دعا قبول فرمالی۔ نبوت کی عمر کو پہنچ کر انہیں بھی نبوت ملی۔ جب آپ نے نبوت کا اعلان کیا تو قوم نے درخواست کی کہ کسی کو آپ ہمارا بادشاہ مقرر کر دیجئے تاکہ ہم اس کی

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ماتحتی میں جہاد کریں۔ بادشاہ تو ظاہر ہو ہی گیا تھا لیکن پیغمبر نے اپنا کھٹکا بیان کیا کہ کہیں تم جہاد سے جی نہ چراؤ۔ قوم نے جواب دیا کہ حضرت ہمارے ملک ہم سے چھین لئے گئے ہیں ہمارے بال بچے گرفتار کئے گئے اور پھر بھی کیا ہم ایسے بے حمیت ہیں کہ مرنے مارنے سے ڈریں؟ اب جہاد فرض کر دیا گیا اور حکم ہوا کہ اس بادشاہ کے ساتھ اٹھو بس یہ سنتے ہی سن ہو گئے اور سوائے چند لوگوں کے باقی سب نے منہ موڑ لیا ان سے یہ کوئی نئی بات نہ تھی جس کا اللہ کو علم نہ ہو۔

حیلے اور بہانے ساز قوم

جب بادشاہ بنادینے کی خواہش انہوں نے اپنے پیغمبر سے کی تو پیغمبر نے بحکم الٰہی حضرت طالوت علیہ السلام کو پیش کیا جو شاہی خاندان سے نہ تھے بلکہ ایک لشکری تھے۔ شاہی خاندان یہودا کی اولاد تھی۔ اور یہ ان میں سے نہ تھے تو قوم نے اعتراض کہ حقدار بادشاہت کے تو اس سے بہت زیادہ ہم ہیں پھر دوسری بات یہ کہ اس کے پاس مال بھی نہیں، مفلس شخص ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ سقے پانی پلانے والے تھے کسی نے کہا یہ دباغ رنگائی کرنے والے تھے۔ پس پہلی سرکشی تو اعتراض کی صورت میں احکام نبی کے سامنے ان سے یہ ہوئی۔ پیغمبر نے انہیں جواب دیا کہ یہ تعین میری رائے سے نہیں جس میں میں دوبارہ غور کر سکوں یہ تو حکم الٰہی ہے جس کی بجا آوری ضروری ہے، پھر ظاہرا بھی وہ تم میں بڑے عالم اور قوی طاقتور شکیل وجمیل شجاع و بہادر اور لڑائی کے فنون سے پورے واقف کار ہیں۔

یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بادشاہ شکیل قوی طاقتور بڑے دل و دماغ والا ہونا چاہئے، پھر فرمایا کہ اصلی اور حقیقی حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے ملک کا مالک فی الواقع وہی ہے جسے چاہے ملک دے وہ حکمت والا رافت و رحمت والا ہے، اس سے کس کی مجال کہ سوال کرے، جو چاہے کر دے سب سے سوال کرنے والا کوئی نہ کوئی ہے لیکن پروردگار اس سے مستثنیٰ ہے، وہ وسیع فضل والا اپنی نعمتوں سے جسے چاہے مخصوص کرے وہ علم والا ہے خوب جانتا ہے کہ کون کس چیز کا مستحق ہے اور کون مستحق نہیں۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

تابوتِ سکینہ اور اس کی تفصیل

نبی (تمویل یا سمعون) علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ طالوت کی بادشاہت کی پہلی برکت کی علامت یہ ہے کہ کھویا ہوا تابوت سکینہ تمہیں پھر مل جائے گا جس میں وقار وعزت دل جمعی اور جلالت رافت ورحمت ہے جس میں اللہ کی نشانیاں ہیں جنہیں تم بخوبی جانتے ہو۔ بعض کا قول ہے کہ سکینہ ایک سونے کا طشت تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے دل دھوئے جاتے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملا تھا اور جس میں آپ نے تورات کی تختیاں رکھی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون کے ورثے کے باقی حصے سے مراد لکڑی اور توراۃ کی تختیاں اور......اور کچھ ان کے کپڑے اور جوتی ہیں۔

کفار نے جب یہودیوں پر غلبہ پایا تو تابوت سکینہ کو ان سے چھین لیا اور اریحا میں لے گئے اور اپنے بڑے بت کے نیچے رکھ دیا۔ جب اللہ کو اسے واپس بنی اسرائیل تک پہنچانا تھا تب وہ کفار صبح کو جب بت خانے میں گئے تو دیکھا کہ بت نیچے ہے اور تابوت اوپر ہے انہوں نے پھر بت کو اوپر کر دیا لیکن دوسری صبح دیکھا کہ پھر وہی معاملہ ہے انہوں نے پھر بت کو اوپر کر دیا۔ صبح کو جب گئے تو دیکھا کہ بت ایک طرف ٹوٹا پھوٹا پڑا ہے۔ تو یقین ہو گیا کہ یہ قدرت کے کرشمے ہیں، چنانچہ انہوں نے تابوت کو یہاں سے اٹھا کر کسی اور چھوٹی سی بستی میں جا کر رکھ دیا۔ وہاں ایک وبائی بیماری پھیلی آخر بنی اسرائیل کی ایک عورت نے جو وہاں قید تھی انہیں کہا اسے واپس بنی اسرائیل کو پہنچا دو تو تمہیں اس سے نجات ملے گی ان لوگوں نے دو گائیوں پر تابوت کو لاد کر بنی اسرائیل کے شہر کی طرف بھیج دیا شہر کے قریب پہنچ کر گائیں تو رسیاں تڑوا کر بھاگ گئیں۔ اور تابوت وہیں رہا جسے بنی اسرائیل لے آئے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا میری نبوت کی دلیل اور طالوت کی بادشاہت کی دلیل یہ بھی ہے کہ تابوت فرشتے پہنچا جائیں گے اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت پر ایمان ہو۔

حضرت طالوت کے لشکر کا امتحان

جب ان لوگوں نے طالوت کی بادشاہت تسلیم کر لی اور وہ انہیں لے کر جہاد کو

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

چلے۔ حضرت سدیؒ کے قول کے مطابق ان کی تعداد اسی ہزار تھی۔ راستے میں طالوت نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر کے ساتھ آزمانے والا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق یہ نہر اردن اور فلسطین کے درمیان تھی۔ اس کا نام نہر الشرایعہ تھا۔ طالوت نے انہیں ہوشیار کر دیا کہ اس نہر کا پانی کوئی نہ پئے اگر پی لے گا تو میرے ساتھ نہ چلے۔ ایک آدھ گھونٹ اگر کسی نے پی لیا تو کچھ حرج نہیں۔ لیکن جب وہاں پہنچے پیاس کی شدت تھی نہر پر جھک پڑے اور خوب پیٹ بھر کر پانی پی لیا مگر کچھ لوگ ایسے پختہ ایمان والے بھی تھے کہ جنہوں نے نہ پیا مگر ایک چلو بھر بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک چلو پینے والوں کی تو پیاس بھی بجھ گئی اور وہ جہاد میں شامل رہے لیکن خوب پیٹ بھر پینے والوں کی نہ تو پیاس بجھی نہ وہ قابل جہاد رہے۔ سدیؒ فرماتے ہیں اسی ہزار میں سے چھہتر ہزار نے پانی پی لیا صرف چار ہزار آدمی حقیقی فرمانبردار نکلے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بدر کی لڑائی والے دن ہماری تعداد اتنی ہی تھی جتنی تعداد حضرت طالوت بادشاہ کے اس فرمانبردار لشکر کی تھی جو آپ کے ساتھ نہر سے پار ہوا تھا۔ یعنی تین سو تیرہ یہاں سے پار ہوتے ہی نافرمانوں کے چھکے چھوٹ گئے اور نہایت بزدلانہ پن سے انہوں نے جہاد سے انکار کر دیا اور دشمنوں کی زیادتی نے ان کے حوصلے توڑ دیئے صاف جواب دے بیٹھے کہ آج تو ہم جالوت کے لشکر سے لڑنے کی طاقت اپنے میں نہیں پاتے۔ گو سرفروش مجاہد علماء کرام نے انہیں ہر طرح ہمت بندھوائی وعظ کئے فرمایا کہ قلت و کثرت پر فتح موقوف نہیں صبر اور نیک نیتی پر ضرور اللہ کی امداد ہوتی ہے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ مٹھی بھر لوگوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو نیچا دکھایا ہے، تم صبر کرو طبیعت میں استقلال اور عزم رکھو اللہ کے وعدوں پر نظریں رکھو، اس صبر کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ دے گا لیکن تاہم ان کے سرد دل نہ گرمائے اور ان کی بزدلی دور نہ ہوئی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں جالوت کی موت

جس وقت مسلمانوں کی اس مختصر جماعت نے کفار کے ٹڈی دل لشکر دیکھے تو

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

جناب باری میں گڑگڑا کر دعائیں کرنی شروع کیں کہ اے اللہ ہمیں صبر وثبات کا پہاڑ بنا دے۔ اور لڑائی کے وقت ہمارے قدم جما دے۔ منہ موڑنے اور بھاگنے سے ہمیں بچالے اور ان دشمنوں پر ہمیں غالب کر چنانچہ ان کی یہ عاجزانہ اور مخلصانہ دعائیں قبول ہوتی ہیں اللہ کی مدد نازل ہوتی ہے اور یہ مٹھی بھر جماعت اس ٹڈی دل لشکر کا تہس نہس کر دیتی ہے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں مخالفین کا سردار سرتاج جالوت مارا جاتا ہے۔ اسرائیلی روایتوں میں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت طالوت علیہ السلام نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ کہ اگر تم جالوت کو قتل کرو گے تو میں اپنی بیٹی تمہارے نکاح میں دے دوں گا۔ اور اپنا مال بھی آدھوں آدھ تمہیں دے دوں گا۔ اور حکومت میں بھی برابر کا شریک کر لوں گا۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے پتھر کو فلاخن میں رکھ کر جالوت پر چلایا اور اسی سے وہ مارا گیا۔ حضرت طالوت علیہ السلام نے اپنا وعدہ پورا کیا بالآخر سلطنت کے مستقل سلطان آپ ہی ہو گئے۔ اور پروردگار عالم کی طرف سے نبوت جیسی زبردست نعمت عطا ہوئی اور حضرت شموئیل علیہ السلام کے بعد یہ پیغمبر بھی بنے اور بادشاہ بھی۔ حکمت سے مراد نبوت ہے۔ اور بہت سے مخصوص علم بھی جو اللہ نے چاہا اپنے نبی کو سکھائے۔

پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ یوں پست لوگوں کی پستی نہ بدلتا جس طرح بنی اسرائیل کو طالوت جیسے مدبر بادشاہ اور داؤد جیسے دلیر سپہ سالار عطا فرما کر بدلی تو لوگ ہلاک ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت اور اس کا احسان ہے کہ وہ ایک دوسرے سے دفع کرتا ہے۔ وہی سچا حاکم ہے اور اس کے تمام کام حکمت سے پر ہوتے ہیں وہ اپنی دلیلیں اپنے بندوں پر واضح فرما رہا ہے وہ تمام مخلوق پر فضل وکرم کرتا ہے۔ یہ واقعات اور تمام حق کی باتیں اے نبی ہماری سچی وحی سے تمہیں معلوم ہوئیں، تم میرے سچے رسول ہو میری ان باتوں کی اور خود آپ کی نبوت کی سچائی کا علم ان لوگوں کو بھی جن کے ہاتھوں میں کتاب ہے یہاں اللہ تعالیٰ زوردار پر تاکید الفاظ میں قسم کھا کر اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی۔ (معارف القرآن۔ ج ۱)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

سکندر ذوالقرنین کے واقعات

قرآن کریم کا بیان

اور لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ میں پڑھ کر سناتا ہوں تمہیں اُس کا کچھ ذکر۔ بے شک ہم نے قدرت دی اُس کو زمین میں، اور دیا ہم نے اُس کو ہر ایک چیز سے سامان۔ پس چلا وہ ایک راستے پر۔ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا سورج غروب ہونے کی جگہ پر، تو پایا اُس کو کہ وہ غروب ہوتا ہے ایک سیاہ ندی میں، اور پایا اس نے اُس کے پاس ایک قوم کو۔ ہم نے کہا، اے ذوالقرنین! یا تم اِن کو سزا دو اور یا اِن میں نیکی پکڑو۔ اُس نے کہا جس شخص نے ظلم کیا، پس عنقریب ہم اُس شخص کو سزا دیں گے۔ پھر وہ لوٹایا جائے گا اپنے پروردگار کی طرف، وہ اس کو سزا دے گا سخت سزا۔ اور جو شخص ایمان لایا اور اس نے اچھا عمل کیا، پس اُس کے لیے بدلہ ہے اچھا۔ اور ہم بھی کہیں گے اُس کے لئے اپنے معاملہ میں آسانی کی بات۔ (پ ۱۶۔ الکھف: ۸۳ تا ۸۸)

پھر وہ چلا ایک راستے پر۔ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا سورج نکلنے کی جگہ پر، پایا اس نے سورج کو کہ طلوع کرتا ہے ایسے لوگوں پر کہ نہیں بنایا ہم نے اُن کے لئے اُس (سورج) کے ورے کوئی حجاب۔ اسی طرح تھا (یہ معاملہ) اور تحقیق ہم نے احاطہ کیا اُس چیز کا جو اس کی پاس تھی خبر۔ پھر وہ چلا ایک راستے پر۔ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا دو پہاڑوں کے درمیان پایا اُن دونوں کے ورے ایک قوم کو، نہیں قریب تھے کہ وہ سمجھتے بات کو۔ انہوں نے کہا، اے ذوالقرنین! بے شک اقوام یاجوج ماجوج فساد کرتے ہیں زمین میں۔ پس کیا ہم مقرر کر دیں آپ کے لئے کوئی خراج، اِس پر کہ آپ بنا دیں ہمارے درمیان اور اُن کے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

درمیان ایک رکاوٹ۔ (پ ۱۶۔ الکہف: ۸۹ تا ۹۴)

کہا (ذوالقرنین نے) جو اللہ نے مجھے قدرت دی ہے وہ بہتر ہے، پس تم تعاون کرو میرے ساتھ جسمانی محنت کے ساتھ تا کہ میں بنا دوں تمہارے درمیان اور اُن (مفسد یاجوج و ماجوج) کے درمیان ایک دیوار۔ لاؤ دو مجھے لوہے کے تختے، یہاں تک کہ جب برابر کر دیا دو پہاڑوں کے درمیان بالائی حصے تک، تو کہا اُس نے پھونکو اس کو، یہاں تک کہ جب کر دیا اُس کو آگ (کی طرح) تو کہا لاؤ میرے پاس کہ ڈال دوں میں اس پر پگھلا ہوا تانبا۔ پس نہ طاقت رکھی انہوں نے اس میں سوراخ کرنے کی۔ کہا اُس نے کہ یہ مہربانی ہے میرے رب کی، پس جب آئے گا میرے رب کا وعدہ، کر دے گا اِس کو گرا کر ٹکڑے ٹکڑے، اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔ اور ہم چھوڑیں گے بعض کو اس دن کہ وہ ایک دوسرے میں گھس رہے ہوں گے، اور پھونکا جائے گا صور میں، پس ہم جمع کریں گے اِن سب کو۔ اور ہم پیش کریں گے جہنم اُس دن کافروں کے لئے پیش کرنا۔ وہ کہ جن کی آنکھوں میں پردے تھے میری یاد سے اور وہ نہیں سُن سکتے تھے (ہماری آیات)۔

(پ ۱۶۔ الکہف: ۹۵ تا ۱۰۱)

سدِ سکندری اور یاجوج ماجوج کی تحقیق

جب سکندر ذوالقرنین انتہائی شمال میں ایک قوم کے پاس پہنچے تو اُن لوگوں نے شکایت کی کہ اس پہاڑی درّے سے اُس طرف یاجوج و ماجوج کی اقوام ہیں جو اس درّے سے گزر کر ہمیں تنگ کرتے ہیں، لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہمارے اور اُن کے درمیان اس درّے میں دیوار کھڑی کر دیں تا کہ وہ اِدھر نہ آسکیں۔ انہوں نے اس کام کے لیے معاوضے کی پیش کش بھی کی۔ ذوالقرنین نے کہا کہ میرے لیے اللہ کی عطا کردہ قدرت بہتر ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ نے مجھے حکومت دی ہے، مال و اسباب عطا فرمائے ہیں، لہٰذا مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ تم صرف یہ کرو فاعینونی بقوۃٍ تم جسمانی مشقت میں میرے ساتھ تعاون کرو۔ مجھے افرادی قوت کی ضرورت ہے جو مطلوبہ خام مال مہیا کر دے۔ باقی سارا خرچہ میری حکومت برداشت کرے گی اور اگر تم افرادی قوت مہیا کرو تو میں تمہارے اور اُن کے درمیان ایک بند باندھ دوں گا جس کو وہ مفسد قوم عبور نہیں کر سکے گی اور

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

اس طرح تم اُن کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ اس سے مفسرینِ کرام یہ بات بھی اخذ کرتے ہیں کہ کسی اچھی حکومت کے مناسب حال نہیں کہ وہ لوگوں سے بلا وجہ ٹیکس وصول کر کے اپنی عیاشی کے کاموں میں خرچ کرے، بلکہ اچھی حکومت وہ ہے جو سکندر ذوالقرنین کی طرح لوگوں کی بے لوث خدمت کرے۔

ذوالقرنین نے دیوار تعمیر کردی

ذوالقرنین نے اُن لوگوں سے کہا کہ مطلوبہ بند کی تعمیر کے لئے "اٰتونی زُبر الحدید" لاؤ میرے پاس لوہے کے تختے، لوہا وہاں کسی جگہ پر موجود ہوگا جس کو لانے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ لوہا اُس پہاڑی درّے میں بھرنا شروع کیا گیا، یہاں تک کہ جب وہ انتہائی کناروں تک برابر ہو گیا، مطلب یہ کہ لوگ لوہے کے تختے لا لا کر دو پہاڑوں کے درمیان درّے کو پُر کرتے رہے۔ اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ لوہے کے تختے انتہائی بلندی تک کس طرح جوڑے گئے۔ کیا اُن کے پاس کوئی خاص آلات تھے۔ ہوسکتا ہے کہ سکندر ذوالقرنین نے کرامت کے طور پر خود اپنے ہاتھوں سے جوڑ دیے ہوں۔ بہر حال حاصل وسائل کے ذریعے پورے درّے کو تختوں سے پُر کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ ایندھن کا انتظام بھی کیا گیا۔ لوہے کے گرم کرنے کے لئے لکڑی، تیل، کوئلہ یا گندھک وغیرہ جو کچھ بھی مہیا تھا، وہ بھی تختوں کے درمیان رکھ دیا گیا، اور آگ تپانے کے لئے اُن کے درمیان پھونکیاں بھی لگائیں۔ جب یہ سارا سامان تیار ہو گیا تو ذوالقرنین نے کہا کہ آگ جلا کر ان کو پھونکو تا کہ آگ بھڑک اٹھے اور لوہا پگھل کر یکجان ہو جائے۔ آج کل تو لوہے کو پگھلانے کے لئے فرنسیں (بھٹیاں) کام کر رہی ہیں مگر اُس زمانے میں ذوالقرنین نے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا اور ایک کھلی جگہ میں لوہے کو اتنی آگ لگا دی کہ اُس کے تمام تختے پگھل کر یکجان ہو گئے۔

فرمایا حتّٰی اذا جعلهٗ نارًا ...... یہاں تک کہ جب اُس لوہے کو بالکل آگ کی طرح کر دیا تو ذوالقرنین نے کہا میرے پاس تانبہ لاؤ تا کہ میں اس لوہے پر ڈال دوں۔ ظاہر ہے کہ تانبہ لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے اور اِسے پگھلانے کے لئے درجہ حرارت بھی

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

زیادہ درکار ہوتا ہے۔ چنانچہ جب لوہا گرم ہو کر پگھل گیا تو پھر اُس پر پگھلا ہوا تانبا ڈالا گیا جس سے لوہے کی وہ دیوار مزید مضبوط ہو گئی اور اُس میں شگاف پڑنے کا اندیشہ تک نہ رہا۔ جب یہ درّہ لوہے کی مضبوط دیوار سے بند ہو گیا تو پھر شر پسند قوم یا جوج ماجوج کے دوسری طرف جانے کا امکان ختم ہو گیا۔ کیونکہ اِس درّے کے اطراف میں بڑے دشوار گزار پہاڑ تھے جنہیں عبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سکندر ذوالقرنین نے یہ بہت بڑا کارنامہ انجام دے کر درّے سے اس طرف رہنے والے لوگوں کو مفسدین کے شر سے محفوظ کر دیا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ اب اس مفسد قوم کے بس میں نہیں رہا تھا کہ وہ پہاڑ کے اوپر چڑھ سکتے اور نہ وہ طاقت رکھتے تھے کہ اُس مضبوط بند میں شگاف ڈال سکتے۔

یہ عظیم کام سرانجام دینے کے باوجود سکندر ذوالقرنین نے اُسے اپنا کمال نہیں جتلایا بلکہ کہا یہ تو میرے پروردگار کی مہربانی کا نتیجہ ہے۔ میں نے یہ کام اُس کی توفیق سے پورا کیا ہے۔ اب یہ بند نہایت مضبوط اور ناقابلِ تسخیر ہے۔ مگر جب پروردگار کا وعدہ آ جائے گا تو وہ اس کی تمام تر مضبوطی کے باوجود اس کو توڑ دے گا۔ بند میں شگاف پڑ جائیں گے اور یاجوج ماجوج کی قوم اپنے علاقے سے نکل کر پھیل جائے گی۔ اور میرے پروردگار کا وعدہ بالکل برحق ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔

یاجوج وماجوج کی تلاش

اقوامِ یاجوج و ماجوج کے متعلق مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔ مولانا ابوالکلامؒ کا رجحان یہ ہے کہ اسلام کے ایک ہزار سال گزرنے کے بعد یاجوج ماجوج کا اظہار تاریوں کی شکل میں ہوا، یہ ایک بہت بڑا فتنہ تھا جس نے پورے ایشیاء میں پھیل کر بڑی تباہی مچائی۔ دمشق، عراق اور خراسان وغیرہ میں تقریباً ایک کروڑ آدمیوں کو ذبح کر ڈالا، لوٹ مار کی اور اس طرح جانی اور مالی نقصان کا باعث ہوا۔ مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ یاجوج ماجوج سے روسی یا برطانوی اقوام مراد ہو سکتی ہیں۔ بعض نے منگول اور ترکوں کو یاجوج وماجوج قرار دیا ہے۔ مگر یہ سب احتمالات ہیں۔ یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ صحیح روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج وماجوج انسان ہیں۔ ان

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے آدم علیہ السلام تک پہنچتا ہے مگر حوا تک نہیں پہنچتا۔ بائیبل کی بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تو آدم علیہ السلام نے کہا کہ تو لعنتی ہو گیا۔ اب تو اس زمین پر رہنے کے قابل نہیں رہا، چنانچہ وہ اس متمدن زمین سے نکل کر کہیں دوسری جگہ چلا گیا تھا۔ اس کی بیوی اور اولاد کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اس کی اولاد کے اوصاف کا ذکر بعض انبیاء کے صحیفوں میں بھی کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اقوام یاجوج و ماجوج اسی نسل سے ہوں، مگر یہ بھی کوئی معتبر بات نہیں ہے۔ بہر حال احادیث سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ روسی، برطانوی، ترکی یا منگول اقوام پر منطبق نہیں ہوتیں اگر چہ ان اقوام نے بھی دنیا میں بڑا شر و فساد پھیلایا ہے، مگر یاجوج ماجوج کوئی اور ہی مخلوق ہے جو اس وقت کسی خطہ میں بند ہے اور اس کا ظہور قربِ قیامت میں ہوگا۔

حضرت تھانویؒ کی رائے

اکثر لوگ سوال کرتے ہیں کہ اگر یاجوج و ماجوج نامی واقعی کوئی اقوام ہیں تو پھر وہ کہاں ہیں؟ اس ضمن میں مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی بات زیادہ اوفق ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں بعض باتیں قرآنِ پاک سے ظاہر ہوتی ہیں اور بعض احادیث سے۔ مثلاً قرآن پاک سے ثابت ہے کہ ذوالقرنین اللہ کا مقبول بندہ تھا۔ وہ جلیل القدر بادشاہ تھا۔ سد سکندری ایک آہنی دیوار تھی۔ دو پہاڑوں کے درمیانی درّہ میں انتہائی بلندی تک بند باندھا گیا۔ اس درّے سے دوسری طرف اقوامِ یاجوج و ماجوج کا مسکن تھا۔ اس کے علاوہ حضور علیہ السلام کے فرمودات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں اُس بند میں تھوڑا سا سوراخ ہو گیا تھا۔ اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نیند سے بیدار ہوئے تو آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ" یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عربوں کے واسطے ہلاکت ہے کہ ایک شر اُن کے قریب آ چکا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا فُتِحَ مِنْ رَدْمِ يَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ یعنی یاجوج و ماجوج کے بند کو تھوڑا سا کھول دیا گیا ہے۔ آپ نے ہاتھ کی انگلیوں سے سوراخ بھی بنا کر دکھایا کہ اس دیوار میں اتنا سوراخ ہو گیا ہے۔ ام المومنین

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

نے عرض کیا، حضور! اَنُھلِکُ وَفِینَا صَالِحُونَ، کیا ہم ہلاک کردیے جائیں گے جب کہ ہمارے درمیان نیک لوگ بھی ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اُس وقت ہلاک کر دیے جائیں گے اِذَا کَثُرَ الْخَبَثُ جب خباثت اور فتنہ وفساد بڑھ جائے گا چاہے اُن میں نیک آدمی بھی موجود ہوں۔ ترمذی شریف کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج و ماجوج اس بند کو دِن بھر توڑتے رہتے ہیں مگر جب رات ہوتی ہے تو وہ بند یا دیوار پھر ویسے کی ویسے مکمل ہو جاتی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول پر جب ان اقوام کے خروج کا وقت آئے گا تو اس وقت اِن کی زبان سے نکلے گا کہ ہم ان شاء اللہ کل اِس دیوار کو توڑ دیں گے اور پھر اگلے دن دیوار میں شگاف پڑ جائے گا، اور یاجوج و ماجوج وہاں سے نکل کھڑے ہوں گے یہ درجہ دوئم کی روایت ہے۔

یاجوج ماجوج کون اور کہاں ہیں؟

ان کے متعلق اسرائیلی روایات اور تاریخی کہانیوں میں بہت بے سروپا عجیب و غریب باتیں مشہور ہیں، جن کو بعض حضرات مفسّرین نے بھی تاریخی حیثیت سے نقل کر دیا ہے، مگر وہ خود ان کے نزدیک بھی قابلِ اعتماد نہیں، قرآن کریم نے ان کا مختصر سا حال اجمالاً بیان کیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بقدرِ ضرورت تفصیلات سے بھی اُمّت کو آگاہ کر دیا، ایمان لانے اور اعتقاد رکھنے کی چیز صرف اتنی ہی ہے جو قرآن اور احادیث صحیحہ میں آ گئی ہے، اس سے زائد تاریخی اور جغرافیائی حالات جو مفسّرین محدّثین اور مؤرخین نے ذکر کیے ہیں وہ صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی، ان میں جو اہلِ تاریخ کے اقوال مختلف ہیں وہ قرائن اور قیاسات اور تخمینوں پر مبنی ہیں ان کے صحیح یا غلط ہونے کا کوئی اثر قرآنی ارشادات پر نہیں پڑتا۔

میں اس جگہ پہلے وہ احادیث نقل کرتا ہوں جو اس معاملے میں محدثین کے نزدیک صحیح یا قابلِ اعتماد ہیں اس کے بعد بقدرِ ضرورت تاریخی روایات بھی لکھی جاویں گی۔

یاجوج ماجوج کے متعلق روایاتِ حدیث

قرآن و سنت کی تصریحات سے اتنی بات تو بلاشبہ ثابت ہے کہ یاجوج ماجوج

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

انسانوں ہی کی قومیں ہیں، عام انسانوں کی طرح نوح علیہ السّلام کی اولاد میں سے ہیں، کیونکہ قرآن کریم کی نص صریح ہے وجعلنا ذریته هم الباقين، یعنی طوفانِ نوح علیہ السّلام کے بعد جتنے انسان زمین پر باقی ہیں اور رہیں گے وہ سب حضرت نوح علیہ السّلام کی اولاد میں ہوں گے، تاریخی روایات اس پر متفق ہیں کہ وہ یافث کی اولاد میں ہیں، ایک ضعیف حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، ان کے باقی حالات کے متعلق سب سے زیادہ تفصیلی اور صحیح حدیث حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی ہے جس کو صحیح مسلم اور تمام مستند کتب حدیث میں نقل کیا گیا ہے، اور محدثین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اس میں خروجِ دجال، نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پھر خروج یاجوج ماجوج وغیرہ کی پوری تفصیل مذکور ہے، اس پوری حدیث کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

دجال کا تذکرہ

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کے وقت دجّال کا تذکرہ فرمایا، اور تذکرہ فرماتے ہوئے بعض باتیں اس کے متعلق ایسی فرمائیں کہ جن سے اس کا حقیر و ذلیل ہونا معلوم ہوتا تھا (مثلاً یہ کہ وہ کانا ہے) اور بعض باتیں اس کے متعلق ایسی فرمائیں کہ جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کا فتنہ سخت اور عظیم ہے (مثلاً جنت و دوزخ کا اس کے ساتھ ہونا اور دوسرے خوارقِ عادات)۔ آپ کے بیان سے (ہم پر ایسا خوف طاری ہوا کہ) گویا دجّال کھجوروں کے جھنڈ میں ہے (یعنی قریب ہی موجود ہے) جب ہم شام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہمارے قلبی تاثرات کو بھانپ لیا اور پوچھا کہ تم نے کیا سمجھا؟ ہم نے عرض کیا کہ آپ نے دجّال کا تذکرہ فرمایا اور بعض باتیں اس کے متعلق ایسی فرمائیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بڑی قوت ہوگی اس کا فتنہ بڑا عظیم ہے، ہمیں تو ایسا محسوس ہونے لگا کہ ہمارے قریب ہی وہ کھجوروں کے جھنڈ میں موجود ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے، تمھارے بارے میں جن فتنوں کا مجھے خوف ہے ان میں دجّال کی بہ نسبت دوسرے فتنے زیادہ قابلِ خوف ہیں، (یعنی دجّال کا فتنہ اتنا عظیم نہیں جتنا تم نے سمجھ لیا ہے) اگر میری

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

موجودگی میں وہ نکلا تو میں اس کا مقابلہ خود کروں گا، (تمہیں اس کے فکر کی ضرورت نہیں) اور اگر وہ میرے بعد آیا تو ہر شخص اپنی ہمت کے موافق اس کو مغلوب کرنے کی کوشش کرے گا، حق تعالیٰ میری غیر موجودگی میں ہر مسلمان کا ناصر اور مددگار ہے، (اس کی علامت یہ ہے) کہ وہ نوجوان سخت پیچدار بالوں والا ہے، اس کی ایک آنکھ اوپر کو اُبھری ہوئی ہے، (اور دوسری آنکھ سے کانا ہے، جیسا کہ دوسری روایات میں ہے) اور اگر میں (اس کی قبیح صورت میں) اس کو کسی کے ساتھ تشبیہ دے سکتا ہوں تو وہ عبدالعزیٰ بن قطن ہے (یہ زمانہ جاہلیت میں بنوخزاعہ قبیلہ کا ہے ایک بدشکل شخص تھا) اگر تم میں سے کسی مسلمان کا دجال کے ساتھ سامنا ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھ لے، (اس سے دجّال کے فتنہ سے محفوظ ہو جائے گا) دجّال شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا، اور ہر طرف فساد مچائے گا، اے اللہ کے بندو! اس کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا۔

دجال زمین میں کتنی مدت رہے گا؟

ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ وہ زمین میں کس قدر مدت رہے گا، آپؐ نے فرمایا وہ چالیس دن رہے گا، لیکن پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا، اور دوسرا دن ایک ماہ کے برابر ہوگا، اور تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا، اور باقی دن عام دنوں کے برابر ہوں گے، ہم نے عرض کیا یارسول اللہؐ جو دن ایک سال کے برابر ہوگا، کیا ہم اس میں صرف ایک دن کی (پانچ نمازیں) پڑھیں گے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں، بلکہ وقت کا اندازہ کر کے پورے سال کی نمازیں ادا کرنا ہوں گی، پھر ہم نے عرض کیا یارسول اللہؐ وہ زمین میں کس قدر سرعت کے ساتھ سفر کرے گا فرمایا اس ابر کے مانند تیز چلے گا جس کے پیچھے موافق ہوا لگی ہوئی ہو، پس دجّال کسی قوم کے پاس سے گزرے گا ان کو اپنے باطل عقائد کی دعوت دے گا، وہ اس پر ایمان لائیں گے تو وہ بادلوں کو حکم دے گا تو وہ برسنے لگیں گے، اور زمین کو حکم دے گا تو وہ سرسبز و شاداب ہو جائے گی، (اور ان کے مویشی اس میں چریں گے) اور شام کو جب واپس آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے کی بہ نسبت بہت اونچے ہوں گے، اور تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہوں گے، اور ان کی کوکھیں پُر ہوں گی، پھر دجّال کسی دوسری قوم کے پاس گزرے گا اور ان کو بھی اپنے کفر و اضلال کی دعوت دے گا، لیکن وہ اس کی باتوں کو رد کر دیں گے، وہ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ان سے مایوس ہو کر چلا جائے گا تو یہ مسلمان لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو جائیں گے، اور ان کے پاس کچھ مال نہ رہے گا، اور ویران زمین کے پاس سے اس کا گزر ہوگا، تو وہ اس کو خطاب کرے گا کہ اپنے خزانوں کو باہر لے آ، چنانچہ زمین کے خزانے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیں گے، جیسا کہ شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے پیچھے ہو لیتی ہیں، پھر دجّال ایک آدمی بلائے گا، جس کا شباب پورے زوروں پر ہوگا، اس کو تلوار مار کر دو ٹکڑے کر دے گا، اور دونوں ٹکڑے اس قدر فاصلہ پر کر دیئے جائیں گے جس قدر تیر مارنے والے اور نشانہ کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے، پھر وہ اس کو بلائے گا، وہ (زندہ ہو کر) دجّال کی طرف اس کے اس فعل پر ہنستا ہوا روشن چہرے کے ساتھ آ جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

دریں اثناء حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو نازل فرمائیں گے، چنانچہ وہ دو رنگ دار چادریں پہنے ہوئے دمشق کی مشرقی جانب کے سفید مینارہ پر اس طرح نزول فرمائیں گے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے، جب اپنے سر مبارک کو نیچے کریں گے تو اس سے پانی کے قطرات جھڑیں گے (جیسے کوئی ابھی غسل کر کے آیا ہو) اور جب سر کو اوپر کریں گے تو اس وقت بھی پانی کے متفرق قطرات جو موتیوں کی طرح صاف ہوں گے گریں گے، جس کافر کو آپ کے سانس کی ہوا پہنچے گی وہ وہیں مر جائے گا، اور آپ کا سانس اس قدر دور پہنچے گا، جس قدر دور آپ کی نگاہ جائے گی، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام دجّال کو تلاش کریں گے، یہاں تک کہ آپ اُسے بابِ لُدّ پر جا پکڑیں گے (یہ بستی اب بھی بیت المقدس کے قریب اسی نام سے موجود ہے) وہاں اس کو قتل کر دیں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام لوگوں کے پاس تشریف لائیں گے، اور (بطور شفقت کے) ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے، اور جنت میں اعلیٰ درجات کی ان کو خوش خبری سنائیں گے۔

یاجوج ماجوج کا ظہور

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ابھی اسی حال میں ہوں گے کہ حق تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

میں اپنے بندوں میں ایسے لوگوں کو نکالوں گا جن کے مقابلہ کی کسی کو طاقت نہیں، آپ مسلمانوں کو جمع کر کے کوہِ طور پر چلے جائیں (چنانچہ عیسیٰ علیہ السّلام ایسا ہی کریں گے) اور حق تعالیٰ یاجوج ماجوج کو کھول دیں گے تو وہ سرعتِ سیر کے سبب ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے دکھائی دیں گے، ان میں سے پہلے لوگ بحیرۂ طبریہ سے گزریں گے، اور اس کا سب پانی پی کر ایسا کر دیں گے کہ جب ان میں سے دوسرے لوگ اس بحیرۂ سے گزریں گے تو دریا کی جگہ کو خشک دیکھ کر کہیں گے کہ کبھی یہاں پانی ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور ان کے رفقاء کوہِ طور پر پناہ لیں گے، اور دوسرے مسلمان اپنے قلعوں اور محفوظ جگہوں میں پناہ لیں گے، کھانے پینے کا سامان ساتھ ہوگا، مگر وہ کم پڑ جائے گا، تو ایک بیل کے سر کو سو دینار سے بہتر سمجھا جائے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور دوسرے مسلمان اپنی تکلیف دفع ہونے کے لئے حق تعالیٰ سے دعاء کریں گے (حق تعالیٰ دعاء قبول فرمائیں گے) اور ان پر وبائی صورت میں ایک بیماری بھیجیں گے، اور یاجوج ماجوج تھوڑی دیر میں سب کے سب مر جائیں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور ان کے ساتھی کوہِ طور سے نیچے آئیں گے تو دیکھیں گے کہ زمین میں ایک بالشت جگہ بھی ان کی لاشوں سے خالی نہیں (اور لاشوں کے سڑنے کی وجہ سے) سخت تعفّن پھیلا ہوگا، (اس کیفیت کو دیکھ کر دوبارہ) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور ان کے ساتھی حق تعالیٰ سے دعاء کریں گے (کہ یہ مصیبت بھی دفع ہو، حق تعالیٰ قبول فرمائیں گے) اور بہت بھاری بھرکم پرندوں کو بھیجیں گے، جن کی گردنیں اونٹ کی گردن کی مانند ہوں گی، (وہ ان کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کی مرضی ہوگی وہاں پھینک دیں گے) بعض روایات میں ہے کہ دریا میں ڈال دیں گے، پھر حق تعالیٰ بارش برسائیں گے، کوئی شہر اور جنگل ایسا نہ ہوگا جہاں بارش نہ ہوئی ہوگی، ساری زمین دُھل جائے گی، اور شیشہ کے مانند صاف ہو جائے گی، پھر حق تعالیٰ زمین کو حکم فرمائیں گے کہ اپنے پیٹ سے پھلوں اور پھولوں کو اُگا دے، اور (از سرِ نو) اپنی برکات کو ظاہر کر دے، (چنانچہ ایسا ہی ہوگا اور اس قدر برکت ظاہر ہوگی) کہ ایک انار ایک جماعت کے کھانے کے لئے کفایت کرے گا، اور لوگ اس کے چھلکے کی چھتری بنا کر سایہ حاصل کریں گے، اور دودھ میں اس قدر برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دودھ ایک بہت بڑی جماعت کے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

لئے کافی ہوگا، اور ایک گائے کا دودھ ایک قبیلہ کے سب لوگوں کو کافی ہو جائے گا، اور ایک بکری کا دودھ پوری برادری کو کافی ہو جائے گا، (یہ غیر معمولی برکات اور امن و امان کا زمانہ چالیس سال رہنے کے بعد جب قیامت کا وقت آ جائے گا تو) اس وقت حق تعالیٰ ایک خوشگوار ہوا چلائیں گے، جس کی وجہ سے سب مسلمانوں کی بغلوں کے نیچے ایک خاص بیماری ظاہر ہو جائے گی، اور سب کے سب وفات پا جائیں گے، اور باقی صرف شریر و کافر رہ جائیں گے، جو زمین پر کھلم کھلا حرام کاری جانوروں کی طرح کریں گے، ایسے ہی لوگوں پر قیامت آئے گی۔

یاجوج ماجوج کی مزید تفصیلات

اور حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کی روایت میں یاجوج و ماجوج کے قصہ کی زیادہ تفصیل آئی ہے، وہ یہ کہ بحیرۂ طبریہ سے گزرنے کے بعد یاجوج ماجوج بیت المقدس کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ جبل الخمر پر چڑھ جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو سب کو قتل کر دیا ہے، لو اب ہم آسمان والوں کا خاتمہ کریں، چنانچہ وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے، اور وہ تیر حق تعالیٰ کے حکم سے خون آلود ہو کر ان کی طرف واپس آئیں گے (تا کہ وہ احمق یہ سمجھ کر خوش ہوں کہ آسمان والوں کا بھی خاتمہ کر دیا)۔

اور دجّال کے قصہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ دجّال مدینہ منوّرہ سے دور رہے گا، اور مدینہ کے راستوں پر بھی اس کا آنا ممکن نہ ہوگا تو وہ مدینہ کے قریب ایک شور زمین کی طرف آئے گا، اس وقت ایک آدمی دجال کے پاس آئے گا، اور وہ آدمی اس وقت کے بہترین لوگوں میں سے ہوگا، اور اس کو خطاب کر کے کہے گا کہ میں یقین سے کہتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی (یہ سن کر) دجّال کہنے لگے گا، لوگو! مجھے یہ بتلاؤ کہ اگر میں اس آدمی کو قتل کر دوں اور پھر اسے زندہ کر دوں تو میرے خدا ہونے میں شک کرو گے، وہ جواب دیں گے نہیں، چنانچہ وہ اس آدمی کو قتل کرے اور پھر اس کو زندہ کر دے گا، تو وہ دجال کو کہے گا کہ اب مجھے تیرے دجّال ہونے کا پہلے سے زیادہ یقین ہو گیا ہے، دجّال اس کو دوبارہ قتل کرنے کا ارادہ کرے گا، لیکن وہ اس پر قادر نہ ہو سکے گا۔ (صحیح مسلم)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السّلام سے فرمائیں گے کہ آپ ذریت میں سے بعث النار (یعنی جہنمی لوگ) اٹھایئے، وہ عرض کریں گے، اے رب وہ کون ہیں، تو حکم ہوگا کہ ہر ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنمی ہیں صرف ایک جنتی ہے، صحابۂ کرام سہم گئے اور دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے وہ ایک جنتی کون سا ہوگا، تو آپؐ نے فرمایا غم نہ کرو، کیونکہ یہ نو سو ننانوے جہنمی تم میں سے ایک اور یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار کی نسبت سے ہوں گے، اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے دس حصے کئے، ان میں سے نو حصے یاجوج ماجوج کے ہیں اور باقی ایک حصہ میں باقی ساری دنیا کے انسان ہیں (روح المعانی)

یاجوج ماجوج کی تعداد

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ان روایات کو ذکر کر کے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ یاجوج ماجوج کی تعداد ساری انسانی آبادی سے بے حد زائد ہے۔

مسند احمد اور ابو داؤد میں باسناد صحیح حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد چالیس سال زمین پر رہیں گے، مسلم کی ایک روایت میں جو سات سال کا عرصہ بتلایا ہے حافظ نے فتح الباری میں اس کو مؤوّل یا مرجوع قرار دے کر چالیس سال ہی کا عرصہ صحیح قرار دیا ہے، اور حسب تصریح احادیث یہ پورا عرصہ امن وامان اور برکات کے ظہور کا ہوگا، بغض وعداوت آپس میں قطعاً نہ رہے گا، کبھی دو آدمیوں میں کوئی جھگڑا یا عداوت نہیں ہوگی (روایت مسلم واحمد)

بخاری نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا حج وعمرہ خروج یاجوج ماجوج کے بعد بھی جاری رہے گا۔

(تفسیر مظہری)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

سدّ سکندری میں سوراخ

بخاری و مسلم نے حضرت زینب بن جحش ام المؤمنینؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... (ایک روز) نیند سے ایسی حالت میں بیدار ہوئے کہ چہرۂ مبارک سُرخ ہو رہا تھا، اور آپ کی زبانِ مبارک پر یہ جملے تھے۔

لا الہ الا اللّٰہ ویل للعرب من شر قداقترب فتح الیوم من روم یاجوج ماجوج مثل ھذہ وحلّق تسعین.

''آج کے دن یاجوج و ماجوج کی روم یعنی سدّ میں اتنا سوراخ کھل گیا ہے، اور آپ نے عقد تسعین یعنی انگوٹھے اور انگشتِ شہادت کو ملا کر حلقہ بنا کر دکھلایا''۔

ام المؤمنینؓ فرماتی ہیں کہ اس ارشاد پر ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا ہم ایسے حال میں ہلاک ہو سکتے ہیں جبکہ ہمارے اندر صالحین موجود ہوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہلاک ہو سکتے ہیں، جبکہ خُبث (یعنی شر) کی کثرت ہو جائے (مثلہ فی الصحیحین عن ابی ھریرۃؓ، کذافی البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر) اور سدّ یاجوج میں بقدر حلقہ سوراخ ہو جانا اپنے حقیقی معنی بھی ہو سکتا ہے، اور مجازی طور پر سدّ ذوالقرنین کے کمزور ہو جانے کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے۔ (ابن کثیر، ابوحیان)

باقی کھدائی کل کریں گے

مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاجوج ماجوج ہر روز سدِّ ذوالقرنین کو کھودتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اس آہنی دیوار کے آخری حصّہ تک اتنے قریب پہنچ جاتے ہیں کہ دوسری طرف کی روشنی نظر آنے لگے، مگر یہ کہہ کر لوٹ جاتے ہیں کہ باقی کو کل کھود کر پار کر دیں گے، مگر اللہ تعالیٰ اس کو پھر ویسا ہی مضبوط درست کر دیتے ہیں، اور اگلے روز پھر نئی محنت اس کے کھودنے میں کرتے ہیں، یہ سلسلہ کھودنے میں محنت کا اور پھر منجانب اللہ اس کی درستی کا اس وقت تک چلتا رہے گا جس وقت تک یاجوج ماجوج کو بند رکھنے کا ارادہ ہے، اور جب اللہ

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

تعالیٰ ان کو کھولنے کا ارادہ فرمائیں گے تو اس روز جب محنت کر کے آخری حد میں پہنچا دیں گے اس دن یوں کہیں گے کہ اگر اللہ نے چاہا تو ہم کل اس کو پار کر لیں گے (اللہ کے نام اور اس کی مشیت پر موقوف رکھنے سے آج توفیق ہو جائے گی) تو اگلے روز دیوار کا باقی ماندہ حصہ اپنی حالت پر ملے گا اور وہ اس کو توڑ کر پار کر لیں گے۔

ترمذی نے اس روایت کو بسند ابی عوانہ عن قتادہ عن ابی رافع عن ابی ہریرۃ نقل کر کے فرمایا: غریب لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ، ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس روایت کو نقل کر کے فرمایا:۔

اسنادہ جیّد قوی ولکن متنہ فی رفعہ نکارۃ.

"اسناد اس کی جید اور قوی ہے، لیکن حضرت ابو ہریرۃؓ سے اس کو مرفوع کرنے یا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں ایک نکارت واجنبیت معلوم ہوتی ہے"۔

کوششیں جاری رہیں گی

اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اس حدیث کے متعلق فرمایا کہ اگر یہ بات صحیح مان لی جائے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ کعب احبار کی روایت ہے تب تو بات صاف ہو گئی کہ یہ کوئی قابلِ اعتماد چیز نہیں، اور اگر اس روایت کو وہم راوی سے محفوظ قرار دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ارشاد قرار دیا جائے تو پھر مطلب اس کا یہ ہوگا کہ یاجوج ماجوج کا یہ عمل سدّ کو کھودنے کا اس وقت شروع ہوگا جبکہ ان کے خروج کا وقت قریب آ جائے گا، اور قرآنی ارشاد کہ اِس دیوار میں نقب نہیں لگائی جاسکتی، یہ اس وقت کا حال ہے جبکہ ذوالقرنین نے اس کو تعمیر کیا تھا، جو آر پار ہو جائے، اور اس روایت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ سوراخ آر پار نہیں ہوتا۔ (بدایہ ص۱۱۲ ج۲)

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس حدیث کو عبد بن حمید اور ابن حبان کے حوالے سے بھی نقل کر کے کہا ہے کہ ان سب کی روایت حضرت قتادہ سے ہے، اور ان میں سے بعض کی سند کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں، اور حدیث کے مرفوع قرار دینے پر بھی

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کوئی شبہ نہیں کیا، اور بحوالہ ابن عربی بیان کیا کہ اس حدیث میں تین آیات الٰہیہ یعنی معجزات ہیں، اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذہنوں کو اس طرف متوجہ نہیں ہونے دیا، کہ سدّ کو کھودنے کا کام رات دن مسلسل جاری رکھیں، ورنہ اتنی بڑی قوم کے لئے کیا مشکل تھا کہ دن اور رات کی ڈیوٹیاں الگ الگ مقرر کر لیتے، دوسرے ان کے ذہنوں کو اس طرف سے پھیر دیا کہ اس سدّ کے اوپر چڑھنے کی کوشش کریں، اس کے لئے آلات سے مدد لیں، حالانکہ وہب بن منبہ کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ صاحب زراعت و صناعت ہیں، ہر طرح کے آلات رکھتے ہیں، ان کی زمین میں درخت بھی مختلف قسم کے ہیں، کوئی مشکل کام نہ تھا کہ اوپر چڑھنے کے ذرائع وسائل پیدا کر لیتے، تیسرے یہ کہ ساری مدت میں ان کے قلوب میں یہ بات نہ آئے کہ انشاء اللہ کہہ لیں، صرف اس وقت یہ کلمہ ان کی زبان پر جاری ہوگا، جب ان کے نکلنے کا وقت مقرر آجائے گا۔

علامہ ابن عربیؒ کا قول

ابن عربی نے فرمایا کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے وجود اور اس کی مشیّت و ارادے کو مانتے ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ بغیر کسی عقیدے کے ہی ان کی زبان پر اللہ تعالیٰ یہ کلمہ جاری کر دے، اور اس کی برکت سے ان کا کام بن جائے، (اشراط الساعۃ للسید محمد، ص ۱۵۴) مگر ظاہر یہی ہے کہ ان کے پاس بھی انبیاء علیہ السّلام کی دعوت پہنچ چکی ہے، ورنہ نصِ قرآنی کے مطابق ان کو جہنم کا عذاب نہ ہونا چاہئے، وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا، معلوم ہوا کہ دعوتِ ایمان ان کو بھی پہنچی ہے، مگر یہ لوگ کفر پر جمے رہے، ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اللہ کے وجود اور اس کے ارادہ و مشیت کے قائل ہوں گے، اگرچہ صرف اتنا عقیدہ ایمان کے لئے کافی نہیں جب تک رسالت اور آخرت پر ایمان نہ ہو، بہرحال انشاء اللہ کا کلمہ کہنا باوجود کفر کے بھی بعید نہیں۔

روایاتِ حدیث سے حاصل شدہ نتائج

مذکور الصدر احادیث میں یاجوج ماجوج کے متعلق جو باتیں رسول اللہ صلی اللہ

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

علیہ وسلم کے بیان سے ثابت ہوئیں وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) یاجوج ماجوج عام انسانوں کی طرح انسان حضرت نوح علیہ السّلام کی اولاد میں سے ہیں، جمہور محدّثین و مؤرخین ان کو یافث ابن نوح علیہ السّلام کی اولاد قرار دیتے ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یافث ابن نوح کی اولاد نوح علیہ السّلام کے زمانے سے ذوالقرنین کے زمانے تک دور دور تک مختلف قبائل اور مختلف قوموں اور مختلف آبادیوں میں پھیل چکی تھی، یاجوج ماجوج جن قوموں کا نام ہے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ سب کے سب سدّ ذوالقرنین کے پیچھے ہی محصور ہو گئے ہوں، ان کے کچھ قبائل اور قومیں سدّ ذوالقرنین کے اس طرف بھی ہوں گے، البتہ ان میں سے جو قتل و غارت گری کرنے والے وحشی لوگ تھے، وہ سدِّ ذوالقرنین کے ذریعہ روک دیئے گئے ...... مؤرخین عام طور سے ان کو ترک اور مغول یا منگولین لکھتے ہیں، مگر ان میں سے یاجوج ماجوج نام...... صرف ان وحشی غیر متمدّن خونخوار ظالم لوگوں کا ہے جو تمدّن سے آشنا نہیں ہوئے، انہی کی برادری کے مغول اور ترک یا منگولین جو متمدن ہو گئے وہ اس نام سے خارج ہیں۔

(۲) یاجوج ماجوج کی تعداد پوری دنیا کے انسانوں کی تعداد سے بدرجہا زائد، کم از کم ایک اور دس کی نسبت سے ہے۔ (حدیث نمبر۲)

(۳) یاجوج ماجوج کی جو قومیں اور قبائل سدِّ ذوالقرنین کے ذریعہ اس طرف آنے سے روک دیئے گئے ہیں وہ قیامت کے بالکل قریب تک اسی طرح محصور رہیں گے، ان کے نکلنے کا وقت مقدّر ظہور مہدی علیہ السّلام پھر خروجِ دجّال کے بعد وہ ہوگا جبکہ عیسیٰ علیہ السّلام نازل ہو کر دجّال کو قتل کر چکیں گے۔ (حدیث نمبر۱)

سدّ ذوالقرنین کا انہدام

(۴) یاجوج ماجوج کے کھلنے کے وقت سدِّ ذوالقرنین منہدم ہو کر زمین کے برابر ہو جائے گی، (آیت قرآن) اس وقت یہ یاجوج ماجوج کی بے پناہ قومیں بیک وقت پہاڑوں کی بلندیوں سے اترتی ہوئی سرعتِ رفتار کے سبب ایسی معلوم ہوں گی کہ گویا یہ پھسل پھسل کر گر رہے ہیں، اور یہ لاتعداد وحشی انسان عام انسانی آبادی اور پوری زمین پر ٹوٹ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

پڑیں گے، اوران کے قتل وغارت گری کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا، اللہ کے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بامرِ الٰہی اپنے ساتھی مسلمانوں کو لے کر کوہِ طور پر پناہ لیں گے، اور عام دنیا کی آبادیوں میں جہاں کچھ قلعے یا محفوظ مقامات ہیں وہ ان میں بند ہوکر اپنی جانیں بچائیں گے، کھانے پینے کا سامان ختم ہوجانے کے بعد ضروریاتِ زندگی انتہائی گراں ہوجائے گی، باقی انسانی آبادی کو یہ وحشی قومیں ختم کر ڈالیں گی، ان کے دریاؤں کو چاٹ جائیں گی (حدیث نمبر ۱)

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے رفقاء کی دُعاء سے پھر یہ ٹڈی دل قسم کے بے شمار قومیں بیک وقت ہلاک کردی جائیں گی، ان کی لاشوں سے ساری زمین پٹ جائے گی، ان کی بدبو کی وجہ سے زمین پر بسنا مشکل ہوجائے گا (حدیث نمبر ۱)

(۶) پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے رفقاء ہی کی دعاء سے ان کی لاشیں دریابُرد یا غائب کردی جائے گی اور عالمگیر بارش کے ذریعہ پوری زمین کو دھو کر پاک صاف کردیا جائے گا (حدیث نمبر ۱)

(۷) اس کے بعد تقریباً چالیس سال امن وامان کا دَور دورہ ہوگا، زمین اپنی برکات اُگل دے گی، کوئی مفلس محتاج نہ رہے گا، کوئی کسی کو نہ ستائے گا، سکون واطمینان آرام وراحت عام ہوگی (حدیث نمبر ۳)

(۸) اس امن وامان کے زمانے میں بیت اللہ کا حج وعمرہ جاری رہے گا (حدیث نمبر ۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور روضۂ اقدس میں دفن روایاتِ حدیث سے ثابت ہے، اس کی بھی یہی صورت ہوگی کہ وہ حج یا عمرہ کے لئے حجاز کا سفر کریں گے (کمار واہ ومسلم عن ابی ہریرۃ، التصریح) اس کے بعد مدینہ طیبہ میں وفات ہوگی، روضۂ اقدس میں دفن کیا جائے گا۔

خروجِ یاجوج ماجوج قریب ہے

(۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر زمانے میں بذریعہ وحی خواب آپ کو دکھلایا گیا کہ سدِّ ذوالقرنین میں ایک سوراخ ہوگیا ہے جس کو اپنے عرب کے لئے شر وفتنہ کی

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

علامت قرار دی، اس دیوار میں سوراخ ہو جانے کو بعض محدثین نے اپنی حقیقت پر محمول کیا ہے، اور بعض نے اس کا مطلب بطور استعارہ اور مجاز کے یہ قرار دیا ہے کہ اب یہ سدِّ ذوالقرنین کمزور ہو چکی ہے، خروج یاجوج ماجوج کا وقت قریب آ گیا ہے اور اس کے آثار عرب قوم کا تنزل وانحطاط کے رنگ میں ظاہر ہوں گے، واللہ اعلم۔

قیامت کی عظیم علامات

(۱۰) حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے نزول کے بعد ان کا قیام زمین پر چالیس سال ہوگا، (حدیث نمبر۳) ان سے پہلے حضرت مہدی علیہ السّلام کا زمانہ بھی چالیس سال رہے گا، جس میں کچھ حصہ دونوں کے اجتماع واشتراک کا ہوگا، سید شریف برزنجی نے اپنی کتاب اشراط السّاعۃ صفحہ ۱۴۵ میں لکھا ہے کہ عیسٰی علیہ السّلام کا قیام قتلِ دجّال اور امن وامان کے بعد چالیس سال ہوگا، اور مجموعۂ قیام پینتالیس سال ہوگا، اور صفحہ ۱۱۲ میں ہے کہ مہدی علیہ السّلام حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے تیس سے اوپر کچھ سال پہلے ظاہر ہوں گے، اور ان کا مجموعۂ زمانہ چالیس سال ہوگا، اس طرح پانچ یا سات سال تک دونوں حضرات کا اجتماع رہے گا، اور ان دونوں زمانوں کی یہ خصوصیت ہوگی کہ پوری زمین پر عدل وانصاف کی حکومت ہوگی، زمین پر اپنی برکات اور خزائن اُگل دے گی، کوئی فقیر محتاج نہ رہے گا، لوگوں کے آپس میں بغض وعداوت قطعاً نہ رہے گی، ہاں حضرت مہدی علیہ السّلام کے آخری زمانے میں دجّالِ اکبر کا فتنۂ عظیم سوائے مکّہ اور مدینہ اور بیت المقدس اور کوہِ طور کے سارے عالم پر چھا جائے گا، اور یہ فتنہ دنیا کے تمام فتنوں سے عظیم تر ہوگا، دجّال کا قیام اور فساد صرف چالیس دن رہے گا، مگر ان چالیس دنوں میں سے پہلا دن ایک سال کا، دوسرا دن ایک مہینہ کا، تیسرا دن ایک ہفتہ کا ہوگا، باقی دن عام دنوں کی طرح کے ہوں گے جس کی صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حقیقۃً یہ دن اتنے طویل کر دیئے جائیں، کیونکہ اس آخر زمانے میں تقریباً سارے واقعات ہی خرقِ عادت اور معجزہ کے ہوں گے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ دن رات تو اپنے معمول کے مطابق ہوتے رہیں مگر دجّال کا بڑا ساحر ہونا حدیث سے ثابت ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کے سحر کے اثر سے عام مخلوق کی نظروں پر یہ دن رات کا تغیر وانقلاب ظاہر نہ ہو، وہ اس کو ایک ہی دن دیکھتے اور سمجھتے رہیں، حدیث میں جو اس دن کے اندر عام

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

دنوں کے مطابق اندازہ لگا کر نمازیں پڑھنے کا حکم آیا ہے، اس سے بھی تائید اس کی ہوتی ہے کہ حقیقت کے اعتبار سے تو دن رات بدل رہے ہوں گے، مگر لوگوں کے احساس میں یہ بدلنا نہیں ہوگا، اس لئے اس ایک سال کے دن میں تین سو ساٹھ دنوں کی نمازیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا، ورنہ اگر دن حقیقۃً ایک ہی دن ہوتا تو قواعدِ شرعیہ کی رُو سے اس میں صرف ایک ہی دن کی پانچ نمازیں فرض ہوتیں، خلاصہ یہ ہے کہ دجّال کا کُل زمانہ اس طرح کے چالیس دن کا ہوگا۔

زمین اپنے خزائن اُگل دے گی

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نازل ہو کر دجّال کو قتل کر کے اس فتنہ کو ختم کریں گے، مگر اس کے متصل ہی یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا جو پوری دنیا میں فساد اور قتل و غارت گری کریں گے، مگر ان کا زمانہ بھی چند ایام ہی ہوں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی دعاء سے یہ سب بیک وقت ہلاک ہو جائیں گے، غرض حضرت مہدی علیہ السّلام کے زمانے کے آخر میں اور عیسیٰ علیہ السّلام کے زمانے کے شروع میں دو فتنے دجّال اور یاجوج ماجوج کے ہوں گے جو تمام زمین کے لوگوں کو تہہ و بالا کر دیں گے، ان ایام معدودہ سے پہلے اور بعد میں پوری دنیا کے اندر عدل و انصاف اور امن و سکون اور برکات و ثمرات کا دَور دورہ ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے زمانہ میں اسلام کے سوا کوئی کلمہ و مذہب زمین پر نہ ہوگا، زمین اپنے خزائن و دفائن اُگل دے گی، کوئی فقیر و محتاج نہ رہے گا، درندے اور زہریلے جانور بھی کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں گے۔

یاجوج ماجوج کی شرعی حیثیت

یاجوج ماجوج اور سدِّ ذوالقرنین کے متعلق یہ معلومات تو وہ ہیں جو قرآن اور احادیثِ نبویہ نے اُمت کو بتلا دیئے ہیں، اسی پر عقیدہ رکھنا ضروری اور مخالفت ناجائز ہے، باقی رہی اس کی جغرافیائی بحث کہ سدِّ ذوالقرنین کس جگہ واقع ہے، اور قوم یاجوج ماجوج کونسی قوم ہے، اور اِس وقت کہاں کہاں بستی ہے، اگرچہ اس پر نہ کوئی اسلامی عقیدہ موقوف ہے، اور نہ قرآن کی کسی آیت کا مطلب سمجھنا اس پر موقوف ہے، لیکن مخالفین کی ہفوات کے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

جواب اور مزید بصیرت کے لئے علماءِ امت نے اس سے بحث فرمائی ہے، اس کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے۔

علامہ آلوسیؒ کی تحقیق

قرآن نے اپنی تفسیر میں بحوالہ سُدّیؔ نقل کیا ہے کہ یاجوج ماجوج کے بائیس قبیلوں میں سے اکیس قبیلوں کو سدِ ذوالقرنین سے بند کر دیا گیا، ان کا ایک قبیلہ سدِ ذوالقرنین کے اندر اس طرف رہ گیا، وہ تُرک ہیں، اس کے بعد قرطبی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تُرک کے متعلق جو باتیں بتلائی ہیں وہ یاجوج ماجوج سے ملتی ہوئی ہیں، اور آخر زمانے میں مسلمانوں کی ان سے جنگ ہونا صحیح مسلم کی حدیث میں ہے، پھر فرمایا کہ اس زمانے میں مسلمانوں کی ان سے جنگ ہونا صحیح مسلم کی حدیث میں ہے، پھر فرمایا کہ اس زمانے میں تُرک قوم کی بڑی بھاری تعداد مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلی ہوئی ہے، جن کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، وہی مسلمانوں کو ان کے شر سے بچا سکتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہی یاجوج ماجوج ہیں یا کم از کم ان کا مقدمہ ہیں (قرطبی ص ۵۸ ج ۱۱) (قرطبی کا زمانہ چھٹی صدی ہجری ہے، جس میں فتنہ تاتار ظاہر ہوا، اور اسلامی خلافت کو تباہ و برباد کیا، ان کا عظیم فتنہ تاریخ اسلام میں معروف اور تاتاریوں کا مغول ترک میں سے ہونا مشہور ہے)۔ مگر قرطبی نے ان کو یاجوج ماجوج کے مشابہ اور ان کا مقدمہ قرار دیا ہے، ان کے فتنہ کو وہ خروج یاجوج ماجوج نہیں بتایا جو علاماتِ قیامت میں سے ہے، کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث مذکور میں اس کی تصریح ہے کہ وہ خروج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کے زمانے میں ہوگا۔

اسی لئے علامہ آلوسیؔ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں ان لوگوں پر سخت رَد کیا ہے جنھوں نے تاتاری کو یاجوج ماجوج قرار دیا، اور فرمایا کہ ایسا خیال کرنا کھلی ہوئی گمراہی ہے، اور نصوصِ حدیث کی مخالفت ہے، البتہ یہ انھوں نے بھی فرمایا کہ بلاشبہ یہ فتنہ یاجوج ماجوج کے فتنہ کے مشابہ ضرور ہے، (روح ص ۴۴ ج ۱۶) اس سے ثابت ہوا کہ اس زمانے میں جو بعض مؤرخین موجودہ روس یا چین یا دونوں کو یاجوج ماجوج قرار دیتے ہیں، اگر اس سے ان کی مراد وہی ہوتی جو قرطبی اور آلوسیؔ نے فرمایا کہ ان کا فتنہ یاجوج ماجوج کے مشابہ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ہے تو یہ کہنا کچھ غلط نہ ہوتا، مگر اسی کو وہ خروج یاجوج ماجوج قرار دینا جس کی خبر قرآن و حدیث میں بطور علامات قیامت دی گئی، اور اس کا وقت نزولِ عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد بتلایا گیا یہ قطعاً غلط اور گمراہی اور نصوصِ حدیث کا انکار ہے۔

علامہ ابن خلدون کی تحقیق

مشہور مؤرخ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں اقلیم سادس کی بحث میں یاجوج ماجوج اور سدِ ذوالقرنین اور ان کے محل و مقام کے متعلق جغرافیائی تحقیق اس طرح فرمائی ہے:۔

''ساتویں اقلیم کے نویں حصہ میں مغرب کی جانب ترکوں کے وہ قبائل آباد ہیں جو قنجاق اور چرکس کہلاتے ہیں، اور مشرق کی جانب یاجوج ماجوج کی آبادیاں ہیں، اور ان دونوں کے درمیان کوہ قاف حدِ فاصل ہے جس کا ذکر گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے، کہ وہ بحر محیط سے شروع ہوتا ہے، جو چوتھی اقلیم کے مشرق میں واقع ہے اور اس کے ساتھ شمال کی جانب اقلیم کے آخر تک چلا گیا ہے،...... بحرِ محیط سے جدا ہو کر شمال مغرب میں ہوتا ہوا یعنی مغرب کی جانب جھکتا ہوا پانچویں اقلیم کے نویں حصہ میں داخل ہو جاتا ہے، یہاں سے وہ پھر اپنی پہلی سمت کو مُڑ جاتا ہے، حتیٰ کہ ساتویں اقلیم کے نویں حصہ میں داخل ہو جاتا ہے، اور یہاں پہنچ کر جنوب سے شمال مغرب کو ہوتا ہوا گیا ہے، اور اسی سلسلۂ کوہ کے درمیان سدِ سکندری واقع ہے، اور ساتویں اقلیم کے نویں حصہ کے وسط ہی میں وہ سدِ سکندری ہے، جس کا ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں او جس کی اطلاع قرآن نے بھی دی ہے، حضرت عبداللہ بن خردازبہ نے اپنی جغرافیہ کی کتاب میں واثق باللہ خلیفہ عباسی کا وہ خواب نقل کیا ہے جس میں اس نے یہ دیکھا تھا کہ سدِ کُھل گئی ہے، چنانچہ وہ گھبرا کر اٹھا اور دریافت حال کے لئے سلاّم ترجمان کو روانہ کیا، اس نے واپس آ کر اسی سدّ کے حالات و

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اوصاف بیان کئے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۷۹)

واثق باللہ خلیفہ عباسی کا سدِّ ذوالقرنین کی تحقیق کرنے کے لئے ایک جماعت کو بھیجنا اوران کا تحقیق کر کے آنا ابن کثیر نے بھی البدایہ والنہایہ میں ذکر کیا ہے، اور یہ کہ یہ دیوار لوہے سے تعمیر کی گئی ہے، اس میں بڑے بڑے دروازے بھی ہیں جن پر قفل پڑا ہوا ہے، اور یہ شمال مشرق میں واقع ہے، اور تفسیر کبیر وطبری نے اس واقعہ کو بیان کر کے یہ بھی لکھا ہے کہ جو آدمی اس دیوار کا معائنہ کر کے واپس آنا چاہتا ہے تو رہ نما اس کو ایسے چٹیل میدانوں میں پہنچاتے ہیں جو سمرقند کے محاذات میں ہے، (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۵۱۳)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی تحقیق

حضرت الاستاذ حجۃ الاسلام سیدی حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری قدس سرّہ نے اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسٰی علیہ السّلام میں یاجوج ماجوج اور سدِّ ذوالقرنین کا حال اگرچہ ضمنی طور پر بیان فرمایا ہے مگر جو کچھ بیان کیا ہے وہ تحقیق وروایت کے اعلٰی معیار پر ہے، آپ نے فرمایا کہ مفسد اور وحشی انسانوں کی تاخت وتاراج سے حفاظت کے لئے زمین پر ایک نہیں بہت سی جگہوں میں سدّیں (دیواریں) بنائی گئی ہیں جو مختلف بادشاہوں نے مختلف مقامات پر مختلف زمانوں میں بنائی ہیں، ان میں سے زیادہ بڑی اور مشہور دیوارِ چین ہے، جس کا طول ابوحیان اندلسی (دربارِ ایران کے شاہی مؤرّخ) نے بارہ سو میل بتلایا ہے، اور یہ کہ اس کا بانی فغفور بادشاہِ چین ہے، اور اس کی بناء کی تاریخ ہبوط آدم علیہ السّلام سے تین ہزار چار سو ساٹھ سال بعد بتلائی، اور یہ کہ اس دیوارِ چین کو مغل لوگ اُتکُو وَۃ اور ترک لوگ بُورقُوْرقہ کہتے ہیں، اور فرمایا کہ اسی طرح کی اور بھی متعدد دیواریں سدّیں مختلف مقامات پر پائی جاتی ہیں۔

مختلف دیواروں کی تحقیق

ہمارے خواجہ تاس مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے اپنی کتاب قصص القرآن میں حضرت شیخ کے اس بیان کی تاریخی توضیح بڑی تفصیل وتحقیق سے لکھی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

یاجوج ماجوج کی تاخت وتاراج اور شروفساد کا دائرہ اتنا وسیع تھا کہ ایک طرف

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کاکیشیا کے نیچے بسنے والے ان کے ظلم وستم کا شکار تھے تو دوسری جانب تبت اور چین کے باشندے بھی ہر وقت اُن کی زد میں تھے، انہی یاجوج ماجوج کے شر و فساد سے بچنے کے لئے مختلف زمانوں میں مختلف مقامات پر متعدد سَدّ تعمیر کی گئی، ان میں سب سے زیادہ بڑی اور مشہور دیوارِ چین ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

دوسری سدّ وسط ایشیا میں بخارا اور ترمذ کے قریب واقع ہے، اور اس کے محل وقوع کا نام دربند ہے، یہ سدّ مشہور مغل بادشاہ تیمور لنگ کے زمانہ میں موجود تھی، اور شاہ روم کے خاص ہمنشین سیلا بر جرمنی نے بھی اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے، اور اندلس کے بادشاہ کسٹیل کے قاصد کلاؔفچو نے بھی اپنے سفرنامہ میں اس کا ذکر کیا ہے، یہ ۱۴۰۳ء میں اپنے بادشاہ کا سفیر ہو کر جب تیمور کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس جگہ سے گزرا ہے، وہ لکھتا ہے کہ باب الحدید کی سدّ موصل کے اس راستہ پر ہے جو سمرقند اور ہندوستان کے درمیان ہے۔

(از تفسیر جواہر القرآن طنطاوی ص ۱۹۸ ج ۹)

تیسری سدّ روسی علاقہ داغستان میں واقع ہے، یہ بھی دربند اور باب الابواب کے نام سے مشہور ہے، یاقوت حموی نے معجم البلدان میں، ادریسی نے جغرافیہ میں اور بستانی نے دائرۃ المعارف میں اس کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"داغستان میں دربند ایک روسی شہر ہے یہ شہر بحر خزر (کاسپین) کے غربی کنارے پر واقع ہے، اس کا عرض البلد ۳-۴۳ شمالاً اور طول البلد ۱۵-۴۸ شرقاً ہے، اور اس کو دربند انوشیرواں بھی کہتے ہیں، اور باب الابواب کے نام سے بہت مشہور ہے"۔

چوتھی سدّ اسی باب الابواب سے مغرب کی جانب کاکیشیا کے بہت بلند حصوں میں ہے، جہاں دو پہاڑوں کے درمیان ایک درّہ درّہ داریال کے نام سے مشہور ہے، اس جگہ یہ چوتھی سدّ جو قفقاز یا جبل قوقایا کوہ قاف کی سدّ کہلاتی ہے، بستانی نے اس کے متعلق لکھا ہے:

"اور اسی کے (یعنی سدّ باب الابواب کے) قریب ایک اور سدّ ہے جو غربی جانب بڑھتی چلی گئی ہے، غالباً اس کو اہلِ فارس نے شمالی بربروں سے حفاظت کی خاطر بنایا ہوگا، کیونکہ اس کے بانی صحیح حال معلوم نہیں ہو

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

سکا، بعض نے اس کی نسبت سکندر کی جانب کردی ہے، اور بعض نے کسریٰ ونوشیرواں کی طرف اور یاقوت کہتا ہے کہ یہ تانبا پگھلا کر اس سے تعمیر کی گئی ہے، (دائرۃ المعارف جلد ۷، ص ۶۵۱، معجم البلدان جلد ۸، ص ۹)

چونکہ یہ سب دیواریں شمال ہی میں ہیں، اور تقریباً ایک ہی ضرورت کے لئے بنائی گئی ہیں، اس لئے ان میں سے سدِّ ذوالقرنین کونسی ہے، اس کے متعین کرنے میں اشکالات پیش آئے......اور بڑا اختلاط ان آخری دوسدّوں کے معاملہ میں پیش آیا، کیونکہ دونوں مقامات کا نام بھی دربند ہے اور دونوں جگہ سدّ بھی موجود ہے، مذکور الصدر چار سدّوں میں سے دیوار چین جو سب سے زیادہ بڑی اور سب سے زیادہ قدیم ہے، اس کے متعلق تو سدِّ ذوالقرنین ہونے کا کوئی قائل نہیں اور وہ بجائے شمال کے مشرق اقصیٰ میں ہے، اور قرآن کریم کے اشارہ سے اس کا شمال میں ہونا ظاہر ہے۔

اب معاملہ باقی تین دیواروں کا رہ گیا جو شمال ہی میں ہیں، ان میں سے عام طور پر مؤرخین مسعودی، اصطخری، حموی وغیرہ اس دیوار کو سدِّ ذوالقرنین بتاتے ہیں جو داغستان یا کاکیشیا کے علاقہ باب الابواب کے دربند میں بحر خزر پر واقع ہے، بخارا اور ترمذ کے دربند اور اس کی دیوار کو جن مؤرخین نے سدِّ ذوالقرنین کہا ہے وہ غالباً لفظ دربند کے اشتراک کی وجہ سے ان کو اختلاط ہوا ہے، اب تقریباً اس کا محلِ وقوع متعین ہوگیا کہ علاقہ داغستان کاکیشیا کے دربند باب الابواب میں یا اس سے بھی اوپر جبل قفقاز یا کوہ قاف کی بلندی پر ہے، اور ان دونوں جگہوں پر سدّ کا ہونا مؤرخین کے نزدیک ثابت ہے۔

ان دونوں میں سے حضرت الاستاذ مولانا سید محمد انور شاہ قدس سرہٗ نے عقیدۃ الاسلام میں کوہ قاف قفقاز کی سدّ کو ترجیح دی ہے کہ یہ سدِّ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی ہے۔
(عقیدۃ الاسلام ص ۲۹۷)

سدِّ ذوالقرنین موجود ہے، قیامت تک رہے گی یا ٹوٹ چکی ہے؟

آج کل تاریخ وجغرافیہ کے ماہرین اہلِ یورپ اس وقت ان شمالی دیواروں میں سے کسی کا موجود ہونا تسلیم نہیں کرتے، اور نہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اب بھی یاجوج ماجوج کا

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

راستہ بند ہے، اس بناء پر بعض اہلِ اسلام مؤرخین نے بھی یہ کہنا اور لکھنا شروع کر دیا ہے کہ یاجوج ماجوج جن کے خروج کا قرآن وحدیث میں ذکر ہے وہ ہو چکا ہے، بعض نے چھٹی صدی ہجری میں طوفان بن کر اُٹھنے والی قوم تاتاری کو اس کا مصداق قرار دے دیا ہے، بعض نے اس زمانے میں دنیا پر غالب آجانے والی قوموں روس اور چین اور اہلِ یورپ کو یاجوج ماجوج کہہ کر اس معاملہ کو ختم کر دیا ہے، مگر جیسا کہ اوپر بحوالۂ روح المعانی بیان ہو چکا ہے کہ یہ سراسر غلط ہے۔

احادیث صحیحہ کے انکار کے بغیر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس خروج یاجوج ماجوج کو قرآن کریم نے بطور علامتِ قیامت بیان کیا، اور جس کے متعلق صحیح مسلم کی حدیث نواس بن سمعان وغیرہ میں اس کی تصریح ہے کہ یہ واقعہ خروجِ دجال اور نزولِ عیسٰی علیہ السّلام اور قتلِ دجال کے بعد پیش آئے گا وہ واقعہ ہو چکا، کیونکہ خروجِ دجال اور نزولِ عیسٰی علیہ السّلام بلاشبہ اب تک نہیں ہوا۔

البتہ یہ بات بھی قرآن وسنت کی کسی نصِ صریح کے خلاف نہیں ہے کہ سدِّ ذوالقرنین اس وقت ٹوٹ چکی ہو، اور یاجوج ماجوج کی بعض قومیں اس طرف آچکی ہوں، بشرطیکہ اس کو تسلیم کیا جائے کہ ان کا آخری اور بڑا ہلّہ جو پوری انسانی آبادی کو تباہ کرنے والا ثابت ہوگا وہ ابھی نہیں ہوا، بلکہ قیامت کی اُن بڑی علامات کے بعد ہوگا جن کا ذکر اوپر آچکا ہے، یعنی خروجِ دجال اور نزولِ عیسٰی علیہ السّلام وغیرہ۔

حضرت الاستاذ حجۃ الاسلام علاّمہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق اس معاملہ میں یہ ہے کہ اہلِ یورپ کا یہ کہنا تو کوئی وزن نہیں رکھتا کہ ہم نے ساری دنیا چھان ماری ہے ہمیں اس دیوار کا پتہ نہیں لگا، کیونکہ اوّل تو خود انہی لوگوں کی یہ تصریحات موجود ہیں کہ سیاحت اور تحقیق کے انتہائی معراج پر پہنچنے کے باوجود آج بھی بہت سے جنگل اور دریا اور جزیرے ایسے باقی ہیں جن کا ہمیں علم نہیں ہوسکا، دوسرے یہ بھی احتمال بعید نہیں کہ اب وہ دیوار موجود ہونے کے باوجود پہاڑوں کے گرنے اور باہم مل جانے کے سبب ایک پہاڑی کی صورت اختیار کر چکی ہو، لیکن کوئی نصِ قطعی اس کے بھی منافی نہیں کہ قیامت سے پہلے یہ سدّ ٹوٹ جائے، یا کسی دور دراز کے طویل راستہ سے یاجوج ماجوج کی کچھ قومیں اس طرف آسکیں۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اس سدِ ذوالقرنین کے تا قیامت باقی رہنے پر بڑا استدلال تو قرآن کریم کے اس لفظ سے کیا جاتا ہے کہ فاذا جاء وعد ربی جعله دکآء، یعنی ذوالقرنین کا یہ قول کہ جب میرے رب کا وعدہ آپہنچے گا (یعنی خروج یاجوج ماجوج کا وقت آجائے گا) تو اللہ تعالیٰ اس آہنی دیوار کو ریزہ ریزہ کر کے زمین کے برابر کردیں گے، اس آیت میں وعد ربی کا مفہوم ان حضرات نے قیامت کو قرار دیا ہے، حالانکہ الفاظِ قرآن اس بارے میں قطعی نہیں، کیونکہ وعد ربی کا صریح مفہوم تو یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کا راستہ روکنے کا جو انتظام ذوالقرنین نے کیا ہے یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہمیشہ اسی طرح رہے، جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے کہ ان کا راستہ کھل جائے تو یہ دیوار منہدم و مسمار ہو جائے گی، اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ بالکل قیامت کے متصل ہو، چنانچہ تمام حضرات مفسّرین نے وعد ربی کے مفہوم میں دونوں احتمال ذکر کئے ہیں، تفسیر بحر محیط میں ہے والوعد یحتمل ان یراد به یوم القیٰمة وان یراد به وقت خروج یاجوج ماجوج۔

اس کا تحقق یوں بھی ہو سکتا ہے کہ دیوار منہدم ہو کر راستہ ابھی کھل گیا ہو، اور یاجوج و ماجوج کے حملوں کی ابتداء ہو چکی ہو، خواہ اس کی ابتداء چھٹی صدی ہجری کے فتنہ تاتار سے قرار دی جائے، یا اہلِ یورپ اور روس و چین کے غلبہ سے، مگر یہ ظاہر ہے کہ ان متمدن قوموں کے خروج اور فساد کو جو آئینی اور قانونی رنگ میں ہو رہا ہے وہ فساد نہیں قرار دیا جا سکتا، جس کا پتہ قرآن و حدیث دے رہے ہیں کہ خالص قتل و غارت گری اور ایسی خوں ریزی کے ساتھ ہوگا کہ تمام انسانی آبادی کو تباہ و برباد کر دے گا، بلکہ اس کا حاصل پھر یہ ہوگا کہ انہی مفسد یاجوج ماجوج کی کچھ قومیں اس طرف آکر متمدن بن گئیں، اسلامی ممالک کے لئے بلاشبہ وہ فسادِ عظیم اور فتنۂ عظیم ثابت ہوئیں، مگر ابھی ان کی وحشی قومیں جو قتل و خوں ریزی کے سوا کچھ نہیں جانتیں وہ تقدیری طور پر اس طرح سے آئیں اور بڑی تعداد ان کی ایسی ہی ہے، ان کا خروج قیامت کے بالکل قریب میں ہوگا۔

دوسرا استدلال ترمذی اور مسند احمد کی اس حدیث سے کیا جاتا ہے جس میں مذکور ہے کہ یاجوج ماجوج اس دیوار کو روزانہ کھودتے رہتے ہیں، مگر اوّل تو اس حدیث کو ابن کثیر نے معلول قرار دیا ہے، دوسرے اس میں بھی اس کی کوئی تصریح نہیں کہ جس روز یاجوج

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ماجوج انشاء اللہ کہنے کی برکت سے اس کو پار کرلیں گے وہ قیامت سے متصل ہی ہوگا، اور اس کی بھی اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں کہ سارے یاجوج ماجوج اسی دیوار کے پیچھے رُکے ہوئے رہیں گے، اگر ان کی کچھ جماعتیں یا قومیں کسی دور دراز کے راستہ سے اس طرف آ جائیں، جیسا کہ آج کل کے طاقتور بحری جہازوں کے ذریعہ ایسا ہو جانا کچھ مستعبد نہیں، اور بعض مؤرخین نے لکھا بھی ہے کہ یاجوج ماجوج کو طویل بحری سفر کرکے اس طرف آنے کا راستہ مل گیا ہے، تو اس حدیث سے اس کی بھی نفی نہیں ہوتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن وسنت میں کوئی ایسی دلیل صریح اور قطعی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ سدِ ذوالقرنین قیامت تک باقی رہے گی، یا ان کے ابتدائی اور معمولی حملے قیامت سے پہلے اس طرف کے انسانوں پر نہیں ہوسکیں گے، البتہ وہ انتہائی خوفناک اور تباہ کن حملہ جو پوری انسانی آبادی کو برباد کردے گا، اس کا وقت بالکل قیامت کے متصل وہی ہوگا جس کا ذکر بار بار آچکا ہے، حاصل یہ ہے کہ قرآن وسنت کی نصوص کی بناء پر نہ یہ قطعی فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ سدِ یاجوج ماجوج ٹوٹ چکی ہے اور راستہ کھل گیا ہے، اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ازروئے قرآن وسنت اس کا قیامت تک قائم رہنا ضروری ہے، احتمال دونوں ہی ہیں، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔ (معارف القرآن جلد پنجم سے بتغییر یسیر)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

حبیب نجار رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے تین ایلچی

یہ واقعہ شہر انطاکیہ کا ہے۔ وہاں کے بادشاہ کا نام انطیخش تھا اس کے باپ اور دادا کا نام بھی یہی تھا یہ سب راجہ پرجابت پرست تھے۔ ان کے پاس اللہ کے تین رسول آئے۔ صادق، صدوق اور شلوم۔ اللہ کے درود وسلام ان پر نازل ہوں۔ لیکن ان بدنصیبوں نے سب کو جھٹلایا۔ ان سب نے کہا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اس نے ہماری معرفت تمہیں حکم بھیجا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ حضرت قتادہ بن دعامہ کا خیال ہے کہ یہ تینوں بزرگ جناب مسیح علیہ السلام کے بھیجے ہوئے تھے، بستی کے ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم ہم جیسے ہی انسان ہو پھر کیا وجہ؟ کہ تمہاری طرف اللہ کی وحی آئے اور ہماری طرف نہ آئے؟ ہاں اگر تم رسول ہوتے تو چاہیے تھا کہ تم فرشتے ہوتے۔ اور حقیقت میں اللہ نے تو کچھ بھی نازل نہیں فرمایا تم یونہی غلط سلط کہہ رہے ہو، پیغمبروں نے جواب دیا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ ہم اس کے سچے رسول ہیں۔ اگر ہم جھوٹے ہوتے تو اللہ پر جھوٹ باندھنے کی سزا ہمیں اللہ تعالیٰ دے دیتا لیکن تم دیکھو گے کہ وہ ہماری مدد کرے گا اور ہمیں عزت عطا فرمائے گا۔ اس وقت تمہیں خود روشن ہو جائے گا کہ کون شخص بہ اعتبار انجام کے اچھا رہا؟

انبیاء ورسل سے کافروں کا رویہ

ان کافروں نے ان رسولوں سے کہا کہ تمہارے آنے سے ہمیں کوئی برکت و

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

خیریت تو ملی نہیں۔ بلکہ اور برائی اور بدی پہنچی۔ تم ہو ہی بدشگون اور تم جہاں جاؤ گے بلائیں برسیں گی۔ سنو اگر تم اپنے اس طریقے سے باز نہ آئے اور یہی کہتے رہے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ اور سخت المناک سزائیں دیں گے، رسولوں نے جواب دیا کہ تم خود بدفطرت ہو۔ تمہارے اعمال ہی برے ہیں۔ اور اسی وجہ سے تم پر مصیبتیں آنے والی ہیں۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

پھر فرماتا ہے کہ صرف اس وجہ سے کہ ہم نے تمہیں نصیحت کی، تمہاری خیر خواہی کی، تمہیں بھلی راہ سمجھائی۔ تمہیں اللہ کی توحید کی طرف رہ نمائی کی تمہیں اخلاص و عبادت کے طریقے سکھائے تم ہمیں منحوس سمجھنے لگے؟ اور ہمیں اس طرح ڈرانے دھمکانے لگے؟ اور خوفزدہ کرنے لگے؟ اور مقابلہ پر اتر آئے؟ حقیقت یہ ہے کہ تم فضول خرچ لوگ ہو۔ حدود الٰہیہ سے تجاوز کر جاتے ہو۔ ہمیں دیکھو کہ ہم تمہاری بھلائی چاہیں۔ تمہیں دیکھو کہ تم ہم سے برائی سمجھو۔ بتاؤ تو بھلا یہ کوئی انصاف کی بات ہے؟ افسوس تم انصاف کے دائرے سے نکل گئے۔

مبلغ حق شہید کر دیا

اس بستی کے لوگ یہاں تک سرکش ہو گئے کہ انہوں نے پوشیدہ طور پر نبیوں کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ ایک مسلمان شخص جو اس بستی کے آخری حصے میں رہتا تھا جس کا نام حبیب تھا اور رسے کا کام کرتا تھا، تھا بھی بیمار، جذام کی بیماری تھی، بہت سخی آدمی تھا۔ جو کماتا تھا اس کا آدھا حصہ راہ اللہ خیرات کر دیا کرتا تھا۔ دل کا نرم اور فطرت کا اچھا تھا۔ لوگوں سے الگ تھلگ ایک غار میں بیٹھ کر اللہ عزوجل کی عبادت کیا کرتا تھا۔ اس نے جب اپنی قوم کے اس بد ارادے کو کسی طرح معلوم کر لیا تو اس سے صبر نہ ہو سکا دوڑتا بھاگتا آیا۔ بعض کہتے ہیں یہ بڑھئی تھے۔ ایک قول ہے کہ یہ دھوبی تھے۔ عمر بن حکمؒ فرماتے ہیں جوتی گانٹھنے والے تھے۔ اللہ ان پر رحم کرے۔ انہوں نے آ کر اپنی قوم کو سمجھانا شروع کیا۔ کہ تم ان رسولوں کی تابعداری کرو۔ ان کا کہا مانو۔ ان کی راہ چلو، دیکھو تو یہ اپنا کوئی فائدہ نہیں کر رہے یہ تم سے تبلیغ رسالت پر کوئی بدلہ نہیں مانگتے۔ اپنی خیر خواہی کی کوئی اجرت تم سے طلب نہیں کر رہے۔ درد دل سے تمہیں اللہ کی توحید کی دعوت دے رہے ہیں اور سیدھے اور سچے راستے کی راہ نمائی کر رہے ہیں۔ خود بھی اسی راہ پر چل رہے ہیں۔ تمہیں ضرور ان کی دعوت پر لبیک کہنا

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

چاہئے اوران کی اطاعت کرنی چاہئے۔لیکن قوم نے ان کی ایک نہ سنی بلکہ انہیں شہید کردیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

راہ حق کا شہید

وہ نیک بخت شخص جو اللہ کے رسولوں کی تکذیب وتردید اور توہین ہوتی دیکھ کر دوڑا ہوا آیا تھا اور جس نے اپنی قوم کو نبیوں کی تابعداری کی رغبت دلائی تھی وہ اب اپنے عمل اور عقیدے کو ان کے سامنے پیش کررہا ہے اورانہیں حقیقت سے آگاہ کرکے ایمان کی دعوت دے رہا ہے، تو کہتا ہے کہ میں تو صرف اپنے خالق مالک اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی ہی عبادت کرتا ہوں۔جبکہ صرف اسی نے مجھے پیدا کیا ہے تو میں اس کی عبادت کیوں نہ کروں؟ پھر یہ نہیں کہ اب ہم اس کی قدرت سے نکل گئے ہیں؟ اس سے اب ہمارا کوئی تعلق نہ رہا ہو؟ نہیں بلکہ سب کے سب لوٹ کر پھر اس کے سامنے جمع ہونے والے ہیں۔اس وقت وہ ہر بھلائی برائی کا بدلہ دے گا۔یہ کیسی شرم کی بات ہے کہ میں اس خالق وقادر کو چھوڑ کر اوروں کو پوجوں جو نہ تو یہ طاقت رکھیں کہ اللہ کی طرف سے آئی کسی مصیبت کو مجھ پر ڈال دیں،نہ یہ کہ ان کے کہنے سننے کی وجہ سے مجھے کوئی برائی پہنچے،اللہ اگر مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو یہ اسے دفع نہیں کرسکتے روک نہیں سکتے نہ مجھے اس سے بچا سکتے ہیں،اگر میں ایسے کمزوروں کی عبادت کرنے لگوں تو مجھ سے بڑھ کر گمراہ اور بہکا ہوا اور کون ہوگا؟ پھر تو نہ صرف مجھے بلکہ دنیا کے ہر بھلے انسان کو میری گمراہی کھل جائے گی۔میری قوم کے لوگو! اپنے جس حقیقی معبود اور پروردگار سے تم منکر ہوئے ہو۔سنو میں تو اس کی ذات پر ایمان رکھتا ہوں اور یہ بھی معنی اس آیت کے ہوسکتے ہیں کہ اس اللہ کے بندے مرد صالح نے اب اپنی قوم سے روگردانی کر کے اللہ کے ان رسولوں سے یہ کہا ہو کہ اللہ کے پیغمبرو! تم میرے ایمان کے گواہ رہنا! میں اس اللہ کی ذات پر ایمان لایا جس نے تمہیں برحق رسول بنا کر بھیجا ہے،پس گویا یہ اپنے ایمان پر اللہ کے رسولوں کو گواہ بنارہا ہے۔

یہ قول بہ نسبت اگلے قول کے بھی زیادہ واضح ہے واللہ اعلم۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ اتنا ہی کہنے پائے تھے جو تمام کفار پل پڑے اور زدوکوب کرنے لگے۔کون تھا جو انہیں بچاتا؟ پتھر مارتے مارتے انہیں اسی وقت فی الفور

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

شہید کر دیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ) یہ اللہ کے بندے یہ سچے ولی اللہ پتھر کھا رہے تھے لیکن زبان سے یہی کہے جا رہے تھے کہ اللہ میری قوم کو ہدایت کر یہ جانتے نہیں۔

ظالموں کے لئے عذاب الٰہی

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کفار نے اس مومن کامل کو بے طرح مارا پیٹا اسے گرا کر اس کے پیٹ پر چڑھ بیٹھے اور پیروں سے اسے روندنے لگے یہاں تک کہ اس کی آنتیں اس کے پیچھے کے راستے سے باہر نکل آئیں، اسی وقت اللہ کی طرف سے اسے جنت کی خوشخبری سنائی گئی، اسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے رنج وغم سے آزاد کر دیا اور امن چین کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا ان کی شہادت سے اللہ خوش ہوا جنت ان کے لئے کھول دی گئی اور داخلہ کی اجازت مل گئی، اپنے ثواب واجر کو عزت واکرام کو دیکھ کر پھر اس کی زبان سے نکل گیا کاش کہ میری قوم یہ جان لیتی کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور میرا بڑا ہی اکرام کیا۔ فی الواقع مومن سب کے خیر خواہ ہوتے ہیں وہ دھوکے باز اور بدخواہ نہیں ہوتے۔ دیکھئے اس اللہ والے شخص نے زندگی میں بھی قوم کی خیر خواہی کی اور بعد مرگ بھی ان کا خیر خواہ رہا۔ یہ بھی مطلب ہے کہ وہ کہتا ہے کاش کہ میری قوم یہ جان لیتی کہ مجھے کس سبب سے میرے رب نے بخشا اور کیوں میری عزت کی تو لامحالہ وہ بھی اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی، اللہ پر ایمان لاتی اور رسولوں کی پیروی کرتی، اللہ ان پر رحمت کرے اور ان سے خوش رہے۔ دیکھو تو قوم کی ہدایت کے کس قدر خواہش مند تھے۔

چونکہ انہوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا اللہ کے ولی کو قتل کیا اس لئے ان پر عذاب اترا اور ہلاک کر دیئے گئے، لیکن انہیں برباد کرنے کے لئے اللہ نے تو کوئی لشکر آسمان سے بھیجا نہ کوئی خاص اہتمام کرنا پڑا نہ کسی بڑے سے بڑے کام کے لئے اس کی ضرورت، اس کا تو صرف حکم کر دینا کافی ہے، نہ انہیں اس کے بعد کوئی تنبیہ کی گئی نہ ان پر فرشتے اتارے گئے، بلکہ بلا مہلت عذاب میں پکڑ لئے گئے اور بغیر اس کے کوئی نام لینے والا پانی دینے والا اول سے آخر تک ایک ایک کر کے سب کے سب فنا کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور ان کے شہر انطاکیہ کے دروازے کی چوکھٹ تھام کر اس زور سے ایک آواز لگائی کہ کلیجے پاش پاش ہو گئے، دل اڑ گئے اور روحیں پرواز کر گئیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

قصۂ اصحابِ کہف کی تفصیلات

دقیانوس بادشاہ کا ظلم وجبر

"اصحابِ کہف بادشاہوں کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار تھے، قوم بُت پرست تھی، ایک روز ان کی قوم اپنے کسی مذہبی میلے کے لئے شہر سے باہر نکلی، جہاں ان کا سالانہ اجتماع ہوتا تھا، وہاں جا کر یہ لوگ اپنے بتوں کی پوجا پاٹ کرتے، اور ان کے لئے جانوروں کی قربانی دیتے تھے، ان کا بادشاہ ایک جبّار ظالم دقیانوس نامی تھا، جو قوم کو اس بت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔

اصحابِ کہف کو اللہ کی طرف سے ہدایت

اس سال جبکہ پوری قوم اس میلے میں جمع ہوئی، تو یہ اصحابِ کہف نوجوان بھی پہنچے، اور وہاں اپنی قوم کی یہ حرکتیں دیکھیں کہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھروں کو خدا سمجھتے، اور ان کی عبادت کرتے اور ان کے لئے قربانی کرتے ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ عقلِ سلیم عطا فرمادی کہ قوم کی اس احمقانہ حرکت سے ان کو نفرت ہوئی، اور عقل سے کام لیا تو ان کی سمجھ میں آگیا کہ یہ عبادت تو صرف اس ذات کی ہونی چاہئے جس نے زمین وآسمان اور ساری مخلوقات پیدا فرمائی ہیں، یہ خیال بیک وقت ان چند نوجوانوں کے دل میں آیا، اور ان میں سے ہر ایک نے قوم کی اس احمقانہ عبادت سے بچنے کے لئے اس جگہ سے ہٹنا شروع کیا، ان میں سب سے پہلے ایک نوجوان مجمع سے دور ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گیا، اس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور وہ بھی اسی درخت کے نیچے بیٹھ گیا، اسی طرح پھر

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

تیسرا اور چوتھا آدمی آتا گیا، اور درخت کے نیچے بیٹھتا رہا، مگر اُن میں کوئی دوسرے کو نہ پہنچانتا تھا اور نہ یہ کہ یہاں کیوں آیا ہے، مگران کو در حقیقت اس قدرت نے یہاں جمع کیا تھا جس نے ان کے دلوں میں ایمان پیدا فرمایا"۔

یہ لوگ ایک جگہ جمع تو ہو گئے، مگر ہر ایک اپنے عقیدہ کو دوسرے سے اس لئے چھپاتا تھا کہ یہ کہیں جا کر بادشاہ کے...... پاس مخبری نہ کردے، اور میں گرفتار ہو جاؤں، کچھ دیر سکوت کے عالم میں جمع رہنے کے بعد ان میں سے ایک شخص بولا کہ بھائی ہم سب کے سب قوم سے علیحدہ ہو کر یہاں پہنچنے کا کوئی سبب تو ضرور ہے، مناسب یہ ہے کہ ہم سب باہم ایک دوسرے کے خیال سے واقف ہو جائیں، اس پر ایک شخص بول اٹھا، کہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنی قوم کو جس دین و مذہب اور جس عبادت میں مبتلا پایا مجھے یقین ہو گیا کہ یہ باطل ہے، عبادت تو صرف اللہ جل شانہٗ کی ہونی چاہئے، جس کا تخلیق کائنات میں کوئی شریک اور ساجھی نہیں، اب تو دوسروں کو بھی موقع مل گیا، اور ان میں سے ہر ایک نے اقرار کیا کہ یہی عقیدہ اور خیال ہے جس نے مجھے قوم سے علیحدہ کر کے یہاں پہنچایا۔

اب یہ ایک متحد الخیال جماعت ایک دوسرے کی رفیق اور دوست ہو گئی، اور انھوں نے الگ اپنی ایک عبادت گاہ بنالی، جس میں جمع ہو کر یہ لوگ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرنے لگے، مگر شدہ شدہ ان کی خبر شہر میں پھیل گئی، اور چغل خوروں نے بادشاہ تک اُن کی خبر پہنچا دی، بادشاہ نے ان سب کو حاضر ہونے کا حکم دیا، یہ لوگ دربار میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے ان کے عقیدے اور طریقے کے متعلق سوال کیا، اللہ نے ان کو ہمت بخشی، انھوں نے بغیر کسی خوف و خطر کے اپنا عقیدۂ توحید بیان کر دیا، اور خود بادشاہ کو بھی اس کی طرف دعوت دی، اسی کا بیان قرآن کریم کی آیات میں اس طرح آیا ہے:

بادشاہ کی طرف سے قتل کی دھمکی

وربطنا علیٰ قلوبھم اذقاموا فقالو ربنا رب السمٰوٰت والارض لن ندعوَ من دونہ الٰھًالقد قلنا اذاً شططا (الیٰ قولہ) کذباo

جب ان لوگوں نے بادشاہ کو بے باک ہو کر دعوت ایمان دی تو بادشاہ نے اس

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

سے انکار کیا اور ان کو ڈرایا دھمکایا، اور ان کے بدن سے وہ عمدہ پوشاک جو اُن شہزادوں کے بدن پر تھی اُتروادی، تاکہ یہ لوگ اپنے معاملہ میں غور کریں، اور غور کرنے کے لئے چند روز کی مہلت یہ کہہ کر دے دی کہ تم نوجوان ہو میں تمھارے قتل میں اس لئے جلدی نہیں کرتا کہ تم کو غور کرنے کا موقع مل جائے اب بھی اگر تم اپنی قوم کے دین و مذہب پر آجاتے ہو تو تم اپنے حال پر رہو گے ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اپنے مؤمن بندوں پر تھا، کہ اس مہلت نے ان لوگوں کے لئے راہِ فرار کھول دی اور یہ لوگ یہاں سے بھاگ کر ایک غار میں روپوش ہو گئے۔

عام روایات مفسرین اس پر متفق ہیں کہ یہ لوگ دین مسیح علیہ السلام پر تھے، ابن کثیر اور دوسرے تمام مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے اگر چہ ابن کثیر نے اس کو قبول اس لئے نہیں کیا کہ اگر یہ لوگ مسیحی دین پر ہوتے تو یہودِ مدینہ ان سے عداوت کی بناء پر ان کے واقعہ کا سوال نہ کراتے اور ان کو اہمیت نہ دیتے مگر یہ کوئی ایسی بنیاد نہیں جس کی وجہ سے تمام روایات کو رد کر دیا جائے، یہودِ مدینہ نے تو محض ایک واقعہ عجیبہ ہونے کی حیثیت سے اس کا سوال کرایا، جیسے ذوالقرنین کا سوال بھی اسی بناء پر ہی اس طرح کے سوالات میں یہودیت اور نصرانیت کا تعصب درمیان میں نہ آنا ہی ظاہر ہے۔

دقیانوس بادشاہ کے بارے میں تحقیقات

تفسیر مظہری میں بروایت ابن اسحٰق ان لوگوں کو ان موحدین میں شمار کیا ہے جو مسیحی دین کے مٹ جانے کے بعد ان کے حق پرست لوگ خال خال رہ گئے تھے، جو صحیح دین مسیح اور توحید پر قائم تھے، ابن اسحٰق کی روایت میں بھی اس ظالم بادشاہ کا نام دقیانوس بتلایا ہے، اور جس شہر میں یہ نوجوان غار میں چھپنے سے پہلے رہتے تھے اس کا نام افسوس بتلایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں بھی واقعہ اسی طرح بیان کیا ہے، اور بادشاہ کا نام دقیانوس بتلایا ہے، ابن اسحٰق کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اصحابِ کہف کے بیدار ہونے کے وقت ملک پر دین مسیح علیہ السلام کے پابند جن لوگوں کا قبضہ ہو گیا تھا ان کے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

بادشاہ کا نام بیدُوسیس تھا۔

مجموعۂ روایات سے یہ بات تو بظنِ غالب ثابت ہو جاتی ہے کہ اصحابِ کہف صحیح دینِ مسیح علیہ السلام پر تھے اور ان کا زمانہ بعد المسیح ہے، اور جس بادشاہ مشرک سے بھاگے تھے اس کا نام دقیانوس تھا، تین سو نو سال کے بعد بیدار ہونے کے وقت جس نیک مؤمن بادشاہ کی حکومت تھی ابن اسحٰق کی روایت میں اس کا نام بیدوسیس بتلایا ہے، اس کے ساتھ موجودہ زمانے کی تاریخوں کو ملا کر دیکھا جائے تو تخمینی اور تقریبی طور پر ان کا زمانہ متعین ہو سکتا ہے، اس سے زیادہ تعین کی نہ ضرورت ہے اور نہ اس کے علم کے اسباب موجود ہیں۔

غار میں روپوشی کی کیفیتیں

حق تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے تین حال بتائے ہیں، اور تینوں عجیب ہیں جو اُن حضرات کی کرامت سے بطور خرقِ عادت ظاہر ہوئے۔

اوّل زمانہ دراز تک مسلسل نیند کا مسلّط ہونا اور اس میں بغیر کسی غذا وغیرہ کے زندہ رہنا سب سے بڑی کرامت اور خرقِ عادت ہے، اس کی تفصیل تو اگلی آیات میں آئے گی، یہاں اس طویل نیند کی حالت میں ان کا ایک حال تو یہ بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو غار کے اندر اس طرح محفوظ رکھا تھا کہ صبح شام دھوپ ان کے قریب سے گزرتی مگر غار کے اندر ان کے جسموں پر نہ پڑتی تھی، قریب سے گزرنے کے فوائد زندگی کے آثار کا قیام، ہوا اور سردی، گرمی کا اعتدال وغیرہ تھے، اور ان کے جسموں پر دھوپ نہ پڑنے سے جسموں کی اور ان کے لباس کی حفاظت بھی تھی۔

دھوپ کے ان کے اوپر نہ پڑنے کی یہ صورت غار کی کسی خاص وضع کی بناء پر بھی ہو سکتی ہے کہ اس کا دروازہ جنوب یا شمال میں ایسی وضع پر ہو کہ دھوپ طبعی اور عادی طور پر اس کے اندر نہ پہنچے، ابن قتیبہؒ نے اس کی وضع خاص متعین کرنے کے لئے یہ تکلف کیا کہ ریاضی کے اصول و قواعد کی رُو سے اس جگہ کا طولِ بلد عرض بلد اور غار کا رخ متعین کیا، (مظہری) اور اس کے بالمقابل زجاج نے کہا کہ دھوپ کا ان سے الگ رہنا کسی وضع اور ہیئت کی بناء پر نہیں بلکہ ان کی کرامت سے بطور خرقِ عادت تھا، اور اس آیت کے آخر میں جو

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

یہ ارشاد ہے ذٰلک من اٰیٰت اللّٰہ، یہ بھی بظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے کہ دھوپ سے حفاظت کا یہ سامان غار کی کسی خاص وضع و ہیئت کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی ایک نشانی تھی۔ (قرطبی)

اور صاف بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسا سامان مہیا فرمادیا تھا کہ دھوپ ان کے جسموں پر نہ پڑے، خواہ یہ سامان غار کی خاص ہیئت اور وضع کے ذریعے ہو، یا کوئی بادل وغیرہ دھوپ کے وقت حائل کردیا جاتا ہو، یا براہِ راست آفتاب کی شعاعوں کو ان سے بطور خرقِ عادت کے ہٹادیا جاتا ہو، آیت میں یہ سب احتمالات ہیں، کسی ایک کو متعین کرنے پر زور دینے کی ضرورت نہیں۔

اصحابِ کہف کی طویل نیند

دوسرا حال یہ بتلایا ہے کہ اصحابِ کہف پر اتنے زمانہ دراز تک نیند مسلّط کردینے کے باوجود ان کے اجسام پر نیند کے آثار نہ تھے، بلکہ ایسی حالت تھی کہ ان کو دیکھنے والا یہ محسوس کرے کہ وہ جاگ رہے ہیں، عام مفسرین نے فرمایا کہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، بدن میں ڈھیلا پن جو نیند سے ہوتا ہے وہ نہیں تھا، سانس میں تغیر جو سونے والوں کے ہوجاتا ہے وہ نہیں تھا۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ حالت بھی غیر معمولی اور ایک قسم کی کرامت ہی تھی، جس میں بظاہر حکمت ان کی حفاظت تھی، کہ کوئی ان کو سوتا ہوا سمجھ کر ان پر حملہ نہ کرے، یا جو سامان اُن کے ساتھ تھا وہ نہ چرا لے، اور مختلف کروٹیں بدلنے سے بھی دیکھنے والے کو بیداری کا خیال ہوسکتا ہے، اور کروٹیں بدلنے میں یہ مصلحت بھی تھی کہ مٹی ایک کروٹ کو نہ کھالے۔

اصحابِ کہف کا کتّا

یہاں ایک سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جس گھر میں کتّا یا تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے، اور صحیح بخاری کی ایک حدیث میں بروایت ابن عمرؓ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شکاری کتّے یا جانوروں کے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

محافظ کُتے کے علاوہ کُتا پالتا ہے تو ہر روز اس کے اجر میں سے دو قیراط گھٹ جاتے ہیں، (قیراط ایک چھوٹے سے وزن کا نام ہے) اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ایک تیسری قسم کے کُتے کا بھی استثناء آیا ہے، یعنی جو کھیتی کی حفاظت کے لئے پالا گیا ہو۔

ان روایاتِ حدیث کی بناء پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان بزرگ اللہ والوں نے کُتا کیوں ساتھ لیا؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ یہ حکم کُتا پالنے کی ممانعت شریعت محمدیہ کا حکم ہے ممکن ہے کہ دینِ مسیح علیہ السلام میں ممنوع نہ ہو، دوسرے یہ بھی قرینِ قیاس ہے کہ یہ لوگ صاحبِ جائداد صاحبِ مویشی تھے اُن کی حفاظت کے لئے کُتا پالا ہو، اور جیسے کُتے کی وفاشعاری مشہور ہے یہ جب شہر سے چلے تو وہ بھی ساتھ لگ گیا۔

نیک صحبت نے کُتے کا بھی اعزاز بڑھا دیا

ابن عطیہؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے بتلایا کہ میں نے ابوالفضل جوہریؒ کا ایک وعظ ۴۶۹ھ ہجری میں جامع مصر کے اندر سنا وہ برسرِ منبر یہ فرما رہے تھے کہ جو شخص نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے ان کی نیکی کا حصہ اس کو بھی ملتا ہے، دیکھو اصحابِ کہف کے کُتے نے ان سے محبت کی اور ساتھ لگ گیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمایا۔

قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں ابن عطیہؒ کی روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ جب کُتا صلحاء اور اولیاء کی صحبت سے یہ مقام پا سکتا ہے تو آپ قیاس کر لیں کہ مؤمنین موحدین جو اولیاء اللہ اور صالحین سے محبت رکھیں ان کا مقام کتنا بلند ہوگا، بلکہ اس واقعہ میں ان مسلمانوں کے لئے تسلی اور بشارت ہے جو اپنے اعمال میں کوتاہ ہیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت پوری رکھتے ہیں۔

صحیح بخاری میں بروایت انسؓ مذکور ہے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد سے نکل رہے تھے، مسجد کے دروازے پر ایک شخص ملا، اور یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا کہ تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے (جو اس کے آنے کی جلدی کر رہے ہو) یہ بات سُن کر یہ شخص دل میں کچھ شرمندہ ہوا اور پھر عرض کیا کہ میں نے قیامت کے لئے بہت نماز، روزے اور صدقات تو جمع نہیں کئے، مگر

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں، آپؐ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو (سُن لو کہ تم (قیامت میں) اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم یہ جملۂ مبارکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر اتنے خوش ہوئے کہ اسلام لانے کے بعد اس سے زیادہ خوشی کبھی نہ ہوئی تھی، اور اس کے بعد حضرت انسؓ نے فرمایا کہ (الحمدللہ) میں اللہ سے، اس کے رسولؐ سے، ابوبکر و عمر سے محبت رکھتا ہوں، اس لئے اس کا امیدوار ہوں کہ ان کے ساتھ ہوں گا۔ (قرطبی)

اصحابِ کہف کا رعب وجلال

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ، ظاہر یہ ہے کہ اس میں خطاب عام لوگوں کو ہے اس لئے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصحابِ کہف کا رعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی چھا سکتا تھا، عام مخاطبین کو فرمایا گیا ہے، اگر تم ان کو جھانک کر دیکھو تو ہیبت کھا کر بھاگ جاؤ اور ان کا رعب وہیبت تم پر طاری ہو جائے۔

یہ رعب وہیبت کس بناء پر اور کن اسباب کی وجہ سے تھا، اس میں بحث فضول ہے، اور اسی لئے قرآن وحدیث نے اس کو بیان نہیں کیا، حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لئے ایسے حالات پیدا فرما دیئے تھے کہ ان کے بدن پر دھوپ نہ پڑے اور دیکھنے والا ان کو بیدار سمجھے اور دیکھنے والے پر اُن کی ہیبت طاری ہو جائے کہ پوری طرح دیکھ نہ سکے، یہ حالات خاص اسبابِ طبیعہ کے راستہ سے ہونا بھی ممکن ہے، اور بطور کرامت خرقِ عادت کے طریق سے بھی جب قرآن وحدیث نے اس کی کوئی خاص وجہ متعین نہیں فرمائی، تو خالی قیاسات اور تخمینوں سے اس میں بحث کرنا بے کار ہے، تفسیر مظہری میں اسی کو ترجیح دی ہے۔

اصحابِ کہف کا حال اہلِ شہر پر کُھل جانا

اصحابِ کہف کے نکلنے کے وقت جو ظالم اور مشرک بادشاہِ دقیانوس اس شہر پر مسلّط تھا وہ مر گیا، اور اس پر صدیاں گزر گئیں، یہاں تک اس مملکت پر قبضہ اہلِ حق کا ہو گیا جو توحید پر یقین رکھتے تھے ان کا بادشاہ ایک نیک صالح آدمی تھا (جس کا نام تفسیر مظہری میں

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

تاریخی روایات سے بیدوسیس لکھا ہے) اس کے زمانے میں اتفاقاً قیامت اور اس میں سب مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے مسئلے میں کچھ اختلافات پھیل گئے، ایک فرقہ اس کا منکر ہوگیا کہ یہ بدن گلنے سڑنے پھر ریزہ ریزہ ہوکر ساری دنیا میں پھیل جانے کے بعد پھر زندہ ہوجائیں گے۔

بادشاہِ وقت بیدوسیس کو اس کی فکر ہوئی کہ کس طرح ان کے شکوک وشبہات دُور کیے جائیں، جب کوئی تدبیر نہ بنی تو اس نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور راکھ کے ڈھیر پر بیٹھ کر اللہ سے دُعاء کی اور الحاح وزاری شروع کی، کہ یا اللہ آپ ہی کوئی ایسی صورت پیدا فرما دیں کہ ان لوگوں کا عقیدہ صحیح ہوجائے اور یہ راہ پر آجائیں۔

اصحابِ کہف کو کھانے کی طلب

اس طرف یہ بادشاہ گریہ وزاری اور دعاء میں مصروف تھا، دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اس کی دعاء کی قبولیت کا یہ سامان کردیا کہ اصحابِ کہف بیدار ہوئے اور انھوں نے اپنے ایک آدمی کو (جس کا نام تملیخا بتلایا جاتا ہے) ان کے بازار میں بھیج دیا وہ کھانا خریدنے کے لئے دُکان پر پہنچا اور تین سو برس پہلے بادشاہ دقیانوس کے زمانے کا سکّہ کھانے کی قیمت میں پیش کیا تو دُکاندار حیران رہ گیا، کہ یہ سکّہ کہاں سے آیا، کس زمانے کا ہے، بازار کے دوسرے دُکان داروں کو دکھلا دیا، سب نے یہ کہا کہ اس شخص کو کہیں پُرانا خزانہ ہاتھ آگیا ہے اس میں سے یہ سکّہ نکال کر لایا ہے، اس نے انکار کیا کہ نہ مجھے کوئی خزانہ ملا، نہ کہیں سے لایا یہ میرا اپنا روپیہ ہے۔

بازار والوں نے اس کو گرفتار کرکے بادشاہ کے سامنے پیش کردیا، یہ بادشاہ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے، ایک نیک صالح اللہ والا تھا، اور اس نے سلطنت کے پُرانے خزانے کے آثارِ قدیمہ میں کہیں وہ تختی بھی دیکھی تھی جس میں اصحابِ کہف کے نام اور ان کے فرار ہوجانے کا واقعہ بھی لکھا ہوا تھا، بعض کے نزدیک خود ظالم بادشاہ دقیانوس نے یہ تختی لکھوائی تھی، کہ یہ اشتہاری مجرم ہیں، ان کے نام اور پتے محفوظ رہیں، جب کہیں ملیں گرفتار کرلئے جائیں، اور بعض روایات میں ہے کہ شاہی دفتر میں بعض ایسے مؤمن بھی تھے جو دل سے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

بُت پرستی کو بُرا سمجھتے اور اصحابِ کہف کو حق پر سمجھتے تھے، مگر ظاہر کرنے کی ہمت نہیں تھی، انھوں نے یہ تختی بطور یادگار کے لکھ لی تھی، اسی تختی کا نام رقیم ہے، جس کی وجہ سے اصحابِ کہف کو اصحابِ رقیم بھی کہا گیا۔

الغرض اس بادشاہ کو اس واقعہ کا کچھ علم تھا، اور اس وقت وہ اس دعاء میں مشغول تھا کہ کسی طرح لوگوں کو اس بات کا یقین آ جائے کہ مُردہ اجسام کو دوبارہ زندہ کر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے کچھ بعید نہیں۔

بادشاہِ وقت ان کے دیدار کو چل دیا

اس لئے تملیخا سے اس کے حالات کی تحقیق کی تو اس کو اطمینان ہو گیا کہ یہ انہی لوگوں میں سے ہے اور اس نے کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ سے دعاء کیا کرتا تھا کہ مجھے ان لوگوں سے ملا دے جو دقیانوس کے زمانے میں اپنا ایمان بچا کر بھاگے تھے؟ بادشاہ اس پر مسرور ہوا اور کہا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے میری دعاء قبول فرمائی، اس میں لوگوں کے لئے شاید کوئی ایسی حجت ہو جس سے ان کو حشرِ اجساد کا یقین آ جائے، یہ کہہ کر اس شخص سے کہا کہ مجھے اس غار پر لے چلو جہاں سے تم آئے ہو۔

بادشاہ بہت سے اہلِ شہر کے مجمع کے ساتھ غار پہنچا، جب غار قریب آیا تو تملیخا نے کہا کہ آپ ذرا ٹھہریں میں جا کر اپنے ساتھیوں کو حقیقتِ معاملہ سے باخبر کر دوں کہ اب بادشاہ مسلمان موحّد ہے اور قوم بھی مسلمان ہے، وہ ملنے کے لئے آئے ہیں، ایسا نہ ہو کہ اطلاع سے پہلے آپ پہنچیں، تو وہ سمجھیں کہ ہمارا دشمن بادشاہ چڑھ آیا ہے، اس کے مطابق تملیخا نے پہلے جا کر ساتھیوں کو تمام حالات سُنائے تو وہ لوگ اس سے بہت خوش ہوئے، بادشاہ کا استقبال تعظیم کے ساتھ کیا، پھر وہ اپنے غار کی طرف لوٹ گئے، اور اکثر روایات میں یہ ہے کہ جس وقت تملیخا نے ساتھیوں کو یہ سارا قصہ سُنایا، اسی وقت سب کی وفات ہو گئی، بادشاہ سے ملاقات نہیں ہو سکی، بحرِ محیط میں ابوحیان نے اس جگہ یہ روایت نقل کی ہے کہ ملاقات کے بعد اہلِ غار نے بادشاہ اور اہلِ شہر سے کہا کہ اب ہم آپ سے رخصت چاہتے ہیں اور غار کے اندر چلے گئے، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان سب کو وفات دے دی،

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

بہر حال اب اہلِ شہر کے سامنے یہ واقعہ عجیبہ قدرت الٰہیہ کا واشگاف ہو کر آ گیا تو سب یقین ہو گیا کہ جس ذات کی قدرت میں یہ داخل ہے کہ تین سو برس تک زندہ انسانوں کو بغیر کسی غذا اور سامانِ زندگی کے زندہ رکھے اور اس طویل عرصہ تک ان کو نیند میں رکھنے کے بعد پھر صحیح سالم، قوی، تندرست اٹھا دے اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ مرنے کے بعد بھی پھر ان اجسام کو زندہ کر دے، اس واقعہ سے ان کے انکار کا سبب دور ہو گیا کہ حشرِ اجساد کو مستبعد اور خارج از قدرت سمجھتے تھے، اب معلوم ہوا کہ مالک الملکوت کی قدرت کو انسانی قدرت پر قیاس کرنا خود جہالت ہے۔

اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا لیعلموآ ان وعداللّٰہ حق وان الساعة لاريب فيها، یعنی ہم نے اصحابِ کہف کو زمانہ دراز تک سُلانے کے بعد جگا کر بٹھا دیا تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ اللہ کا وعدہ یعنی قیامت میں سب مُردوں کے اجسام کو زندہ کرنے کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں۔

اصحابِ کہف کی وفات کے بعد

اصحابِ کہف کی بزرگی اور تقدس کے تو سب ہی قائل ہو چکے تھے، ان کی وفات کے بعد سب کا خیال ہوا کہ غار کے پاس کوئی عمارت بطور یادگار کے بنائی جائے، عمارت کے بارے میں اختلافِ رائے ہوا، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ شہر میں اب بھی کچھ بُت پرست لوگ موجود تھے وہ بھی اصحابِ کہف کی زیارت کو آتے تھے، ان لوگوں نے عمارت بنانے میں یہ رائے دی کہ کوئی رفاہِ عام کی عمارت بنا دی جائے، مگر اربابِ حکومت اور بادشاہ مسلمان تھے، اور انہی کا غلبہ تھا، ان کی رائے یہ ہوئی کہ یہاں مسجد بنا دی جائے جو یادگار بھی رہے اور آئندہ بُت پرستی سے بچانے کا سبب بھی بنے، یہاں اختلافِ رائے کا ذکر کرتے ہوئے درمیان میں قرآن کا یہ جملہ ہے ربهم اعلم بهم، یعنی ان کا رب ان کے حالات کو پوری طرح جانتا ہے۔

تفسیر بحرِ محیط میں اس جملے کے معنی میں دو احتمال ذکر کئے ہیں، ایک یہ کہ یہ قول

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

انہی حاضرین اہلِ شہر کا ہو، کیونکہ ان کی وفات کے بعد جب ان کی یادگار بنانے کی رائے ہوئی تو جیسا عموماً یادگاری تعمیرات میں ان لوگوں کے نام اور خاص حالات کا کتبہ لگایا جاتا ہے جن کی یادگار میں تعمیر کی گئی ہے تو ان کے نسب اور حالات کے بارے میں مختلف گفتگوئیں ہونے لگیں، جب کسی حقیقت پر نہ پہنچے تو خود انھوں نے ہی آخر میں عاجز ہو کر کہہ دیا، ربھم اعلم بھم، اور یہ کہہ کر اصل کام یعنی یادگار بنانے کی طرف متوجہ ہو گئے، جو لوگ غالب تھے ان کی رائے مسجد بنانے کی ہو گئی۔

دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ یہ کلام حق تعالیٰ کی طرف سے ہے، جس میں اس زمانے کے باہم جھگڑا اور اختلاف کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جب تمھیں حقیقت کا علم نہیں، اور اس کے علم کے ذرائع بھی تمھارے پاس نہیں تو کیوں اس بحث میں وقت ضائع کرتے ہو، اور ممکن ہے کہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہود وغیرہ جو اس واقعہ میں اسی طرح کی بے اصل باتیں اور بحثیں کیا کرتے تھے، ان کو تنبیہ مقصود ہو، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

(معارف القرآن مفتی اعظمؒ سے بتغییر یسیر)

واقعہ اور مقام کے متعلق قدیم وجدید تحقیقات

قرآن کریم نے اپنے عام اسلوب کے مطابق اس واقعے کی تاریخی اور جغرافیائی تفصیلات بیان نہیں فرمائیں کہ یہ واقعہ کس دور میں اور کہاں پیش آیا؟ چنانچہ تاریخی روایات کی بنیاد پر مفسرین اور مؤرخین نے اس سلسلے میں مختلف آراء ظاہر کی ہیں۔ زیادہ تر محققین کا یہ رجحان ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عروجِ آسمانی کے کچھ ہی عرصہ بعد، یعنی پہلی سے تیسری صدی عیسوی تک کا ہے۔ اُس وقت اِس علاقے پر نبطی بُت پرست بادشاہ کی حکمرانی تھی، لیکن رفتہ رفتہ دینِ عیسوی جو فلسطین کے علاقے میں ظاہر ہوا تھا اس کے اثرات یہاں تک پہنچ رہے تھے، انہی کی بنا پر یہ نوجوان اس دین کے حلقۂ بگوش ہوئے۔ پھر جس زمانے میں یہ سعید روحیں غار میں محوِ خواب تھیں، اس دور میں رفتہ رفتہ دینِ عیسوی کے پیروکار اس علاقے کو نبطی حکمرانوں سے آزاد کرا کر اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور یہاں کے باشندوں نے بھی دینِ عیسوی قبول کر لیا۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

پھر جب نیند سے بیدار ہونے کے بعد اِن حضرات کو بدلے ہوئے حالات معلوم ہوئے تو اگرچہ انہیں دینِ برحق کی نشر و اشاعت سے خوشی ہوئی، لیکن انہوں نے اپنے لئے یہی پسند کیا کہ دنیا کے ہنگاموں سے الگ اسی غار میں اپنی باقی زندگی گزار دیں، لوگوں نے اصرار بھی کیا کہ وہ اب شہر میں آ جائیں، لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے، اور اپنی باقی زندگی اسی غار میں گزار دی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہِ وقت ان کا حال معلوم کر کے ان کی زیارت کے لئے غار میں پہنچا تو ان کا انتقال ہو چکا تھا، لیکن دوسری روایات انکی وفات کے بارے میں خاموش ہیں۔

مسیحیت کی تحقیقات

مسیحی مصادر میں بھی یہی قصہ معمولی فرق کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اس واقعے کی تفصیلات ۵۲۱ھ میں ساروغ (عراق) کے ایک کاہن نے جس کا نام یعقوب (یا جیمس) تھا، ایک مفصل مقالے میں لکھی تھیں۔ یہ مقالہ سریانی زبان میں تھا۔ پھر اس کے یونانی اور لاطینی ترجمے ہوتے رہے۔ اس کے بیان کے مطابق یہ واقعہ ۲۵۰ء میں ایشیائے کوچک کے شہر آفسس میں پیش آیا تھا، ان نوجوانوں کی تعداد سات تھی، اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا پیغام دنیا کو سنا کر دوبارہ اسی غار میں سو گئے۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مطبوعہ ۱۹۵۰ء ص ۳۸۳ ج ۲۰۔ مقالہ "Seven Sleepers")

چونکہ یعقوب ساروغی نے ان کے بارے میں ''دوبارہ سونے'' کا لفظ استعمال کیا تھا، اس لئے بہت سے لوگوں کا اعتقاد یہ بھی رہا کہ اصحابِ کہف ابھی تک زندہ ہیں، اور قیامت کے قریب دوبارہ اٹھیں گے۔

یہ واقعہ کہاں پیش آیا؟

مسیحی مصادر میں تقریباً جزم کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ ترکی کے شہر آفسس کے قریب پیش آیا تھا۔ (جس کا اسلامی نام طرسوس ہے) اور وہیں پر ایک غار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ اصحابِ کہف کا غار ہے، شاید انہی مسیحی روایات کے زیرِ اثر بہت سے مسلمان مفسرین اور مؤرخین نے بھی اصحابِ کہف کا محلِ وقوع آفسس ہی کو بتایا

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

ہے۔ تاہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت تفسیر ابن جریرؒ میں مروی ہے۔ جس میں حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا ہے کہ اصحابِ کہف کا غار ایلہ (خلیج عقبہ کے قریب (یعنی اردن میں) واقع ہے۔ اس روایت اور متعدد دوسرے قرائن کی بنیاد پر آخر دور کے بہت سے محققین نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ یہ غار اردن میں واقع ہے۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ نے قصص القرآن میں اس موضوع پر بہت مفصل بحث کی ہے، اور متعلقہ تاریخی اور جغرافیائی شواہد کی روشنی میں اسی کو درست قرار دیا ہے کہ یہ غار اردن میں ہے۔ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ارض القرآن میں اردن کے قدیم شہر پٹرا کو رقیم قرار دیا ہے۔ مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہٗ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفسیر معارف القرآن میں مفصل بحث کے بعد اسی طرف رجحان ظاہر فرمایا ہے، کہ یہ غار اردن میں ہے، اور مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی رائے بھی یہی تھی۔

ان تمام حضرات کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اردن کے مشہور تاریخی شہر پٹرا کا اصل نام رقیم تھا، جسے رومی حکومت نے بدل کر پٹرا کر دیا، اور یہ غار اسی کے قریب کہیں واقع تھا۔

تیسیر ظبیان کی تحقیقات

لیکن ۱۹۵۳ء میں اردن کے محقق تیسیر ظبیان صاحب کو کسی طرح پتہ چلا کہ عمان کے قریب ایک پہاڑ پر ایک ایسا غار واقع ہے جس میں کچھ قبریں اور مردہ ڈھانچے موجود ہیں، اور اس غار کے اوپر ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے، چنانچہ وہ اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ اس غار کی تلاش میں روانہ ہوئے، یہ جگہ عام راستے سے ہٹ کر واقع تھی، اس لئے کئی کلومیٹر دشوار گزر راستہ طے کر کے وہ اس غار کے دھانے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے، تیسیر ظبیان صاحب کے الفاظ ہیں:

> ”ہم ایک اندھیرے غار کے سامنے کھڑے تھے جو ایک دور افتادہ جگہ اور ایک چٹیل پہاڑ پر واقع تھا، غار میں اس قدر اندھیرا تھا کہ ہمارا اندر داخل ہونا مشکل ہو گیا، ایک چرواہے نے ہمیں بتایا کہ غار کے اندر کچھ قبریں

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ہیں، اور ان میں بوسیدہ ہڈیاں پڑی ہیں، غار کا دروازہ جنوب کی سمت تھا، اور اس کے دونوں کناروں پر دو ستون تھے جو چٹان کو کھود کر بنائے گئے تھے، میری نظر اچانک ان ستونوں پر بنے ہوئے نقوش پر پڑی تو اس پر بیزنطی نقوش نظر آ رہے تھے، غار کو ہر طرف سے پتھروں کے ڈھیروں اور ملبے نے چھپایا ہوا تھا، اور یہاں سے تقریباً سو میٹر کے فاصلے پر ایک بستی تھی جس کا نام ''رجیب'' تھا۔''

(موقع اصحاب الکہف، مؤلفہ تیسیر ظبیان ص ۳۹، مطبوعہ قاہرہ)

۱۹۶۱ء میں کی جانے والی کھدائی

تیسیر ظبیان صاحب نے اپنی تحقیق جاری رکھی، محکمہ آثارِ قدیمہ کو متوجہ کیا، بالآخر ایک ماہر اثریات رفیق رجائی صاحب نے ماہرانہ تحقیق کے بعد یہ رائے ظاہر کی کہ یہی غار اصحابِ کہف کا غار ہے۔ چنانچہ ۱۹۶۱ء میں اس کی کھدائی کا کام شروع ہوا تو اس رائے کی تائید میں بہت سے قرائن وشواہد ملتے چلے گئے، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اس غار کا دہانہ جنوب کی طرف ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس پر قرآن کریم کی یہ آیت پوری طرح صادق ہے:

''اور تو دیکھے گا سورج کو جب وہ طلوع ہوتا تو ان کے غار سے دائیں جانب جھکتا ہوا گزرتا، اور جب غروب ہوتا تو اُن کے بائیں جانب سے کتراکر گزرتا، اور یہ لوگ اُس غار کے کشادہ حصے میں تھے۔''

اس غار میں صورتِ حال یہی ہے کہ دھوپ کسی وقت اندر نہیں آتی، بلکہ طلوع و غروب کے وقت دائیں بائیں سے گزر جاتی ہے۔ اور غار کے اندر ایک کشادہ خلا بھی ہے جس میں ہوا اور روشنی آرام سے پہنچتی ہے۔

۲۔ قرآنِ کریم نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ بستی کے لوگوں نے اس غار کے اوپر مسجد بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ چنانچہ اس غار کے ٹھیک اوپر کھدائی کرنے اور ملبہ ہٹانے کے بعد ایک مسجد بھی برآمد ہوئی ہے، جو قدیم رومی طرز کے پتھروں سے بنی ہوئی

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

ہے۔ ماہرینِ آثارِ قدیمہ کا کہنا ہے کہ یہ پتھروں سے بنی ہوئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ شروع میں بازنطینی طرز کا ایک معبد تھا، اور عبدالملک بن مروان کے زمانے میں اُسے مسجد بنا دیا گیا۔

دقیانوس کا اصل نام

۳۔ عصرِ حاضر کے بیشتر محققین کا کہنا یہ ہے کہ وہ مشرک بادشاہ جس کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر اصحابِ کہف نے غار میں پناہ لی تھی، ٹراجان تھا جو ۹۸ء سے ۱۱۷ء تک حکمران رہا ہے۔ اور اس کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ بت پرستی سے انکار کرنے والوں پر سخت ظلم ڈھاتا تھا، تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ ٹراجان نے ۱۰۶ء میں شرقِ اردن کا علاقہ فتح کر لیا تھا، اور اسی نے عمان کا وہ اسٹیڈیم تعمیر کیا تھا جس کا ذکر پیچھے آ چکا ہے، اور وہ بادشاہ جس کے عہد میں اصحابِ کہف بیدار ہوئے اس کا نام جدید محققین تھیوڈوسیس بتاتے ہیں جو پانچویں صدی کے آغاز میں گزرا ہے۔

دوسری طرف اس نئے دریافت شدہ غار کے اندر جو سکے پڑے ہوئے ملے ہیں، ان میں سے کچھ ٹراجان کے زمانے کے ہیں۔ (موقع اصحاب الکہف ص ۳۵) جس سے اس خیال کو بہت تقویت ملتی ہے کہ یہی اصحابِ کہف کا غار ہے۔

رقیم کیا چیز ہے؟

۴۔ قرآن کریم نے اصحابِ کہف کو "اصحاب الکہف والرقیم" (غار اور رقیم والے) کہا ہے، رقیم کیا چیز ہے؟ اس کی تشریح میں مختلف آراء بیان کی جاتی ہیں، لیکن بیشتر محققین کا خیال یہ ہے کہ رقیم اُس بستی کا نام تھا جس میں ابتداءً یہ حضرات آباد تھے۔ اب جس جگہ یہ غار واقع ہے وہاں سے کل سو میٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی "رجیب" کہلاتی ہے۔ رفیق الدجانی صاحب کا خیال یہ ہے کہ یہ "رقیم" کی بگڑی ہوئی شکل ہے، کیونکہ یہاں کے بدو اکثر قاف کو جیم اور میم کو باء سے بدل کر بولتے ہیں۔ (موقع اصحاب الکہف ص ۱۱۸) چنانچہ اب حکومت اردن

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

نے اس بستی کا نام سرکاری طور پر "رقیم" ہی کر دیا ہے۔ بعض قدیم علماء جغرافیہ نے بھی رقیم کی بستی کو عمان کے قریب بتایا ہے، چنانچہ معروف جغرافیہ نگار ابوعبداللہ البشاری المقدسی اپنی کتاب "احسن التقاسیم فی معرفة الاقالیم" میں لکھتے ہیں:

"رقیم شرقِ اردن میں عمان کے قریب ایک شہر ہے جہاں ایک غار بھی پایا گیا ہے جس میں کچھ انسانی ڈھانچے بھی ہیں جو زیادہ بوسیدہ نہیں ہوئے"۔

اس کے علاوہ علامہ یاقوت حمویؒ نے بھی رقیم کی تشریح کرتے ہوئے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ:

"دمشق کے مضافات میں جو عربی سرزمین بلقاء کہلاتی ہے، اس میں شہر عمان کے قریب ایک جگہ ہے جس کے بارے میں ان لوگوں کا خیال ہے کہ وہی کہف اور رقیم ہے۔" (معجم البلدان للحمویؒ ص ۶۱، ج ۹)

۵۔ تیسیر ظبیان صاحب نے بعض روایات نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان اسی علاقے کے کسی غار کو اصحابِ کہف کا غار سمجھتے تھے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں بادشاہ روم کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا تو وہ راستے میں شام وحجاز کے راستے پر ایک پہاڑ سے گزرے جس کا نام جبل الرقیم تھا، اس میں ایک غار بھی تھا جس میں کچھ ڈھانچے تھے، اور وہ بوسیدہ بھی نہیں ہوئے تھے۔ نیز تفسیر قرطبی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے کہ وہ اس غار سے گزرے تھے، اور اسے اصحابِ کہف کا غار قرار دیا تھا۔ فتوح الشام میں واقدی نے بھی حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا ایک طویل قصہ لکھا ہے کہ وہ شام کی طرف جہاد کے لئے روانہ ہوئے اور راستہ بھول گئے، بالآخر بھٹکتے بھٹکتے جبل الرقیم کے پاس پہنچے تو اسے دیکھ کر پہچان گئے۔ اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ یہ اصحابِ کہف کا غار ہے، چنانچہ وہاں نماز پڑھ کر عمان شہر میں داخل ہوئے۔

(موقع اصحاب الکہف ص ۴۶، ۴۷، ۱۰۲)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

عمان شہر کے قریب

بہر کیف! اتنے پرانے واقعے کے محل وقوع کے بارے میں حتمی طور پر سو فیصد یقین کے ساتھ کچھ کہنا تو مشکل ہے، لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ اب تک جتنے مقامات کے بارے میں مقامِ اصحاب کہف ہونے کی رائے ظاہر کی گئی ہے، اُن سب میں جتنے زیادہ قرائن وشواہد اِس غار کے حق میں ہیں، کسی اور غار کے حق میں اتنے قرائن موجود نہیں ہیں۔ تیسیر ظبیان صاحب نے اپنی کتاب میں اِفسسؔ کے غار سے اس غار کا موازنہ بھی کیا ہے، اس موازنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

غار کی موجودہ شکل وصورت

یہ غار عمان شہر سے ۷ کلومیٹر جنوب میں واقع ہے، اور اردنؔ کی مرکزی شاہراہ جو عقبہؔ سے عمان تک گئی ہے، اس سے اس کا فاصلہ ۲ کلومیٹر ہے۔ ہم تقریباً نو بجے صبح یہاں پہنچے۔ اب کاروں کے لئے پہاڑ کے اوپر تک جانے کے لئے راستہ بنا دیا گیا ہے۔ کار سے اُتر کر تھوڑا سا اوپر چڑھے تو ایک کشادہ صحن سا ہے جس میں قدیم طرزِ تعمیر کے کچھ ستون وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔ اس صحن کو عبور کر کے غار کا دھانہ ہے۔ دہانہ کے فرش پر ایک خاصی چوڑے پتھر کی بنی ہوئی ایک چوکھٹ سی ہے۔ اس سے غار کے اندر اُترنے کے لئے تقریباً دو سیڑھیاں نیچے جانا پڑتا ہے۔ یہاں آ کر یہ غار تین حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ ایک حصہ دہانے سے سیدھا شمال تک گیا ہے، دوسرا دائیں ہاتھ مشرق کی طرف مُڑ گیا ہے، اور تیسرا بائیں ہاتھ مغرب کی طرف۔ مشرقی اور مغربی حصوں میں آٹھ تابوت نما قبریں بنی ہوئی ہیں۔ مشرقی حصے کی ایک قبر میں ایک چھوٹا سا سوراخ بھی ہے۔ اس سوراخ میں جھانک کر دیکھیں تو ایک انسانی ڈھانچہ صاف نظر آتا ہے۔ اگر اندھیرا ہو تو غار کا مجاور موم بتی جلا کر اندر کا منظر دکھا دیتا ہے۔

لیکن غار کا جو حصہ جنوب سے شمال کی طرف سیدھا گیا ہے، وہ تقریباً سپاٹ ہے، اور اسی کے بارے میں تیسیر ظبیان صاحب کا خیال یہ ہے کہ یہی وہ ''فجوہ'' ہے جس کا ذکر

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

قرآن کریم میں آیا ہے۔ جب ۱۹۶۱ء میں اس غار کی صفائی اور کھدائی کا کام شروع ہوا تو رفیق الدجانی کہتے ہیں کہ غار کی اسی درمیانی جگہ میں ایک جانور کا جبڑا پڑا ہوا ملا، جس میں ایک نوکیلا دانت اور چار داڑھیں محفوظ تھیں۔ تیسیر ظبیان صاحب کا خیال ہے کہ یہ اصحابِ کہف کے کتے کا جبڑا تھا۔ اس کے علاوہ اسی جگہ پر رومی، اسلامی اور عثمانی دور کے بہت سے سکے، ٹھیکری کے برتن، کوڑیوں کے ہالے، پیتل کے کنگن اور انگوٹھیاں بھی پڑی ہوئی ملی تھیں۔ اب یہ ساری چیزیں ایک الماری میں جمع کر کے غار کی شمالی دیوار میں محفوظ کر دی گئی ہیں جو ہم نے بھی دیکھیں۔

غار کے مشرقی حصے میں ایک اوپر کو بلند ہوتی ہوئی چھوٹی سی سُرنگ ہے جو دھواں نکالنے والی چمنی کی شکل میں ہے، یہ سُرنگ غار کی چھت پر جو مسجد بنی ہوئی ہے، اس میں جا کر نکلی ہے۔ لیکن جب یہ غار دریافت ہوا، اُس وقت اس سُرنگ کے بالائی دھانے پر ایک پتھر رکھا ہوا ملا تھا۔ اتفاق سے سلطان صلاح الدین ایوبی کے لشکر کے ایک جرنیل اُسامہ بن منقذ نے اپنی کتاب ''الاعتبار'' میں بھی ذکر کیا ہے کہ میں تیس شہسواروں کے ساتھ اس غار میں گیا، اور وہاں نماز پڑھی، لیکن وہاں ایک تنگ سُرنگ تھی اس میں داخل نہیں ہوا۔ تیسیر ظبیان صاحب کا خیال ہے کہ یہ وہی تنگ سُرنگ ہے۔ (موقع اصحاب الکہف ص ۴۹)

غار کو جب صاف کر کے دیکھا گیا تو اس کی دیواروں پر خطِ کوفی اور خطِ یونانی میں کچھ عبارتیں بھی لکھی ہوئی تھیں، جو اب پڑھی نہیں جاتیں۔

غار سے باہر نکلے تو سامنے کے صحن میں ایک گول دائرہ بنا نظر آیا، مجاور نے بتایا کہ غار کی دریافت کے وقت یہاں ایک زیتون کے درخت کا تنا برآمد ہوا تھا۔ رفیق الدجانی صاحب نے لکھا ہے کہ زیتون کا یہ درخت بدوی دور کا ہے، اور اس کے قریب ایک مسقف قبر بھی تھی، اور جب ہم نے پہلے پہل یہاں کھدائی اور صفائی شروع کی تو آس پاس کے معمر لوگوں نے بتایا کہ زیتون کا یہ درخت بیس سال پہلے تک تروتازہ تھا اور ہم اس کا پھل بھی کھایا کرتے تھے۔

غار کے ٹھیک اوپر ایک قدیم مسجد کی دیواریں ایک محراب سمیت چند فٹ تک اُبھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ جب شروع میں تیسیر ظبیان اور رفیق دجانی صاحب یہاں پہنچے تھے، اُس وقت یہ مسجد نظر نہیں آتی تھی۔ کھدائی اور صفائی کے بعد مسجد برآمد ہوئی۔ یہ مسجد دس

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

میٹر لمبی اور دس میٹر چوڑی ہے اور کھدائی کے دوران اس کے بیچ میں چار گول ستون برآمد ہوئے جو رومی طرز کے ہیں۔ یہاں سے رومی بادشاہ جسٹن کے عہد (۵۱۷ء۔۵۲۷ء) کے کچھ پیتل کے سکے بھی کھدائی کے دوران برآمد ہوئے۔ ڈیڑھ میٹر کے برابر ایک چھوٹا سا کمرہ بھی نکلا جس کی چھت کو شاید اذان کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ اسی کے قریب کچھ مٹی کے لوٹے بھی پائے گئے جو وضو میں استعمال ہوتے ہوں گے۔ یہیں سے ایک کتبہ بھی برآمد ہوا، جس کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ احمد بن طولون کے بیٹے خمارویہ کے زمانے (۸۹۵ء) میں اس مسجد کی مرمت کی گئی تھی۔

تمام نتائج کا خلاصہ

اس تمام مجموعے سے ماہرین نے جو نتائج نکالے ہیں، اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتدا میں یہاں رومیوں نے ایک عبادت گاہ بنائی تھی، عہدِ اسلام میں (غالباً عبدالملک بن مروان کے زمانے میں) اسے مسجد میں تبدیل کر دیا گیا۔ لیکن مسلمانوں نے اس کے طول و عرض میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔

اس وقت اردن کے محکمہ آثارِ قدیمہ اور محکمہ اوقاف نے اس غار کے تحفظ اور اس کی صفائی وغیرہ پر خاص توجہ صرف کی ہے، اس کے قریب ایک نئی مسجد بھی تعمیر کر دی ہے، زائرین کی سہولت کے لیے راستہ آسان بنا دیا ہے، اور غار کے اندر کتبات لگا دیئے ہیں۔

(جہانِ دیدہ، ص ۲۱۷ تا ۲۲۵ ...... از مولانا مفتی محمد تقی عثمانی)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

''اصحاب الاخدود'' کا واقعہ

قرآنی مضمون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ. (البروج : ۱ تا ۱۶)

''قسم ہے آسمان کی جس میں بُرج ہیں اور اُس دن کی جس کا وعدہ ہے (یعنی قیامت کا دن) اور اُس دن کی جو حاضر ہوتا ہے (یعنی جمعہ کا دن) اور اُس دن کی جس میں لوگوں کی حاضری ہوتی ہے یعنی (عرفہ کا دن) ملعون ہو گئے خندق کھودنے والے یعنی بہت سی ایندھن کی آگ والے، جس وقت وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے، اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اُس کو دیکھ رہے تھے، اور ان مسلمانوں سے بدلہ نہیں لیتے تھے مگر صرف اس بات کا کہ وہ یقین لائے اللہ پر جو زبردست ہے تعریفوں کا مستحق ہے جس کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔ بیشک جنھوں نے مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے عذابِ جہنم اور جلا دینے والا عذاب ہے۔''

اللہ پر ایمان لانے کی سزا

یہ کفار کی ایک قوم کا واقعہ ہے کہ انہوں نے مؤمنین کو ان کے ایمان کی وجہ سے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

عذاب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی اور ان کو زبردستی دینِ اسلام سے ہٹانے لگے تو مومنین نے اپنے دین کو چھوڑنے سے انکار کیا اور اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔اس پر ان کفار نے ایک زبردست گڑھا کھودا۔اور بہت سارا ایندھن جمع کر کے آگ لگا دی۔اور پھر مسلمانوں کو اپنے موقف سے ہٹنے کو کہا۔مگر پھر بھی مسلمان اپنے دین پر برقرار رہے۔تو اس کی پاداش میں ان سب کو آگ میں ڈال دیا۔اس کو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّا اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِo

"یہ لوگ ان مسلمانوں کا بدلہ نہیں لے رہے تھے۔سوا اس کے کہ وہ اللہ غالب لائقِ حمد کی ذات پر ایمان لائے تھے"۔

یعنی ان کو صرف اس لئے سزا دی کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے جس کا کوئی سہیم شریک نہیں، وہی محافظ وہی اپنے افعال واقوال میں حمید ہے۔اللہ اپنے ماننے والے بندوں کی مدد اور نہ ماننے والوں کو سزا و عذاب دینے پر قادر ہے مگر اپنی حکمت اور علم کے مطابق ان کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔یہ مومنین جنہیں کافروں نے اس عذاب سے دوچار کیا۔کون لوگ تھے اور سزا دینے والے کون تھے؟ ان کے متعلق مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: وہ فارس کے لوگ تھے۔جب ان کے بادشاہ نے محارم کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دے کر حکم نامہ نافذ کیا تو ان کے علماء نے اس کا سختی سے انکار کیا۔اور اس حکم نامے کو رد کیا تو اس نے زمین میں گڑھا کھدوا کر ان تمام لوگوں کو جو اس بات کا انکار کرتے تھے اس میں ڈال کر جلا دیا۔اور اپنے اس قبیح عقیدے پر برقرار رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے یہ یمن کے لوگ تھے۔مومنین اور مشرکین کا آپس میں سخت قتل وقتال ہوا۔مومنین پر مشرکین غالب آ گئے اور گڑھا کھود کر ان کو اس گڑھے میں ڈال دیا"۔اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ لوگ حبشہ کے رہنے والے تھے۔

جادو سیکھنے والے نوجوان کی کایا پلٹ گئی

حضرت امام احمدؒ حضرت صہیبؓ کے حوالے سے لکھتے ہیں: حضرت صہیب فرماتے ہیں، تمہارے زمانے سے قبل لوگوں کا ایک بادشاہ تھا، جس نے ایک ساحر (جادوگر) پال رکھا تھا۔وہ ساحر جب بوڑھا ہوا تو بادشاہ سے کہا: بادشاہ سلامت! میں بوڑھا

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ہو گیا ہوں اور میرے مرنے کا وقت قریب آچکا ہے۔ آپ ایک بچہ میرے حوالے کیجئے تا کہ میں اپنا سارا علم السحر اُسے سکھا دوں۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک لڑکا جادو سیکھنے کے لیے مختص کیا۔ اور ساحر کے حوالہ کیا کہ اس کو جادو کا علم سکھا دو ساحر اور اس لڑکے کے گھر کے درمیان ایک راہب رہا کرتا تھا۔ وہ لڑکا ساحر کے پاس آتے جاتے وقت کچھ وقت راہب کے پاس بھی گزارتا تھا۔ راہب کی باتوں کو سنتا اور وہ باتیں اسے اچھی لگتیں۔ اس طرح گھر سے نکل کر ساحر کے پاس وقت گزارنے کی وجہ سے ساحر کے پاس پہنچنے میں جب تاخیر ہوتی تو راہب اس کو سزا دیتا اور مارتا پیٹتا۔ اور پوچھ گچھ کرتا کہ کیوں تاخیر کی۔ کس چیز نے تجھے وقت پر آنے سے روکا۔ اور راہب کے پاس واپس گھر کو آتے ہوئے پھر اس کے پاس کچھ دیر کے لیے بیٹھا رہتا۔ گھر تاخیر سے پہنچتا تو گھر والے ڈانٹ ڈپٹ کرتے اور بعض دفعہ مارتے: لڑکے نے راہب کے پاس اپنی حالتِ زار بیان کی۔ تو راہب نے کہا۔ اگر ساحر تاخیر کا سبب پوچھے تو کہہ دینا گھر سے ہی تاخیر سے نکلا تھا۔ اور اگر گھر والے پوچھیں تو بتا دینا کہ ساحر کے ہاں سے چھٹی تاخیر سے ملی۔ اس طرح سلسلہ چلتا رہا۔

نوجوان کی مظلومانہ شہادت کا سبب

ایک دن راستے میں چلتے وقت کیا دیکھتا ہے کہ ایک خوفناک عظیم الجثہ جانور سرِ راہ بیٹھا ہے۔ کسی کو گزرنے نہیں دیتا۔ اور کوئی اس کے قریب نہیں پہنچ سکتا تو لڑکے نے سوچا کہ آج راہب اور ساحر کے معاملوں کو جانچنے اور پرکھنے کا دن ہے کہ ساحر کا عمل اللہ کو پسند ہے یا راہب کا؟

چنانچہ اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لیا اور کہا یا اللہ! اگر راہب کا عمل آپ کو زیادہ پسند اور محبوب ہے تو اس پتھر سے اس جانور کو مار دے۔ تا کہ لوگ یہاں سے گزر سکیں۔ یہ کہہ کر اس کی طرف پتھر پھینک دیا۔ پتھر لگتے ہی جانور مر گیا۔ لوگ با آسانی وہاں سے گزر گئے۔ وہ بھی وہاں سے گزر کر راہب کے پاس آکر سارے واقع کی خبر دی۔ تو راہب نے کہا ارے میرے عزیز! آپ تو مجھ سے بھی دو قدم آگے نکل گئے۔ اور مجھ پر فضیلت حاصل کی۔ آپ آزمائش میں مبتلا ہوں گے، اگر میں کسی آزمائش کا شکار ہو گیا تو میرے متعلق کسی کو ہرگز

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

نہ بتایئے گا۔

بچے میں کمال آ گیا۔ مادرزاد نابینوں، برص کی مہلک بیماری میں مبتلا مریضوں کو ٹھیک کرتا۔ غرض تمام بیماریوں کا علاج کرتا اور وہ فوراً ٹھیک ہو جاتے۔ اسی اثناء میں بادشاہ کا ایک ہم نشین نابینا ہو گیا۔ اور اس لڑکے کے متعلق سن کر اس کے پاس بہت سارے ہدایا لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے بھی اس بیماری سے شفاء دیجئے۔ تو لڑکے نے کہا میں شفاء نہیں دے سکتا۔ شفاء تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں اس کو ظاہر کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ گے تو میں اللہ تعالیٰ کے حضور دستِ دعا دراز کروں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دیں گے۔ اس نے ہاں میں جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔ بچے نے دعا کی بینائی اس کی لوٹ آئی۔ وہ بالکل صحت یاب ہو کر حسب معمول بادشاہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس کا نام لے کر کہا: اے فلاں تیری بینائی کیسے لوٹ آئی، تو اس شخص نے کہا: میرے رب نے شفاء دی۔ بادشاہ نے کہا: میں؟ اس نے کہا: تو نہیں۔ بلکہ میرا اور تمہارا پروردگار اللہ ہے۔ بادشاہ نے کہا: کیا میرے علاوہ بھی تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا: ہاں ہے۔ اس پر بادشاہ مسلسل اس کو تنگ کرنے لگا۔ آخر کار اس نے اس بچے کے متعلق بتا دیا۔

نوجوان، ظالم بادشاہ کے دربار میں

بادشاہ نے لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا: ارے لڑکے! تو اپنے جادو سے برص اور مادرزاد نابینا اور دوسرے امراض کو ٹھیک کرتے ہو؟ لڑکے نے کہا: میں کسی کو بھی ٹھیک نہیں کر سکتا۔ ٹھیک کرنے والا اور شفاء دینے والا صرف اور صرف ایک اللہ ہی ہے۔

بادشاہ نے کہا، میں؟ لڑکے نے جواب دیا: نہیں۔ بادشاہ: کیا میرے علاوہ بھی تیرا کوئی رب ہے؟ لڑکا! میرا اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ تو اس کو بھی سزا دینے لگا اور مسلسل تکلیف میں مبتلا کئے رکھا۔ آخر کار اس نے راہب کے متعلق بتا دیا۔ تو راہب کو اپنے سامنے حاضر کر کے کہا! اپنے دین سے رجوع کرو۔ راہب نے اپنا مذہب چھوڑنے سے انکار کیا۔ تو بادشاہ نے اس کے سر پر آری چلا دی اور اس کو دو ٹکڑے کر ڈالا۔ پھر اپنے ہمنشین (جو

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

مسلمان ہو گیا تھا) سے کہا: اپنے دین کو چھوڑ کر سابقہ دین اختیار کرو۔ اس نے بھی انکار کیا۔ اس کو بھی آرے سے چیر کر دو حصے کر کے زمین پر ڈال دیا۔

نوجوان کی شہادت کا واقعہ

اس کے بعد لڑکے سے کہا: اپنے دین کو ترک کرو۔ اس نے انکار کیا تو اس نے اپنے کارندوں کو بلا کر کہا: اس لڑکے کو فلاں پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ اگر وہاں جا کر اپنے عقیدے سے توبہ کر لی اور باز آیا تو ٹھیک ہے ورنہ پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا دو۔ تو بادشاہ کے لوگ اسے لے کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے، لڑکے نے دربارِ الٰہی میں دعا کی کہ یا اللہ آپ ہی ان لوگوں سے نمٹ لیجئے۔ یہ کہنا تھا پہاڑ ہلنے لگا اور سارے لوگ لڑھک کر مر گئے۔ اور لڑکا صحیح سلامت واپس آیا۔ اور بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے کہا: تمہارے ساتھی کہاں گئے؟ لڑکے نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان سے نمٹ لیا۔ پھر بادشاہ نے اس کو ایک صندوق یا کسی بڑے برتن میں ڈال کر اپنے کارندوں کو کہا: اسے دریا کے پاس لے جاؤ اور اگر وہاں پہنچ کر اپنے دین سے توبہ کر لی تو ٹھیک ہے اسے چھوڑ دو ورنہ اس کو دریا برد کر دینا۔ چنانچہ لڑکے کو لے کر دریا کے پاس آ گئے۔ اور لڑکے نے کہا: الٰہی آپ جیسے چاہیں ان کا کام تمام کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو غرق کر دیا۔ اور لڑکا پھر بچ گیا اور بادشاہ کے دربار میں پھر حاضری دی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تیرے ساتھی کہاں ہیں؟ کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے ان کا کام تمام کر دیا۔ پھر اس نے بادشاہ سے کہا: تم ہرگز مجھے قتل نہیں کر سکتے ہاں البتہ ایک جو طریقہ میں بتا دوں اس کے مطابق اگر تم عمل کرو گے تو مجھے قتل کر سکو گے۔ بادشاہ نے کہا: بتاؤ وہ کیا طریقہ ہے؟ تو لڑکے نے کہا: تم سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو اور مجھے کھجور کے ایک تنے پر چڑھا دو۔ اور میرے ہی ترکش سے ایک تیر اٹھا کر بِسْمِ اللّٰہِ وَرَبِّ الْغُلَامِ کہہ کر تیر چلاؤ تو میں مر سکتا ہوں۔ چنانچہ اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ایسی ہی کیا گیا۔ جب بِسْمِ اللّٰہِ وَرَبِّ الْغُلَامِ کہہ کر تیر چلایا گیا تو تیر اس کی کنپٹی پر لگا اور بچہ اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ یہ منظر دیکھ کر وہاں موجود تمام لوگ لَبَّیْکَ کہنے لگے۔ "آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ" ہم اس لڑکے کے پروردگار پر ایمان لائے۔ بادشاہ سے کہا گیا: دیکھ لیا؟ جس چیز کا خطرہ تھا سو وہ ہو کر رہ گیا (بچے کو مارنے کا

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ الٹا نقصانِ عظیم ہوا۔) تمام کے تمام لوگ اس بادشاہ کی مصنوعی خدائی کا برملا انکار کر کے خالقِ حقیقی کی ذاتِ اقدس پر ایمان لائے۔

اللہ پر ایمان لانے والوں کی استقامت

بادشاہ نے طیش میں آکر سرِ گلی گڑھے کھدوا کر اس میں زوردار آگ لگانے کا حکم دیا، اس پر عمل کیا گیا۔ جب آگ بھڑک اٹھی تو اس نے کہا: ان میں سے جو بھی اپنے نئے دین کو ترک کر دے اسے کچھ نہ کہنا اور جو اپنے دین کو چھوڑنے پر تیار نہ ہو اس کو آگ میں ڈال دو۔ چنانچہ اس پر عمل شروع ہوا۔ ایک عورت کو لایا گیا جس کی گود میں اس کا دودھ پیتا بچہ بھی تھا۔ بچہ نے اپنی والدہ کو خطاب کر کے کہا: امی جان! صبر سے کام لو آپ ہی حق پر ہیں۔

بیس ہزار مظلوم مسلمان جامِ شہادت نوش کر گئے

اسلامی مؤرخ محمد بن اسحٰق نے لکھا ہے کہ اس طرح ظالم بادشاہ کے حکم پر بیس ہزار سے زائد مظلوم انسانوں کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا، یہ واقعہ یمن کے شہر نجران میں پیش آیا۔ اس لڑکے کا نام عبداللہ بن تامر تھا اور اس کافر بادشاہ کا نام ذونواس اور اصلی نام زُرعہ تھا۔ مگر تخت نشین ہونے کے بعد یوسف ذونواس کے نام سے مشہور ہوا، اس کے باپ کا نام تبان اسعد اور ابو کرب کنیت تھی۔ یمن کے ان بادشاہوں کا لقب ''تبع'' ہوا کرتا تھا۔ اس لئے کتب تاریخ میں یہ خاندان تبابعہ یمن کہلاتا ہے۔ ان میں ابو کریب وہ پہلا تبع ہے جس نے بت پرستی چھوڑ کر یہودیت کو قبول کر لیا تھا۔ اسی نے مدینہ منورہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا تھا مگر بنی قریظہ کے دو یہودی عالم کی تلقین پر سچے دینِ موسوی کو قبول کر لیا، اور مدینہ سے واپس چلا آیا اور پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا اور اُن دونوں یہودی علماء کو اپنے ساتھ یمن سے لایا اُنھوں نے یمن میں دینِ موسوی کی تبلیغ کی اور آہستہ آہستہ اہلِ یمن اسلام کو قبول کرتے چلے گئے۔

بادشاہ اور اس کی قوم کا عبرتناک انجام

بادشاہ ذونواس نے جس دن نجران میں بیس ہزار حق پرستوں کو شہید کر دیا اِن میں

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ایک ذوس نامی شخص کسی طرح جان بچا کر نکل بھاگا تھا اور ملک شام میں مقیم قیصرِ روم کے دربار پہنچ کر نجران کے اس ہوش رُبا واقعہ کو بیان کیا۔قیصرِ روم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو لکھا کہ وہ یمن فوراً حملہ کر کے ذونواس کے اس ظلم کا انتقام لے۔نجاشی نے یمن پر حملہ کیا اور ذُونواس کو شکست دے کر سارے یمن پر قبضہ کر لیا۔ذُونواس دریا کے راستے فرار ہونے کی کوشش میں غرق ہو گیا۔

حضرت ربیع ابن انس رضی اللہ عنہ کی روایت

محدّث ابن ابی حاتمؒ نے حضرتِ انسؓ کے صاحبزادے حضرتِ ربیعؒ سے ایک حدیث نقل کی ہے۔حضرتِ ربیعؒ فرماتے ہیں کہ اصحابِ اُخدود کے بارے میں ہم نے یہ سنا ہے کہ یہ واقعہ (زمانہ فترت) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرتِ عیسیٰ علیہ السّلام کے درمیانی زمانہ میں پیش آیا تھا۔اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی ایک جماعت نے جب یہ دیکھا کہ زمانہ بہت ہی خراب ہو چلا ہے فتنوں اور معصیت کا دور دورہ ہے اور دینِ حق گروہ بندیوں کا شکار ہو گیا ہے۔ہر شخص ذاتی رائے کا تابع ہو گیا ہے تو آپس میں مشورہ کیا کہ عام آبادی سے بہت دور ایک چھوٹی سی بستی آباد کر لی جائے اور اس میں سچی عیسائیت کے مطابق زندگی گزار دی جائے چنانچہ اِن لوگوں نے ایسے ہی کیا اور شہر سے دور ایک ویرانے میں اپنا قیام کر لیا۔لیکن ان کا یہ معاملہ پوشیدہ نہ رہ سکا۔شدہ شدہ اُس زمانے کے بت پرست بادشاہ تک ان کا حال پہنچ گیا۔اُس بادشاہ نے ان کی بستی کا محاصرہ کر لیا اور اِن کو توحیدِ الٰہی کے خلاف بت پرستی پر مجبور کرنے لگا لیکن ان حق پرستوں پر اسکی سختیوں کا مطلق اثر نہ ہوا اور انھوں نے شرک و بت پرستی سے صاف انکار کر دیا۔تب بادشاہ نے غضبناک ہو کر خندقیں کھدوائیں اور ان میں آگ دہکانے کا حکم دیا پھر جو شخص بت پرستی سے انکار کرتا جاتا اس کو آگ میں جھونک دیا جاتا تھا۔یہ حق پرست لوگ بے خوف آگ میں کود پڑتے تھے اور اپنے بچوں کو تسلّی دیتے جاتے تھے کہ آج کا دن خوف کا دن نہیں ہے یہ آگ ہمارے لئے جہنم کی آگ سے محفوظ رہنے کا پیشِ خیمہ ہے۔چنانچہ تمام حق پرستوں نے توحید پر قربان ہو جانا پسند کیا۔مگر شرک و بت پرستی پر راضی نہ ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی اپنا

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

یہ فضل فرمایا کہ جب وہ آگ میں ڈالے جاتے تو آگ میں پہنچنے اور اس کی تکلیف سہنے سے قبل ہی اُن کی روح قبض کر لی جاتی تھی۔ علاوہ ازیں خندق کی آگ اس درجہ بھڑک رہی تھی کہ اتنے انسانوں کے اس میں گرے جانے کے باوجود سرد نہ پڑی بلکہ بے قابو ہو کر کچھ اس طرح پھیل پڑی کہ بت پرست ظالم بادشاہ اور اُس کے تمام لشکری سب کے سب اس کے اندر گر گئے اور جل بھن کر وہیں سیاہ خاک ہو گئے۔ قرآنِ کریم کی آیت:

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ. (البروج: ۴، ۵)

اسی واقعہ کا تذکرہ کر رہی ہے۔ (تفسیر ابنِ کثیر)

حضرت علی ﷺ کی روایت

حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ یہ واقعہ ملکِ فارس میں پیش آیا جب کہ فارس کے بادشاہ نے دینِ حق چھوڑ کر بت پرستی اختیار کر لی اور (غالباً تاریخِ عالم میں پہلی دفعہ) اپنے اہلِ محرم (ماں، بہن، بیٹی وغیرہ) سے نکاح کرنا جائز قرار دے دیا تو اُن کے بعض علماءِ حق نے بادشاہ کو اس بے حیائی سے منع کیا۔ بادشاہ نے حق کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے بجائے غضبناک ہو کر یہ حکم دیا کہ خندقیں کھدوائی جائیں اور جو شخص بھی ایسے نکاح کو باطل کہے آگ میں جھونک دیا جائے۔ چنانچہ اہلِ حق کی ایک بڑی جماعت نذرِ آتش کر دی گئی۔ غالباً اسی وجہ سے پارسیوں میں آج تک بھی نکاحِ محرم کو جائز سمجھا جاتا رہا ہے۔

اخدود کے تین واقعات

امام تفسیر مقاتلؒ فرماتے ہیں کہ اُخدود کے تین واقعے ہیں۔ ایک یمن کے شہر نجران میں پیش آیا (جسکی تفصیل آ چکی ہے)

دوسرا شام کے علاقہ فلسطین میں اور تیسرا ملکِ فارس میں پیش آیا۔ ان واقعات میں مظلوم و بے گناہ انسانوں کو دہکتی آگ میں ڈالا گیا۔ ملکِ شام کا واقعہ انطنا توس رومی کے ہاتھوں پیش آیا۔ اور ملکِ فارس کا بخت نصر کے ہاتھوں اور نجران کا واقعہ یوسف ذونواس کے ہاتھوں پیش آیا، لیکن ملکِ فارس اور شام کے واقعات کا ذکر قرآنِ حکیم میں نہیں ہے البتہ نجران کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ سورۂ بروج)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

خانہ کعبہ پر حملہ کرنے والے

''اصحابُ الفیل'' کا واقعہ

ذونواس بادشاہ کے مظالم

امام الحدیث والتاریخ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اصحاب الفیل کا واقعہ اس طرح نقل کیا ہے:

''ملک یمن پر خاندان حمیر کا قبضہ تھا۔ یہ لوگ مذہبا مشرک تھے ان کا آخری بادشاہ یوسف ذونواس تھا جس نے یمن کے اہل حق نصاریٰ پر شدید مظالم کیے تھے اور توحید پرست عیسائیوں کو خندقوں میں زندہ جلا دیا تھا۔ اصحاب الاخدود کا مشہور واقعہ اسی بادشاہ سے منسوب ہے۔ جس کا تذکرہ قرآنِ حکیم کی سورۃ البروج میں آچکا ہے۔

خندق کے عذاب سے بچ کر کسی طرح دو آدمی نکل بھاگے تھے اور انھوں نے ملک شام کے بادشاہ سے فریادرسی کی کہ یوسف ذونواس نے اہل ایمان پر ایسا ایسا ظلم کیا ہے۔ شام کے بادشاہ نے اپنے حلیف بادشاہ حبشہ کو خط لکھا تھا کہ وہ اس کا انتقام لے اور ساتھ ہی ایک بہت بڑے لشکر کو دو کمانڈر ارياط اور ابرہہ کی قیادت میں یمن کے اس ظالم بادشاہ کے مقابلہ پر روانہ کردیا۔

یہ عظیم الشان لشکر یمن پر ٹوٹ پڑا اور پورے یمن کو حمیر خاندان کے اثر سے آزاد کرالیا۔ ملک حمیر ذونواس بھاگ نکلا اور ایک دریا پار کرتے ہوئے غرق ہوگیا۔ اس طرح ارياط اور ابرہہ کے ذریعہ یمن پر حبشہ کے بادشاہ کا قبضہ ہوگیا جو خود نصرانی المذہب تھا۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

کعبہ کے مقابلے میں کنیسہ کی تعمیر

یہ واقعہ ۵۲۵ء میں پیش آیا تھا جس نے حمیری خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ان دونوں کمانڈروں میں نزاع پیدا ہو گئی اور باہمی جنگ میں اریاط مارا گیا اور ابرہہ غالب آ گیا اور پھر وہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی جانب سے ملک یمن کا حاکم (گورنر) مقرر ہو گیا۔

ابرہہ ذاتی طور پر کٹر عیسائی تھا اس کے عزائم میں یہ بات بھی شامل تھی کہ سارے عرب کو عیسائیت میں تبدیل کر دیا جائے اسی طرح کہ ملّہ مکرمہ کی عالمی مرکزی حیثیت بھی ختم ہو جائے۔ مذہبی جنون میں اس نے یمن کے شہر صنعاء میں ایک ایسا شاندار کنیسہ (گرجا گھر) بنایا جس کی نظیر اس وقت دنیا بھر میں نہ تھی، مؤرخ سہیلیؒ لکھتے ہیں کہ ابرہہ نے اس کی تعمیر پر یمن کی بے اندازہ دولت اور بیش بہا زر وجواہر صرف کیے۔ یہ قیمتی پتھروں کی بہت ہی خوبصورت طویل وعریض عمارت تھی۔

عجیب وغریب زرکار نقوش سے منقش، جواہر ریزوں سے مزیّن، ہاتھی دانت کی نفیس جالیاں، سونے چاندی کے اوراق سے در و دیوار کو سجایا گیا تھا۔ اس سے ابرہہ کا یہ مقصد تھا کہ یمن کے عرب لوگ جو ہر سال حج کرنے ملّہ مکرمہ جاتے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس کنیسہ کی شان وشوکت سے مرعوب ہو کر کعبۃ اللہ کے بجائے اس کا طواف اور حج کریں، کچھ عرصہ بعد اُس نے پوری مملکت میں اعلان کروا دیا کہ اب یمن سے کوئی شخص بھی حج کرنے کے لئے ملّہ مکرمہ نہ جائے گا۔

ایسا شخص اسی کنیسہ میں آئے اور اس کا طواف کرے۔ عرب میں اگرچہ بُت پرستی غالب آ گئی تھی مگر دین ابراہیمی اور کعبۃ اللہ کی عظمت ومحبت اُن کے دلوں پیوست تھی۔ اس نے عدنان، قحطان اور قریش کے قبائل میں اس اعلان سے سخت غم وغصہ کی لہر پیدا ہو گئی۔ اگرچہ اس وقت خانہ کعبہ کے اندر تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ لوگ اس کو اللہ تعالیٰ کا مقدس گھر اور عبادت کا مرکز خیال کرتے تھے۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کنیسہ میں گندگی پھیلادی گئی

مؤرخ محمد بن اسحٰق کا بیان ہے کہ ابرہہ کے اُس اعلان پر غضبناک ہو کر ایک عرب تاجر نے کسی نہ کسی طرح کلیسہ میں گھس کر رفع حاجت کر ڈالی۔

ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ فعل ایک قریشی نے کیا تھا۔ مقاتل بن سلیمان کی روایت ہے کہ قریش کے بعض نوجوانوں نے جا کر اُس گرجا گھر میں آگ لگا دی تھی۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی واقعہ پیش آیا ہو تو کوئی تعجب خیز نہیں کیونکہ ابرہہ کا یہ اعلان یقیناً سخت اشتعال انگیز اور مفسدانہ تھا اور قدیم جاہلیت کے دور میں اس پر کسی عرب یا قریشی یا چند نوجوانوں کا مشتعل ہو کر کلیسہ کو گندا کر دینا یا اس میں آگ لگا دینا نا قابل فہم بات نہیں ہے۔

لیکن بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ عرب کے چند مسافروں نے کلیسہ کے قریب اپنی ضرورت کے لئے آگ جلائی تھی جہاں اُن کا قیام تھا اتفاقاً ہواؤں کی لہر سے آگ کلیسہ میں جا گری اور کلیسہ جل گیا۔

ابرہہ کو جب اس کی اطلاع ملی کہ خانہ کعبہ کے معتقدین نے یہ حرکت کی ہے تو غیظ وغضب میں عہد کیا کہ اُس وقت تک چین نہ لوں گا جب تک خانہ کعبہ کو ڈھانہ دوں۔

کعبہ پر حملے کا پروگرام

اس کے بعد اُس نے ۵۷۰ء یا ۵۷۱ء میں اپنے بادشاہ نجاشی سے اجازت طلب کی کہ وہ انہدام کعبہ کی مہم کے لئے حجاز جانا چاہتا ہے۔ نجاشی نے اس کو اجازت دے دی اور خصوصی تعاون کے طور پر اپنی فوج کا سب سے طاقتور بلند و بالا ہاتھی جس کا نام محمود تھا، ابرہہ کی مدد کے لئے روانہ کر دیا اور اس ہاتھی کے تعاون کے لئے مزید سات آٹھ ہاتھی اور دیئے۔ ابرہہ ساٹھ ہزار فوج لے کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔

عرب میں جب اس حملے کی خبر پھیلی تو سارا عرب مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ یمن کے عربوں میں ایک شخص ذونفر نامی تھا اُس نے عربوں کی قیادت اختیار کی اور بہت سے عرب قبائل اس کے گرد جمع ہو کر ابرہہ کے خلاف جنگ کئے لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ ابرہہ نے ان کو شکست دے دی اور ذونفر کو قید کر لیا اور آگے روانہ ہو گیا۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

پھر قبیلہ خثعم کے مقام پر پہنچا تو اس قبیلے کا سردار نفیل بن حبیب خثعمی اپنے قبیلے کو لے کر ابرہہ کے مقابلہ کے لئے آیا مگر ابرہہ کے لشکر نے اس کو بھی شکست دے دی اور نفیل بن حبیب کو گرفتار کرلیا اور اس کے قتل کا ارادہ کیا مگر یہ سمجھ کر زندہ رکھا کہ اُس سے مکّہ کے اہم راستوں کا پتہ معلوم کرلیا جائے گا۔

طائف والوں نے ابرہہ کی رہنمائی کی

پھر جب یہ لشکر طائف کے قریب پہنچا تو طائف کے باشندے پچھلے قبائل کی جنگ اور ابرہہ کی فتح کے واقعات سن چکے تھے۔ انھوں نے اپنی خیر منانے کا فیصلہ کیا اور ابرہہ سے گزارش کی کہ وہ ان کے مشہور معبود "لات" کا مندر تباہ نہ کرے۔

چنانچہ ان کا سردار مسعود ثقفی ایک وفد کو لے کر ابرہہ سے ملا اور کہا کہ ہمارا بُت کدہ وہ معبد نہیں ہے جس کو آپ ڈھانے آئے ہیں وہ تو مکّہ مکرمہ میں ہے اس لئے آپ ہمارے معبد کو چھوڑ دیں ہم مکّہ مکرمہ کا راستہ بتانے کے لئے آپ کو ایک آدمی فراہم کردیتے ہیں جو قریب کے راستہ سے مکّہ تک رہنمائی کرے گا۔ ابرہہ نے یہ بات قبول کرلی اور بنو ثقیف نے اَبورِغال نامی شخص کو ان کے ساتھ کردیا۔

جب مکّہ مکرمہ تین کوس کے فاصلہ پر رہ گیا تو اَلمغمس نامی مقام پر پہنچ کر ابورغال فوت ہوگیا (اہلِ عرب زمانہ جاہلیت میں مدتوں اس کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے ہیں اور بنو ثقیف کو بھی وہ عرصہ دراز تک طعنہ دیتے رہے ہیں کہ انھوں نے لات کے مندر کو بچانے کے لئے بیت اللہ پر حملہ کرنے والوں کا تعاون کیا تھا)

جناب عبدالمطلب کے اونٹوں کا معاملہ

محمد بن اسحٰق کی روایت ہے کہ اَلمغمس سے ابرہہ نے اپنے مقدمۃ الجیش کو آگے بڑھایا جہاں قریش مکہ کے اونٹ چر رہے تھے۔ ابرہہ کے اس لشکر نے ان پر چھاپہ مارا اور سب اونٹ ہانک لے گئے۔ ان میں حضرت عبدالمطلب کے بھی دو سو اونٹ شامل تھے۔

اس کے بعد ابرہہ نے اپنے ایک سفیر حناطہ حمیری کو شہر مکّہ روانہ کیا اور اس کے ذریعہ اہلِ مکّہ کو یہ پیغام دیا کہ میں تم سے لڑنے نہیں آیا ہوں بلکہ اس گھر (کعبہ) کو ڈھانے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

آیا ہوں اگر تم لوگ جنگ نہ کرو تو میں تمہاری جان و مال سے کوئی تعرض نہ کروں گا نیز اس سفیر کو یہ بھی ہدایت دی کہ اہلِ مکہ اگر بات کرنا چاہیں تو اُن کے سردار کو میرے پاس لے آنا، اُس وقت مکہ مکرمہ کے سب سے بڑے سردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب تھے۔ سفیر نے اُن سے مل کر ابرہہ کا پیغام پہنچایا۔

عبدالمطلب نے کہا کہ ہم میں ابرہہ سے لڑنے کی قطعاً طاقت نہیں ہے یہ اللہ کا گھر ہے اور اس کے خلیل کا بنایا ہوا وہ چاہے گا تو اپنے گھر کی حفاظت خود کرلے گا۔ سفیر نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ابرہہ کے پاس چلیں اور اُس سے بات کریں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے۔

جناب عبدالمطلب کی وجاہت

حضرت عبدالمطلب اس قدر وجیہ اور پروقار آدمی تھے کہ ابرہہ ان کو دیکھ کر متاثر ہو گیا اور اپنی جگہ سے اُتر کر اُن کو اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ میرے جو اونٹ پکڑ لیے گئے ہیں وہ مجھے واپس دے دیے جائیں! ابرہہ نے کہا کہ آپ کو دیکھ کر تو میں بہت متاثر ہوا تھا مگر آپ کی بات نے آپ کو میری نظر سے گرا دیا کہ آپ اپنے اونٹوں کا مطالبہ کر رہے ہیں اور یہ گھر (کعبہ) جو آپ کے دین آبائی کا قبلہ ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے؟ خواجہ عبدالمطلب نے کہا میں تو صرف اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور انہی کے بارے میں آپ سے درخواست کرنے آیا ہوں۔ رہا یہ گھر (کعبہ) تو اس کا ایک رب ہے وہ خود اس کی حفاظت کرلے گا۔ ابرہہ کو خواجہ عبدالمطلب کی یہ بات معمولی سی محسوس ہوئی اُس نے کہا تمہارا رب اُس کو میرے ہاتھ سے نہ بچا سکے گا۔ خواجہ عبدالمطلب نے کہا پھر تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔

اور بعض روایات میں ہے کہ عبدالمطلب کے ساتھ قریش کے چند سردار بھی تھے۔ انھوں نے ابرہہ کے آگے یہ پیش کش کی کہ اگر آپ بیت اللہ پر دست اندازی نہ کریں اور لوٹ جائیں تو ہم پورے تہامہ (حجاز) کی ایک تہائی پیداوار آپ کو بطور خراج ادا کرتے رہیں گے۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

عبدالمطلب نے اللہ سے دعا مانگی

مگر ابرہہ نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ خواجہ عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر واپس چلے آئے اور سیدھے بیت اللہ میں داخل ہوئے اور چوکھٹ کا حلقہ پکڑ کر دعا میں مشغول ہو گئے۔ قریش کی ایک بڑی جماعت بھی ساتھ تھی۔

محمد بن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ابرہہ کے لشکر گاہ سے واپس آ کر خواجہ عبدالمطلب نے اہلِ قریش سے کہا کہ اپنے بال بچوں سمیت پہاڑوں پر چلے جائیں تا کہ ان کا قتل عام نہ ہو جائے۔ پھر وہ اور قریش کے چند سردار حرم پاک میں حاضر ہوئے اور کعبہ کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ وہ اپنے گھر اور اُس کے خادموں کی حفاظت فرمائے۔

اُس وقت خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بُت موجود تھے مگر یہ لوگ اس نازک گھڑی میں بھی اُن سب کو بھول گئے اور صرف اللہ واحد کے آگے دست سوال پھیلایا، اُن کی جو دعائیں کتب تاریخ میں منقول ہیں اُن میں اللہ واحد کے سوا کسی دوسرے کا نام تک نہیں پایا جاتا۔ ابن ہشامؒ نے سیرت میں خواجہ عبدالمطلب کے جو اشعار نقل کیے ہیں وہ اس کی شہادت دیتے ہیں۔

اسی طرح مؤرخ سہیلی نے روض الانف میں اور امام ابن جریرؒ نے طبری میں وہ اشعار نقل کیے ہیں۔

ابابیلوں کا لشکر کعبہ کو بچانے کیلئے آ گیا

یہ دعائیں مانگ کر خواجہ عبدالمطلب اور ان کے ساتھی بھی پہاڑوں پر چلے گئے۔ دوسرے روز ابرہہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے آگے بڑھا مگر اُس کا وہ خاص ہاتھی محمود نامی جو آگے آگے تھا یکایک بیٹھ گیا اس کو بہت تیر مارے گئے تیر سے کچوکے دیئے گئے یہاں تک کہ اس کو زخمی کر دیا گیا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ آخر اس کو جنوب شمال مشرق کی طرف موڑ کر چلانے کی کوشش کی جاتی تو وہ دوڑنے لگتا مگر مکہ مکرمہ کی طرف موڑا جاتا تو فوراً بیٹھ جاتا کسی طرح آگے بڑھنے کے لئے تیار نہ ہوتا اتنے میں پرندوں کی قطاریں آتی نظر آئیں جن میں سے ہر ایک کے پاس تین تین کنکریاں چنے یا مسور کی دال کے برابر تھیں ایک

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

چونچ میں اور دو کنکریاں پنجوں میں۔

واقدیؒ کی روایت ہے کہ یہ پرندے عجیب طرح کے تھے جو اس سے پہلے کہیں بھی نہیں دیکھے گئے۔ بدن کبوتر سے کچھ چھوٹے تھے اور پنجے سرخ قسم کے تھے، ان کی آواز بھی کچھ ارتعاش انگیز تھی کہ دل کپ کپائے جاتے تھے۔ پرندوں کے یہ جھنڈ کے جھنڈ نے ابرہہ کے لشکر پر سنگریزوں کی بارش کردی۔ جس پر بھی یہ کنکر گرتے جسم سے پار ہو جاتے اور جسم گلنا شروع ہو جاتا۔

ابرہہ اور اس کے لشکر کا عبرتناک انجام

حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے کہ کنکری کے لگتے ہی گوشت اور خون پانی کی طرح بہنے لگتا اور ہڈیاں نکل آتی تھیں۔ خود ابرہہ کے ساتھ بھی یہی ہوا اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہا تھا پورے لشکر میں افراتفری پیدا ہوگئی۔

لشکر کے لوگ یمن کی طرف بھاگنا شروع ہو گئے۔ نفیل بن حبیب خثعمی جس کو ابرہہ راہنما کے طور پر ساتھ لے آیا تھا اس کو تلاش کر کے درخواست کرنے لگا کہ واپسی کا راستہ بتائیے مگر اُس نے صاف انکار کر دیا اور کہا:

اَیْنَ الْمَفَرُّ وَالْاِلٰہُ الطَّالِبُ

وَالْاَشْرَمُ الْمَغْلُوْبُ لَیْسَ الْغَالِبُ

”اب بھاگنے کی جگہ کہاں ہے جب کہ اللہ تعاقب کر رہا ہے۔ اور نکٹہ (ابرہہ) مغلوب ہے غالب نہیں ہے“۔

اس بھگدڑ میں یہ لوگ گر گر کر مرتے گئے اور مر مر کر گرتے جاتے تھے۔ عطاء بن یسارؒ کی روایت ہے کہ سب کے سب اُسی وقت ہلاک نہیں ہوئے بلکہ ایک بڑی تعداد تو وہیں ہلاک ہوگئی اور کچھ بھاگتے ہوئے ہلاک ہوئے۔

ابرہہ بھی انتہائی بُری حالت میں بلادِ خثعم پہنچ کر مرا۔ ابرہہ کے ہاتھی محمود کے ساتھ دو ہاتھی بان مکہ مکرمہ میں رہ گئے مگر اس طرح کہ دونوں اندھے اپاہج ہو گئے تھے۔

محمد بن اسحٰق نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی تھیں کہ

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

میں نے اُن دونوں کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ وہ اندھے اپاہج تھے اور بھیک مانگتے پھرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہن حضرت اسماءؓ بھی یہ بات نقل کیا کرتی تھیں۔

اصحاب الفیل کا یہ واقعہ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادی محصّب کے قریب مقام مُحَسِّر پر پیش آیا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ جب مزدلفہ سے منیٰ کی طرف چلے تو وادی محسر میں آپؐ نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔ امام نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اصحابُ الفیل کا واقعہ اسی وادی میں پیش آیا تھا اور اسی جگہ اُن پر ابابیل مسلّط کر دیئے گئے تھے۔ اس لئے سنت یہی ہے کہ آدمی یہاں سے جلد گزر جائے اور اس عذاب کی جگہ قیام نہ کرے۔

نیز امام مالکؒ اپنی کتاب موطا میں ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا، مزدلفہ پورا کا پورا ٹھہرنے کا مقام ہے سوائے وادی محسر۔ (الحدیث)

یہ واقعہ حضور ﷺ کی ولادت سے چالیس روز قبل پیش آیا

اصحابُ الفیل کا یہ عبرتناک واقعہ ماہِ محرم میں پیش آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اس واقعہ کے چالیس یا پچاس دن بعد ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

اہل عرب میں یہ واقعہ اس درجہ مشہور و معروف تھا کہ اُنھوں نے اس سال کا نام "عام الفیل" (ہاتھیوں والا سال) رکھ دیا۔ قرآنِ حکیم نے اس حادثہ کو اپنے معجزانہ کلام میں اس طرح بیان کیا ہے:

"اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ"۔ الخ

"کیا تو نے دیکھا نہیں تیرے ربّ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا"۔

کیا اُس نے اُن کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا؟

اور اُن پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے۔ جو اُن پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے پھر اُن کا یہ حال کر دیا جیسے جانوروں کا کھایا ہوا بھُوسا۔

(تفسیر ابن کثیر، مظہری، معارف القرآن، قصص القرآن)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

باغ والوں کا عبرتناک واقعہ

یہ واقعہ یمن میں پیش آیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے کے بعد مکہ معظمہ کے مشرکوں پر اللہ تعالیٰ نے قحط بھیج دیا تھا۔ قحط کی وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے مکہ والوں کو آزمائش میں ڈالا جیسا کہ باغ والوں کو آزمائش میں ڈالا تھا، یہ باغ کہاں تھا باغ والے کون تھے؟

اس کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ باغ یمن میں شہر صنعاء سے دو فرسخ کے فاصلہ پر تھا اسے نمازی لوگوں نے بویا تھا جو لوگ اس کے وارث چلے آرہے تھے وہ بڑے سخی تھے جس دن باغ کے پھل کاٹتے تھے مساکین جمع ہو جاتے تھے اسی طرح کھیتی کاٹنے کے دن اور جس دن بھوسہ اور دانہ الگ کرتے تھے مساکین آجاتے تھے، یہ لوگ مساکین کو دل کھول کر پھل اور کھیتی اور بھوسہ سے نکالے ہوئے دانے دے دیا کرتے تھے۔

وہ لالچ میں مبتلا ہو گئے

آخر میں یہ ہوا کہ ان میں سے ایک شخص کی موت ہو گئی اس نے اپنے تین لڑکے وارث چھوڑے اب جو کھیتی کاٹنے کا موقعہ آیا تو ان تینوں بھائیوں نے مشورہ کیا کہ مال کم ہے اہل وعیال زیادہ ہیں اب اگر ہم اسی طرح سخاوت کرتے رہیں اور مسکینوں کو دیتے رہیں تو ہمارے لئے مال کم پڑ جائے گا اب تو مسکینوں سے جان چھڑانا چاہیے لہٰذا انہوں نے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

آپس میں یہ طے کیا کہ آئندہ ہم بالکل صبح صبح باغ میں پہنچ جائیں گے اور مسکینوں کے آنے سے پہلے کاٹ کر گھروں میں لے آئیں گے۔

مشورے سے آپس میں یہ باتیں طے کیں اور قسمیں بھی کھائیں کہ ہم ضرور ایسا کریں گے۔ لیکن انشاء اللہ کسی کے منہ سے بھی نہ نکلا، اول تو مسکینوں کو محروم کرنے کی قسم کھائی دوسرے انشاء اللہ کہنا بھول گئے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے راتوں رات اس باغ پر آفت بھیج دی، یہ لوگ سوہی رہے تھے۔ انہیں پتہ بھی نہ چلا کہ باغ کا کیا بنا، رات کو جو آفت آئی تو وہ کھیتی ایسی ہو گئی کہ پہلے سے کاٹ دی گئی ہو اسی کو ”فاصبحت کالصریم“ سے تعبیر فرمایا، وہاں پہنچے تو کچھ بھی نہ پایا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ”کالصریم“ کا ترجمہ ”کالرماد الاسود“ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ بنی خزیمہ کے لغت میں اس کا یہی ترجمہ ہے یعنی ان لوگوں کی کھیتی سیاہ راکھ کی طرح ہو گئی۔

صبح کو جو یہ لوگ اٹھے تو آپس میں ایک دوسرے کو بلایا آؤ اگر تمہیں اپنی کھیتی کی پیداوار پوری لینی ہے اور مسکینوں کو کچھ نہیں دینا ہے تو صبح صبح چلے چلو اور جلدی چلو ورنہ عادت کے مطابق مساکین آجائیں گے، چنانچہ یہ تینوں بھائی چل دیئے چلے جا رہے تھے اور آپس میں چپکے چپکے یوں کہہ رہے تھے کہ دیکھو آج ہم تک کوئی مسکین نہ پہنچنے پائے۔ جو کچھ مشورہ کیا ہے اس پر قابو پانے کی کوشش کرو۔ اور اپنے مال کو اپنے قبضہ میں کرلو۔

اب پچھتائے کیا ہوت......

باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ باغ تو جلا ہوا ہے کہنے لگے کہ اجی یہ ہمارا باغ نہیں ہے ہم تو راستہ بھٹک گئے ہیں چلو اپنا باغ تلاش کرو ان میں سے بعض نے کہا کہ ارے یہ بات نہیں ہے ہمارا باغ یہی تھا ہم اس کی خیر سے محروم کر دیئے گئے ہیں کیونکہ ہم نے ٹھان لیا تھا کہ مساکین کو کچھ نہیں دینا ہے اس پر ہماری گرفت ہوئی جس وجہ سے ہمیں کچھ بھی نہیں ملا، ان میں سے جو سب سے اچھا آدمی تھا اس نے کہا کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم اللہ کی تسبیح کیوں نہیں بیان کرتے یعنی انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے اب جب ان لوگوں نے باغ کو برباد دیکھا تو بڑی ندامت ہوئی اور کہنے لگے کہ ہم اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں کہ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

بلاشبہ ہم نے ظلم کا فیصلہ کیا تھا کہ مسکینوں کو کچھ نہ دیں گے۔

اس کے بعد آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور الزام دینے لگے کہ تو نے یہ رائے دی تھی اور تو نے یوں کہا تھا اور کہنے لگے کہ ہائے ہماری خرابی ہم نے سرکشی والا کام کیا اللہ کی نعمت کا شکرادا کرتے۔ مساکین کو دیتے تو اچھا ہوتا سرکشی کر کے ہم نے اس محرومی کو خود مول لیا (اب سمجھ میں آ گیا کہ ہمیں وہی کرنا چاہیے تھا جو ہمارے باپ دادے کرتے تھے) امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس باغ سے بہتر عطا فرمائے گا جو باغ جل کر خاکستر ہو گیا ہم اپنے رب کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

اخلاص کے ساتھ توبہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان لوگوں نے اخلاص کے ساتھ توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک باغ عطا فرمادیا جس کے انگور کے خوشے اتنے بڑے بڑے تھے کہ ایک خوشہ ایک خچر پر لاد کر لے جاتے تھے۔

آخر میں فرمایا "کذلک العذاب" (اسی طرح عذاب ہے) جو شخص ہماری حدود سے آگے بڑھتا ہے اور حکم کی مخالفت کرتا ہے ہم اسے اسی طرح عذاب دیتے ہیں۔

ولعذاب الاخرة اکبر

"اور البتہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے"۔

لو کانوا یعلمون

"تا کہ یہ لوگ جانتے ہوتے"۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

ابولہب کا عبرتناک واقعہ

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا

اللہ کے رسول نے لوگوں کو دین کی طرف بلانا شروع کیا جبکہ لوگ کفروانکار میں مبتلاء تھے، ان لوگوں کے دلوں میں کفر نے اپنا گھر بنایا ہوا تھا اور ضلالت وگمراہی کی بیماری ہر جگہ پھیلی ہوئی تھی۔

ابتداء میں دعوت کو خفیہ طور پر لوگوں تک پہنچایا جاتا تھا، اس طرح تین سال کا عرصہ گزر گیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ آپ ﷺ اپنے رب کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں اور اس سلسلہ میں مشرکین کی باتوں کی طرف دھیان نہ دیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین ○ (الحجر:۹۴)

”آپ کو جن باتوں کا حکم دیا جارہا ہے ان کو علی الاعلان بیان کیجئے اور مشرکوں کی پرواہ نہ کیجئے۔“

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ آپ اپنے عزیزوں رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَکَ الْاَقْرَبِيْنَ وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ عَصَوْکَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ○

(الشعراء:۲۱۴ تا ۲۱۶)

”آپ اپنے رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے، جن مومنوں نے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

آپ ﷺ کی اتباع کی ہے ان کے ساتھ نرمی سے پیش آیئے، اور اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو بتا دیجئے کہ میں تمہارے عمل سے بری الذمہ ہوں۔"

حضورﷺ نے اپنے رب کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیا، آپ ﷺ نے اپنے اقرباء کو اسلام کی دعوت دینی شروع کر دی، ان میں آپ ﷺ کے چچا عبدالعزی بن عبدالمطلب (ابولہب) بھی تھے، جو قریش کے دین کے بارے میں شدید تعصب رکھتے تھے، ان کو صرف یہ عزیز تھا کہ ان کی قوم کے دین کو مکمل اہتمام واعزاز حاصل ہو۔

ابولہب تیز مزاج اور بے عقل آدمی تھا، غصہ کی حالت میں جو کچھ سمجھ میں آتا کر گزرتا تھا، اور جو بات اس کو سب سے زیادہ ناپسند تھی وہ یہ کہ اس کے خیالی خداؤں کے تقدس پر کوئی تنقید کرے، اس کو یہ بات گوارہ نہیں تھی کہ کوئی اس کے آباء واجداد کے مکرمات و مقدسات کی توہین کرے، ایسے مواقع پر وہ زیادہ آپے سے باہر ہو جاتا تھا اور پھر اس بات کی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ وہ اپنے اس عمل سے اپنے عزیزوں رشتہ داروں کی دشمنی مول لے رہا ہے اور ان کے ساتھ برا سلوک کر رہا ہے۔

حضورﷺ ابولہب کی بری طبیعت سے واقف تھے، آپ ﷺ کو اندیشہ تھا کہ کہیں ابولہب اپنی حماقت و جہالت سے آپ ﷺ کی دعوتی مہم کو ناکام نہ بنا دے۔ آپ ﷺ نے کسی ایسے طریقہ کے متعلق غور کرنا شروع کر دیا جس سے آپ اپنے اقرباء کو دعوت بھی دے سکیں اور اپنے اس چچا کے شر سے بھی محفوظ رہ سکیں جو خود اپنی ذات پر ظلم کر رہا ہے اور جاہل ہے۔ بنی ہاشم میں اس کے دائرہ اثر ورسوخ سے ہٹ کر قریش کے اندر رہ کر بھی دعوت کا کام ہو جن میں مرض کفر سرایت کر چکا تھا اور کفران کے دل میں آباد ہو گیا تھا۔

دین کی دعوت اور ابولہب کی برہمی

جب یہ آیت نازل ہوئی:

وانذر عشیرتک الأقربین ○

"اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے۔"

تو آپ ﷺ نے سب سے پہلے بنی ہاشم کو دعوت دی، چنانچہ وہ آئے، ان میں آپ ﷺ کے چچا بھی تھے بنی عبدالمطلب کی ایک جماعت بھی ان کے ساتھ آئی، تقریبا

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

سب ملا کر ۴۵ افراد تھے، آپ ﷺ نے ان کو دعوت اسلام دینے کا قصد کیا تو ان میں سے ابولہب نے کہا:

"یہ تمہارے چچا اور عم زاد ہیں، لہٰذا تم جو کچھ کہنا چاہو کہو اور اپنے آباء واجداد کے دین سے بغاوت کو ترک کر دو، جان لو! عرب قبائل میں تمہاری قوم کو زیر کرنے کی صلاحیت نہیں ہے، تمہیں گرفتار کرنے اور قید کرنے کا حق تمہاری برادری والوں کو ہے، تم اس وقت جس دین پر ہو اگر تم اس پر قائم رہو گے تو قریش کے لئے تم پر حملہ کرنا آسان ہے اور دیگر عرب بھی ان کی مدد کریں گے، میں نے آج تک کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو اپنی برادری کے لئے ایسا شر لے کر آیا ہو جیسا تم لے کر آئے ہو۔" (الکامل۔۲/۶۱)

ابولہب سخت لہجہ میں بات کر رہا تھا، غصہ میں آپے سے باہر ہو رہا تھا، اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں، رگیں پھول گئیں، چہرہ پر غصہ کے آثار نمایاں ہو گئے، اس نے اپنی بات ختم کر دی، لیکن اس کا غصہ ختم نہیں ہوا۔

حضور ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کے چہروں کی طرف دیکھا۔ وہ خاموش ابولہب کے غیض وغضب کو دیکھ رہے تھے، آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اس مجلس میں کچھ نہیں کہا۔

دوسری مرتبہ دعوت پر اور زیادہ غصہ

آنحضرت ﷺ اپنے رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دے کر کچھ مدت کے لئے خاموش ہو گئے، آپ ﷺ نے پھر ان کو دوبارہ دعوت دی، ابولہب بھی ان کے ساتھ حاضر ہوا، تمام مدعوئین جب حاضر ہو گئے تو آپ ﷺ نے گفتگو شروع کی، آپؐ نے فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں، اس سے مدد مانگتا ہوں، اس پر ایمان لاتا ہوں، اس پر توکل کرتا ہوں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

قوم کا آگے رہنے والا شخص کبھی قوم سے جھوٹ نہیں بولتا، میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ہوں جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، میں اللہ کا پیغمبر ہوں خصوصاً تمہارے لئے، اور عموماً دیگر لوگوں کے لئے، خدا کی قسم تم مر جاؤ گے بالکل جس طرح تم سوتے ہو، اور تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا بالکل جس طرح تم نیند سے اٹھتے ہو، اور تمہارے اعمال کا محاسبہ ہوگا، اس کے بعد تم ہمیشہ کے لئے جنت میں رہو گے یا جہنم میں۔ (الکامل لابن الأثیر ۶۱/۲)

اس کے بعد آنحضرت خاموش ہو گئے، آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کھڑے ہوئے، انہوں نے نہایت عمدہ گفتگو کی، اور لطیب انداز میں عذر کیا، ان کے الفاظ یہ تھے:

(تمہاری مدد کرنا ہمیں کتنا اچھا لگتا ہے، ہم نے تمہاری نصیحتوں کی طرف دھیان دیا، ہم تمہاری باتوں کی مکمل تصدیق کرتے ہیں، تمہیں جس چیز کا حکم ملا ہے اسے کر گزرو، خدا کی قسم ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا اور تمہاری حفاظت کروں گا، لیکن ایک بات ہے میرا دل عبدالمطلب کے دین کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہے)۔

دوسری طرف ابولہب کی حالت غیر ہو رہی تھی، وہ غصہ سے پھول رہا تھا، اس کے اوسان خطا ہو رہے تھے، حماقت و جہالت اس میں واپس آ گئی، وہ بلند آواز سے چیخ پڑا:

(خدا کی قسم یہ تو ذلت و رسوائی ہے، اس کو روکو قبل اس کے کہ دوسرے یہ کام کریں، اگر تم نے اس کو دوسروں کے حوالہ کر دیا تو تم نے گویا اسے رسوا کر دیا، اور اگر تم اس کی حفاظت پر اتر آئے تو تم قتل کر دیئے جاؤ گے)۔

اس پر ابو طالب نے کہا: خدا کی قسم ہم ان کی حفاظت کریں گے جب تک کہ ہم زندہ ہیں۔ (انساب الاشراف ۱۱۹/۱)

ابو طالب ان الفاظ کو بار بار دہرا رہے تھے:

"جب تک میں زندہ ہوں خدا کی قسم وہ اجتماعی شکل میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔"

صفیہ اور ابولہب

آنحضرت ﷺ کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب اس مجلس میں حاضر تھیں، وہاں جو باتیں ہو رہی تھیں وہ انہیں نہایت اہتمام سے سن رہی تھی، اپنے بھائی ابولہب کے غیض و

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

غضب اور چیخ ودھاڑ کو دیکھ رہی تھیں، اولین سابقین کی طرح ایمان نے ان کے دل میں بھی گھر بنالیا تھا، وہ ابولہب کی طرف متوجہ ہوئیں اور کہنے لگیں:

اے بھائی! کیا تمہیں اپنے بھتیجے کی ذلت ورسوائی اچھی لگتی ہے؟ خدا کی قسم علم رکھنے والے مسلسل کہہ رہے ہیں کہ عبدالمطلب کی پشت سے ایک نبی پیدا ہوگا وہ نبی یہ ہے۔

اس پر ابولہب نے کہا: خدا کی قسم یہ غلط ہے یہ تو صرف تمنا ہے، تم ایک عورت ہو، عورتوں کی باتوں کا اعتبار صرف بناؤ سنگھار میں ہوتا ہے، اگر تمام قریش ہمارے خلاف ہو گئے، ساری قوم ہماری مخالف ہوگئی تو ان کے سامنے ہماری حیثیت کیا ہوگی۔

(انساب الاشراف ۱/۱۱۹)

اس مجلس میں ابولہب ڈراتے دھمکاتے ہوئے چلا گیا، وہ لات، منات، عزیٰ اور ھبل کی قسم کھارہا تھا کہ بتوں کی خاطر وہ اپنی جان ومال اور اولاد کو بھی قربان کردے گا، اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنے کے لئے ہر حربہ استعمال کرے گا، دوسری طرف ابوطالب نے عزم مصمم کرلیا کہ ہر حالت میں نبی کریم ﷺ کی حفاظت کروں گا۔

جبل صفا پر

آنحضرت کو جب اس پر اطمینان ہوا کہ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب آپ کی حمایت وحفاظت کریں گے تو آپ ﷺ ایک دن جبل صفا پر چڑھے اور باآواز بلند فرمایا: اے لوگو! ہلاکت وبربادی تمہارے سامنے ہے، یہ جملہ سنتے ہی تمام قریش آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے ان کو توحید، ایمان، نبوت اور یوم آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

امام بخاریؒ نے اس قصہ کے ایک حصہ کو اپنی سند کے ساتھ سعید بن جبیر کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

جب یہ آیت:

وانذر عشیرتک الأقربین.

”آپ اپنے اعزاء واقرباء کو دین کی دعوت دیں۔“

نازل ہوئی تو آپ ﷺ جبل صفا پر چڑھ گئے اور قریش کی شاخ بنی فہر، بنی عدی وغیرہ کا نام لے کر آواز دینا شروع کردیا، سب لوگ جمع ہوگئے ہر شخص خود مجمع میں حاضر ہونے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کی کوشش کر رہا تھا، جس کے پاس کوئی عذر تھا اس نے اپنے نائب کے طور پر کسی کو بھیج دیا، چنانچہ تمام قریش جمع ہو گئے جن میں ابولہب بھی تھا، آپ ﷺ نے بات شروع کی، آپ ﷺ نے فرمایا: (میں ایک بلند جگہ پر کھڑا ہوں یہاں سے) اگر میں تمہیں بتلاؤں کہ دشمن کا لشکر تمہارے اوپر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟

سب نے کہا: جی ہاں، ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے ہوئے نہیں سنا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: پھر سنو، بے شک میں تمہیں ایک شدید عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو بالکل سامنے پہنچ گیا ہے۔

اس پر ابولہب نے کہا: تیرے لئے ہمیشہ بربادی ہو، کیا تم نے ہمیں یہ کہنے کے لئے یہاں پر جمع کیا تھا؟

قرآن کریم کا نزول

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

تبت یدآ أبی لهب وتب O مآ أغنیٰ مالهٗ وما کسب O

(فتح الباری ۸/۳۶۰)

"ابولہب کے دونوں ہاتھوں برباد ہو جائیں اور خود اس کا بھی ستیاناس ہو جائے، اس کے مال و دولت نے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔"

آنحضرت ﷺ کی طرف سے یہ اہم اعلان تھا، جس میں آپ ﷺ نے اس بات کو واضح فرمایا کہ اس پیغام پر ایمان ہی دراصل اس رشتہ کا احیاء ہے جو ان کے آپ ﷺ کے درمیان ہے، نیز یہ کہ اس عظیم تنبیہ کے آگے قرابت داری کی عصبیت بے معنی ہو کر رہ گئی ہے۔

نہایت جہالت و تجاہل کے ساتھ ابولہب حضور ﷺ کی عداوت میں بہت آگے نکل گیا اس نے صلہ رحمی اور رشتہ داری کا پاس نہیں کیا، آغاز اسلام سے لے کر اب تک اس کا معاملہ آپ ﷺ کے ساتھ معاندانہ رہا، یہ خیال نہیں کیا کہ یہ اپنے بھائی کا بیٹا ہے، اپنا پڑوسی ہے، بلکہ یہ بھی بھول گیا کہ اس نے حضرت ﷺ کی پیدائش کی نوید سنانے پر اپنی باندی ثوبیہ اسلمیہ کو اظہار مسرت کے طور پر آزاد کر دیا تھا، غصہ و تعصب میں اندھا ہو گیا، کسی چیز کا خیال نہیں کیا۔ حضور ﷺ کا کٹر دشمن بن گیا، یہی حال اس کی بیوی ام جمیل (یا ام قبیح) کا بھی

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

تھا، وہ بھی آپ ﷺ کی بڑی دشمن تھی، دشمنی میں آکر ایسی احمقانہ حرکتیں کرتی تھی کہ جس سے اس بات کا اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کتنی کمینی خاتون تھی۔

آنحضرت ﷺ اپنے چچا ابولہب کے قریب ان کے پڑوس میں رہتے تھے، آپ کے اور اس کے درمیان رشتہ مصاہرت بھی قائم تھا، آپ ﷺ کی دو صاحبزادیاں رقیہ اور کلثوم ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں، یہ دونوں اچھے شوہر ثابت نہیں ہوئے۔ ابولہب نے ان کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دے دو، انہوں نے طلاق دے دی اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کو خاندانی مشکلات میں الجھا کر تبلیغی امور سے روکا جائے۔ ان سب حرکتوں کے باوجود ابولہب کی عداوت میں کمی نہیں آئی، بلکہ اس میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

پڑوس میں نبی کریم ﷺ کو ایذاء رسانی

ابولہب نے اپنی عداوت میں صرف باتوں پر کفایت نہیں کی، بلکہ اس نے پڑوسی کے حق کا بھی خیال نہیں کیا۔

علامہ بلاذریؒ نے پڑوس کی ایذاء رسانی کے طریقوں اور اندھی عداوت کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا ہے: ابولہب نجاست و غلاظت اٹھا کر نبی کریم ﷺ کے دروازے پر رکھ دیتا تھا، ایک دفعہ ابولہب کچھ غلاظت آپ ﷺ کے دروازہ پر رکھ چکا تھا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے دیکھ لیا، انہوں نے ان نجاستوں کو اٹھا کر ابولہب کے سر پر رکھ دیا، ابولہب اپنے سر کو صاف کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا: یہ احمق صابی ہے (یعنی اپنے آباء و اجداد کے دین کا باغی) اس کے بعد اس کی ان حرکتوں میں کمی آئی، لیکن وہ دوسروں کو اس کی تلقین کرتا تھا۔ (أنساب الأشراف ۱/۱۳۱)

انتہائی درجہ کی عداوت

یہ بھی ایک ناقابل فہم بات ہے کہ ابولہب حضور ﷺ کا چچا تھا، اس کے باوجود وہ آپ ﷺ کا کٹر دشمن تھا، صلہ رحمی کا کم از کم تقاضا یہ تھا کہ اگر اس کو اچھا نہیں لگ رہا تھا تو خاموش ہو جاتا، نہ گالیاں دیتا اور نہ ہی دشمن بن جاتا۔

ابولہب کی شدت عداوت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا ہر جگہ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

پیچھا کرتا تھا، بازاروں، محفلوں اور موسم حج میں لوگوں سے کہتا تھا: "یہ جھوٹا ہے" اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان باندھتا تھا۔

حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباسؓ نے روایت کی ہے، فرماتے ہیں میں نے ربیعہ بن عباد الدیلی (ان کا تعلق بنی دیل سے ہے زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں سے ہیں بعد میں مسلمان ہو گئے) سے سنا وہ میرے والد کو بیان کر رہے تھے:

میں ایک جوان لڑکا تھا اپنے والد کے ساتھ منیٰ میں تھا، آپ ﷺ مختلف قبائل کے سامنے کھڑے ہو جاتے تھے، اور کہتے تھے: اے بنی فلاں! میں تمہارے لئے اللہ کا رسول ہوں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانے سے روکتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو ان کو چھوڑ دو، تم ایمان لے آؤ، میری تصدیق وحفاظت کرو، تاکہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دوں۔

ابولہب بھینگا بھی تھا

راوی کہتا ہے: ان کے پیچھے روشن چہرہ والا ایک بھینگا آدمی تھا، اس کے بالوں کے دو جوڑے تھے، اس نے عدنی کپڑوں کا جوڑا پہن رکھا تھا، جب آنحضرت ﷺ اپنے بیان سے فارغ ہو جاتے تو یہ شخص کہتا:

اے بنی فلاں! یہ تم سے کہتا ہے کہ تم لات وعزیٰ (بتوں کے نام) کو چھوڑ دو، اور تمہارے حلیف بنی مالک بن اُقیس کو چھوڑ دو، اور اس کی بدعت وگمراہی پر ایمان لے آؤ، لہٰذا نہ تم اس کی بات سنو اور نہ اس کی اطاعت کرو۔

ربیعہ بن عباد کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے کہا: یہ کون ہے؟

انہوں نے بتایا کہ یہ ان کا چچا عبدالعزیٰ (ابولہب) ہے۔

(تاریخ اسلام للذھبی ص ۲/۱۵)

ابولہب نے آپ ﷺ کو جھٹلانے کے سلسلہ میں مذکورہ حرکتوں پر اکتفا نہیں کیا، وہ اس سے زیادہ کرنے کے لئے بے چین تھا، آنحضرت ﷺ جب اسلام کی دعوت دینے کے لئے مختلف قبائل کے پاس جاتے تو یہ بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے جاتا تھا، لوگوں کو دین سے روکتا تھا، بعض اوقات اس کے حسد وکینہ کا یہ عالم تھا کہ وہ آپ ﷺ کو پتھر مارتا تھا جس

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

سے آپ ﷺ کے دونوں قدم مبارک لہولہان ہو جاتے تھے۔

رسولِ اکرمؐ پر ظلم و ستم

یہاں مناسب یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات کو جنہیں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، براہِ راست ان کی زبانی نقل کی جائے۔ طارق بن عبیداللہ المحاربی کہتے ہیں:

میں نے آنحضرت ﷺ کو دو مرتبہ دیکھا۔ ایک دفعہ ذی المجاز کے بازار میں، میں اس وقت کوئی چیز فروخت کر رہا تھا۔ آپ ﷺ میرے سامنے سے گزرے، آپ ﷺ نے ایک سرخ جوڑا زیب تن کر رکھا تھا، اس وقت میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اے لوگو! لا اِلٰہ اِلّا اللہ کہو، کامیاب ہو جاؤ گے۔

اچانک میں نے آپ ﷺ کے پیچھے ایک شخص کو دیکھا جو آپ ﷺ کو پتھر مار رہا تھا جس سے آپ ﷺ کی دونوں پنڈلیاں اور دونوں قدم مبارک لہولہان ہو گئے تھے، یہ شخص کہہ رہا تھا: اے لوگو! اس کی بات مت مانو، یہ جھوٹا ہے اس کی تصدیق نہ کرو۔

میں نے کہا: یہ کون ہے؟

جواب ملا: یہ بنو عبدالمطلب کا ایک جوان ہے، اس کا نام محمد ﷺ ہے اس کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے۔

میں نے کہا: اسے جو پتھر مار رہا ہے وہ کون ہے؟

جواب ملا: یہ ان کا چچا عبدالعزیٰ (ابولہب) بن عبدالمطلب ہے، ان کا خیال ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔ (السیر والمغازی ص ۲۳۲)

یہ ہے ابولہب کی تند مزاجی، سخت طبیعت، خسیس ترین کام کرنے والا، جاہلیت کی آرزوں اور تمناؤں کی بناء پر حضور ﷺ کے ساتھ اس طرح کا سخت معاملہ کرتا تھا۔

ابولہب کی گندی ذہنیت

ابولہب کی گندی ذہنیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا بدخواہ بھی تھا، ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے (عبداللہ) کا انتقال ہو گیا، جس پر ابولہب بہت خوش ہوا، بھاگتے ہوئے اپنے دوستوں کے پاس گیا ان کو خوشخبری سنائی کہ:

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

آج رات محمد کا ستیاناس ہو گیا ہے، جس پر یہ ایک آیت کریمہ نازل ہوئی:

اِنَّ شانئک ھو الْاَبْتَرُ O (الکوثر:۳)

''آپ ﷺ کے دشمن کا ستیاناس ہوا ہے۔''

بہر حال ابولہب کیا تھا؟ اس کا غصہ کیا تھا؟ اس کے جھوٹ کا کیا عالم تھا؟ آپ ﷺ کے خلاف اس کا کیا رویہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے پیغام کے حامل تھے، جس سے لوگوں کے دلوں سے اوھام کا پردہ چاک کرنا چاہتے تھے، اور جو پوری دنیا کے لئے حق وہدایت کا پیغام تھا۔

ابولہب بیرونی وفود سے کیا کہتا تھا؟

مختلف طریقوں سے ابولہب نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین سے روکنے کی بھرپور کوشش کی، اس پر کفایت نہیں کی کہ وہ خود کفر وشرک پر باقی رہتا، اپنی ضلالت وحماقت پر برقرار رہتا، بلکہ اس بات کی کوشش کی کہ ساری دنیا شرک اور بت پرستی میں مبتلا رہے، چنانچہ دور دراز کے علاقوں سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود کی باقاعدہ نگرانی کرتا تھا، ان سے جا کر ملتا تھا، ان کو آپ ﷺ سے متنفر کرتا تھا، ان کو آپ ﷺ کے جادو (بزعم اس کے) سے خوفزدہ کرتا تھا۔

عبدالرحمٰن بن کیسانؒ کہتے ہیں:

''جب کوئی وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو ابولہب ان کے پاس جاتا، لوگ اس سے آپ ﷺ کے متعلق پوچھتے اور کہتے کہ آپ ان کے بارے میں ہم سے زیادہ جانتے ہیں، تو ابولہب ان سے کہتا: وہ تو جھوٹا جادوگر ہے، یہ سن کر یہ وفد آپ ﷺ سے ملے بغیر واپس چلا جاتا تھا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس ایک وفد آیا، ابولہب نے جا کر سب سے پہلے ان سے ملاقات کی، وفد کے اراکین نے کہا کہ ہم ان سے ملے بغیر اور ان کی باتیں سنے بغیر واپس نہیں جائیں گے، اس پر ابولہب نے کہا: ہم تو مسلسل ان کے جنون کا علاج کر رہے ہیں ان کا ناس ہو جائے، وہ برباد ہو جائیں، آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو بہت غمزدہ ہوئے، اس پر

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اللہ تعالیٰ نے یہ سورت (تبت) نازل فرمائی۔" (تفسیر قرطبی ۲۳۵/۲)

اس نے حضور ﷺ کو جادوگر قرار دیا

برباد ہو ابولہب (اللہ اس کا برا کرے) لوگوں سے ملاقات کر کے کہتا تھا کہ تمہیں محمد (ﷺ) میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ جادو ہے، ابولہب کہا کرتا تھا: تم پر محمد ﷺ نے جادو کر دیا ہے، ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم پوری بکری کھا جاتے ہیں بڑی پیالی میں دودھ بھر کر پی جاتے ہیں تب بھی نہ ہمارا پیٹ بھرتا ہے اور نہ ہم سیراب ہوتے ہیں جبکہ تمہیں محمد ﷺ بکری کی ران کھلا کر تمہارا پیٹ بھر دیتا ہے اور ایک پیالی دودھ سے تم سب کو سیراب کر دیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: "ابولہب لوگوں کو یہ کہہ کر کہ محمد جادوگر ہیں آپ ﷺ سے لوگوں کو روکتا تھا، چنانچہ لوگ آپ ﷺ سے ملاقات کئے بغیر واپس چلے جاتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ ابولہب قبیلہ کا شیخ تھا، آپ ﷺ سے اس کی نسبت آپ والد کی سی تھی، کوئی اس پر تہمت نہیں لگاتا تھا، جب سورہ (تبت یدا) نازل ہوئی اور اس کو اس کی خبر ملی تو بہت غصہ میں آیا اور شدید دشمنی کا اظہار کیا، اس کے بعد لوگوں نے اس کو غلط قرار دے کر اس پر تنقید شروع کر دی، اور آپ ﷺ کے متعلق اس کی باتوں کا کوئی اعتبار برقرار نہیں رہا، جس سے ان کی ساری کوششیں ناکام ہوگئیں اور تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔

(تفسیر امام رازی ۱۵۳/۳۲)

آیت میں ہاتھ کا ذکر آنے کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ سے ملنے کے لئے آنے والے شخص کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہتا تھا کہ صحیح حالت میں واپس لوٹ جاؤ، کیونکہ وہ پاگل ہے۔

ابوطالب کی خواہش

ابوطالب چاہتے تھے کہ ابولہب اپنے بھتیجے محمد ﷺ کی مدد کرے، یہ ابوطالب کی خواہش تھی، جب ابوطالب کے بھانجے حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد المخزومیؓ ابوطالب کے حلقہ امن میں داخل ہوگئے، تو بنی مخزوم کی ایک جماعت نے انہیں تکلیف پہنچانے کی کوشش کی، انہوں نے کہا:

اے ابوطالب! آپ نے اپنے بھتیجے محمد ﷺ کو تو امن دے دی، لیکن آپ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ہمارے (بنی مخزوم کے) آدمی کو کیوں تحفظ فراہم کررہے ہیں؟ آپ
ہمارے اوران کے درمیان حائل کیوں ہیں؟
ابوطالب نے کہا: اس نے مجھ سے امن طلب کیا ہے، وہ میرا بھانجا ہے،
اگر میں اپنے بھانجے کی حفاظت نہ کروں تو پھر اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کی
حفاظت کیوں کروں؟"

اس وقت ابولہب طیش میں آکر کھڑا ہوگیا، اس نے کہا: اے قریش! خدا کی قسم تم نے شیخ (ابوطالب) کو بہت کچھ کہا ہے، اب اس سے آگے مت بولو، یا پھر ہم بھی ان کے ساتھ شامل ہوجائیں گے پھر دیکھو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں؟ اب ان بت پرستوں کو بات سمجھ میں آ گئی، ان کو خدشہ ہوا کہ ابولہب اگر ان کے ساتھ شامل ہوگیا تو محمد ﷺ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے، ان کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا، اور وہ محمد ﷺ کے ایک کٹر دشمن سے محروم ہوجائیں گے۔ بلکہ ابولہب ہی محمد ﷺ کی دشمنی میں ان کا بہترین ساتھی ہے، لہٰذا سب نے بیک آواز کہا:

"اے عتبہ کے ابا: آپ کو جو بات اچھی نہ لگے ہم اسے چھوڑ دیں گے
آئندہ ہماری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔"

یہ لوگ اپنے وعدہ پر قائم رہے، پھر انہوں نے ابوطالب کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی، ابولہب کی مذکورہ گفتگو سن کر ابوطالب کے دل میں حرص وامید پیدا ہوئی کہ شاید ابولہب اب محمد ﷺ کی مدد کرے گا، چنانچہ ابولہب کو اس پر آمادہ کرنے کے لئے ابوطالب نے مندرجہ ذیل اشعار عربی میں کہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"اور ان کا (محمد ﷺ) عم ابوعتبہ تو روضہ میں ہیں جو ظلم کے موقعہ پر
خاموش نہیں رہتے۔
میں ان سے کہہ رہا ہوں لیکن میری نصیحت کی حیثیت کیا ہے؟ اے
ابومعتب! اپنی شخصیت کو باقی رکھو۔
جب تک زندگی رہے ایسا کوئی کام نہ کرو جس کی وجہ سے تمہیں گالی دی
جاتی رہے اگرچہ مواسم حج میں کیوں نہ ہو۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

عجز وضعف کا راستہ ترک کردو کیونکہ تمہیں عجز کے ساتھ لازم وملزوم بنا کر
نہیں پیدا کیا گیا۔
جنگ کرو کیونکہ جنگ انصاف ہے، تم ہرگز جنگجو کو مات کھاتے ہوئے نہیں
دیکھو گے یہاں تک کہ اس کے ساتھ صلح ہو جائے۔"

ابولہب کا غیظ وغضب

ابولہب نے اپنے بوڑھے بھائی ابوطالب کی باتوں کو نہیں مانا، اور قریش کی تائید و حمایت کرتا رہا، ابولہب کا غیظ وغضب وقتی آندھی سے زیادہ نہ تھا، یہی وجہ تھی کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا غصہ بھی ختم ہوتا گیا، پھر وہ بدبخت خود بھی ختم ہو گیا، شاعر نے کیا خوب کہا ہے

ترجمہ: "جس شخص نے ایسی شئے ایجاد نہیں کی جس کا تعلق اس کی ذات
سے نہ تھا۔ وہ اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس کی نفس پر اس کی عادت غالب آ
جاتی ہے۔"

جب ابوطالب کا انتقال ہوا اور پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ پر دو مصیبتیں اکٹھی ہو گئیں، آپ ﷺ نے زیادہ وقت گھر پر گزارنا شروع کر دیا، بہت کم باہر نکلتے تھے، قریش نے آپ ﷺ کے ساتھ وہ سب کچھ کیا جس کا ان کو پہلے موقع نہیں ملتا تھا اور جس کی ان کو توقع کبھی نہیں تھی، ابولہب کو اس کی اطلاع ملی تو وہ غضبناک ہو کر آیا اور کہا: اے محمد ﷺ! تم جو چاہو کرو، وہ سب کچھ کرو جو تم ابوطالب کی زندگی میں کیا کرتے تھے، لات کی قسم جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔

عتبہ کا باپ بے دین ہو گیا!

ابوطالب ابولہب کو آپ ﷺ کی امداد پر اکسایا کرتے تھے، حضور ﷺ کی مدد و حمایت کیلئے وہ انہیں عمدہ اخلاق اپنانے کی ترغیب دیتے تھے، ابوطالب ہمیشہ کہا کرتے تھے:
"جب تک زندگی رہے ان کو بے یار و مددگار مت چھوڑو، ہمیشہ نیک اور
نجات دہندہ بننے کی کوشش کرو، ہاشمیوں سے دشمنوں کو بھگاؤ، عالم لوگوں

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کی بہ نسبت ان سے محبت کرنا زیادہ بہتر ہے۔"

ایک دفعہ ابن غیطلۃ نے آپ ﷺ کو گالی دی تو ابولہب نے اسے درست کر دیا۔ اس پر وہ چیخا اور کہنے لگا: اے قریش! عتبہ کا باپ بے دین ہو گیا ہے، تمام قریش وہاں جمع ہو گئے، ابولہب نے کہا: دراصل میں نے عبدالمطلب کے دین کو چھوڑا نہیں ہے لیکن میں اپنے بھتیجے پر ظلم ہونے نہیں دوں گا، یہاں تک کہ وہ اس کام کو مکمل نہ کر لے۔

اس پر سب نے کہا: یہ آپ نے بہت اچھا کیا، اس سے آپ نے صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو اس سے فائدہ یہ ہوا کہ آپ آزادانہ نقل و حرکت کر سکتے تھے چنانچہ آپ ﷺ بلا روک ٹوک کئی دنوں تک جہاں چاہتے تشریف لے جاتے، لوگ ابولہب سے ڈرتے تھے، لوگوں کو اب یہ گمان ہو گیا کہ ابولہب ہمیشہ اپنے بھتیجے کی حمایت کرتے رہیں گے۔

کفر کے دو بڑے سرغنوں کی سازش

کفر کے دو بڑے سرغنوں ابوجہل اور عقبہ بن ابی معیط نے غور و فکر شروع کر دیا کہ کسی طرح ابولہب کو آپ کی حمایت سے باز رکھا جائے۔ یہ دونوں ایک دن ابولہب کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ کیا تمہیں تمہارے بھتیجے نے کبھی یہ نہیں بتایا کہ تمہارے والد عبدالمطلب اس وقت کہاں ہیں؟

اس پر ابولہب آپ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا: اے محمدؐ! عبدالمطلب اس وقت کہاں ہیں؟

آپ ﷺ نے جواب دیا: اپنی قوم کے ساتھ ہے۔

ابولہب ان دونوں کے پاس گیا اور ان سے کہا: میں نے محمد ﷺ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ ہے۔

اس پر ان دونوں نے کہا: محمدؐ کا گمان ہے کہ وہ آگ میں ہیں۔

ابولہب نے کہا: اے محمدؐ! کیا عبدالمطلب آگ میں داخل ہوں گے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی بھی موت اس دین پر ہوئی ہو جس پر عبدالمطلب کی ہوئی ہے تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اس پر ملعون ابولہب نے کہا: خدا کی قسم میں ہمیشہ تمہارا دشمن ہی رہوں گا، تمہارا گمان تو یہ ہے کہ عبدالمطلب جہنم میں ہیں۔

اب ابولہب اور قریش کی عداوت و دشمنی میں اضافہ ہوتا گیا۔

ابولہب کی مزاج و طبیعت کا یہ حال تھا جس کا معمولی تذکرہ اوپر آیا ہے، خیانت و حسد سے بھرپور، اپنی خواہشات کے آگے بے بس، کبھی نفس کے غلبہ کے تحت وہ کنٹرول میں آ جائے تو زیادہ دیر تک اس پر قائم نہیں رہتا، عادت و مزاج ہی کو ہمیشہ غلبہ حاصل ہوتا ہے، عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اے وہ شخص جس نے اپنی عادت کے بجائے مصنوعی اخلاق کا مظاہرہ کیا ہے، جس کا کام صرف چاپلوسی اور فساد ہے۔

تم اپنی معروف عادات کی طرف لوٹ جاؤ کیونکہ مصنوعی اخلاق کو اخلاق کریمانہ ہمیشہ رد کرتے آئے ہیں۔

ہجرت کے بعد ابولہب کی سرگرمیاں

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ آپ ﷺ اب مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔

چنانچہ حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے آپ ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت فرما گئے، ادھر ابولہب کی اسلام و مسلم دشمنی میں کوئی کمی نہیں آئی، ہمیشہ اس تاک میں رہتا تھا کہ کسی طرح لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکے، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ابولہب کی ہجو میں اس وقت یہ اشعار کہے:

ترجمہ: "ابولہب کو بتا دو کہ محمد ﷺ اپنی منزل کو پہنچ جائیں گے اگرچہ یہ تمہیں اچھا نہ لگے۔

اور اگرچہ تم نے ان کے ساتھ دشمنی کی، انہیں بے یار و مددگار چھوڑا اور ذلیل کمینوں کا ساتھ دیا۔

اگر تم بنی ہاشم کے شرفاء میں سے ہوتے تو تم ضرور ظلم کا دفاع کرتے۔

کریمانہ اخلاق و شرافت کی وجہ سے ہاشم بڑے مرتبہ والے ہوئے، اور

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

تمہیں غم والم، ذلت ورسوائی کے گڑھے میں دھکیل دیا گیا۔"

جنگِ بدر میں ابولہب کی تمنا

ابولہب حضورﷺ سے اپنی عداوت ودشمنی پر برقرار رہا یہاں تک غزوہ بدر پیش آ گیا قریش حضورﷺ کے خلاف جنگ کے لئے آئے، ابولہب کے علاوہ قریش کے ہر سردار نے اس جنگ میں شرکت کی، ابولہب نے اپنے بدلہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بھیج دیا تا کہ وہ اس اولین معرکہ میں ابولہب کی طرف سے جنگ کرے، جو مسلمانوں اور کفار کی ایک جماعت کے درمیان پیش آیا۔

ابولہب روزانہ خانہ کعبہ کے پاس بیٹھ کر لوگوں سے جنگ کے احوال دریافت کرتا تھا، میدان بدر میں مشرکین کا حال یہ تھا کہ وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے، ان کی جماعت تتر بتر ہوگئی، بہت سے کفار گھاٹیوں اور وادیوں کی طرف بھاگ گئے، کچھ مغلوب و مقہور ہو کر ڈرتے ڈرتے مکہ پہنچ گئے، ذلت ورسوائی ان کے چہرے سے ٹپک رہی تھی، سوچ رہے تھے کہ مکہ والوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اپنی ہزیمت وشکست پر انہیں افسوس بھی ہو رہا تھا۔

کفار کی شکست و ہزیمت کی خبریں جب ابولہب تک پہنچیں تو ان کی تصدیق کرنا ابولہب کو دشوار ہو رہا تھا، پھر ابولہب کے مقرب ترین شخص نے جب شکست کی اطلاع دی تو اس کو یقین آ گیا، اس خبر نے اسے پاگل کر دیا، طیش میں آ کر اپنے بھائی عباس کے ایک لڑکے کی پٹائی کر دی، جس پر بچہ کی ماں غضبناک ہوگئی اور اس نے ابولہب پر حملہ کر دیا جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔

ابولہب کی عبرتناک موت

پھر ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اسے طاعون جیسا ایک مرض لاحق ہو گیا جس سے اس کی ہلاکت واقع ہوگئی۔

قبیلۂ قریش اس مرض سے بہت زیادہ خوفزدہ تھا، کوئی شخص ابولہب کے قریب نہیں گیا اس کے مرے ہوئے تین دن گزر گئے تھے لیکن اس کی اولاد میں سے بھی کوئی شخص اس کے نزدیک نہیں گیا، جب اس کی نعش پھول کر بدبودار ہوگئی، اس کے ٹکڑے ٹکڑے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

ہونے کا اندیشہ ہو گیا اور اس کی بدبو اتنی شدید ہو گئی کہ لوگوں کا وہاں رہنا دشوار ہو گیا تو ایک آدمی نے اس کے دونوں بیٹوں سے کہا:

''تم دونوں کو شرم نہیں آتی؟ تمہیں لوگوں کا خوف نہیں ہے، تمہارے والد مر کر بدبودار ہو گئے ہیں، کیا تم ان کو دفن نہیں کرو گے۔

ان دونوں نے کہا: ہمیں دراصل اس ملعون مرض کے پھیلنے کا خدشہ ہے۔

اس پر اس آدمی نے کہا: چلو میرے ساتھ چلو، میں تمہاری مدد کروں گا۔''

پھر وہ لوگ چلے، انہوں نے ابولہب پر دور سے پانی پھینک کر اسے غسل دیا، پھر بالائی مکہ لے گئے، ایک دیوار کے ساتھ سہارا دے کر اس پر پتھر پھینک پھینک کر اسے غائب کر دیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اس کے لئے ایک گڑھا کھودا گیا، پھر ایک لکڑی کی مدد سے دھکا دے کر اسے گڑھے میں اتار کر گڑھے کو بند کر دیا گیا، ابولہب کی ہلاکت ستر سال کی عمر میں واقع ہوئی۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس بدبخت اور سرکش کی موت اس طرح ذلت و رسوائی کے ساتھ واقع ہو۔ کیونکہ اس نے اللہ کے رسول سے بڑی عداوت و دشمنی کا معاملہ کیا تھا، حضرت عائشہ کے متعلق روایت آتا ہے کہ جب ان کا گزر ابولہب کی جائے موت سے ہوتا تو اپنا چہرہ پر پردہ ڈال دیتی تھیں۔

''سیصلٰی نارًا'' یعنی عنقریب ابولہب جہنم کی آگ میں جلے گا۔

علامہ ابن القیم الجوزیہ اپنی عظیم کتاب (زادالمعاد) میں لکھتے ہیں: اسم اور مسمی کے درمیان بڑا ربط و تعلق ہوتا ہے، جس طرح اشیاء کی حقیقت کا ان کے غلاف کے مابین ہوتا ہے، اسی طرح ارواح کا اجسام کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

چنانچہ عبدالعزیٰ کی کنیت ابولہب وضع ہونے میں اس کے انجام کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دھکتی آگ میں داخل ہوگا، یہ کنیت اس کے لئے زیادہ بہتر و مناسب تھی، وہ اس کنیت کا زیادہ حق دار بھی تھا۔ (ان واقعات میں زیادہ تر مواد سیرۃ حلبیہ سے لیا گیا ہے)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

حَمَّالَةَ الحَطَبِ

اُمِّ جمیل بنت حرب کا عبرتناک انجام

یہ حضور ﷺ کی چچی تھی

حضور ﷺ کی عداوت میں ابولہب بہت آگے نکل گیا تھا، اس نے صلہ رحمی کا بھی خیال نہیں کیا، شیطان کے فسق وفجور اور نافرمانی کے احکامات پر دل وجان سے عمل کیا، اس سلسلہ میں اس کی بیوی اس کی مدد کرتی تھی، اس کا نام جمیل بنت حرب بن امیہ بن عبد شمس امویہ تھا، یہ خاتون بھی نہایت بے رحمی کے ساتھ آپ ﷺ کی مخالفت کرتی تھی، گویا یہ خبیث عورت خبیث مرد کی خباثت میں تعاون کرنے کا ایک عملی نمونہ تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الخبيثات للخبيثين والخبيثون للخبيثات. (نور:۲۶)

یعنی۔ ''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں۔''

یہ خبیث عورت ام جمیل اپنے شوہر کے کفر، عناد اور نافرنی میں تعاون کرتی تھی، دعوت اسلامی کی سب زیادہ مخالفت کرتی تھی، موقعہ کی تلاش میں رہتی تھی کہ کسی طرح مسلمانوں کے درمیان تفرقہ، دشمنی اور فساد کو عام کروں، ان برے اعمال کے سبب اس عورت اور اس کے شوہر کو دنیا ہی میں جہنم کی بشارت دیدی گئی، اور ان دونوں کے متعلق ایک مکمل سورت نازل کی گئی جس میں ان دونوں کو دنیا وآخرت کی بربادی وہلاکت سے خبر

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

دار کیا گیا۔

ام جمیل کی ایذا رسانی وتحریض

حقیقت میں یہ بری عورت مشرکین کی عورتوں میں رسول خدا سے سب سے زیادہ دشمنی وعداوت رکھتی تھی اس نے صرف حقائق کو مسخ کرنے اور فتنہ انگیزی پر اکتفاء نہیں کیا تھا بلکہ عملاً اس کے لئے جدوجہد بھی کرتی تھی اور ایذا رسانی اور فساد برپا کرنے کی عادی بن چکی تھی، چنانچہ بعض دفعہ آپ ﷺ کو فقر وفاقہ کا طعنہ دیتی تھی اور کبھی کبھار نرینہ اولاد زندہ نہ بچنے کا طعنہ دیتی تھی، آنحضرت ﷺ ان ساری باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے بلکہ ان سے اعراض فرماتے تھے۔

وہ حضورؐ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی

جب آپ ﷺ ام جمیل کی باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتے تو اس کو بڑا غصہ آتا تھا، اور ایذا رسانی کے مختلف انداز وطریقے کے بارے میں غور کرتی تھی چنانچہ وہ رات کے وقت آپ ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھا کر چلی جاتی تھی، امام بیہقی نے (دلائل) میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے ”وامراته حمالة الحطب“ کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ:

> ”اُم جمیل آپ ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھا دیتی تھی تا کہ اس سے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو تکلیف پہنچے، ”حمالة الحطب“ کہا جاتا ہے نقالة الحدیث کو۔“ (دلائل نبوت ۱/۱۸۳)

بظاہر ام جمیل کی آپ ﷺ سے شدید عداوت رکھنے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ آنحضرت ﷺ کی برادری بنی ہاشم اور ام جمیل کی برادری بنی امیہ کے درمیان قریش میں سیادت وقیادت کے سلسلہ میں چپقلش پائی جاتی تھی شاید یہی عداوت کا سبب ہو، یا یہ کہ رشتہ داروں کے مابین جو حسد وکینہ پایا جاتا ہے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کا شاید یہ وجہ ہو، بہرحال جو بھی ہو یہ عورت بالکل زہریلے سانپ کی مانند تھی جو اپنے شوہر کی دل میں بغض وکراہت کا زہر پھیلاتی تھی جس نے اپنے بھتیجے سے علی الاعلان عداوت قائم کررکھی تھی۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ابولہب بے بس تھا

ایسا لگتا ہے کہ ابولہب اپنی بیوی کے آگے بے بس تھا کیونکہ ام جمیل کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ بہت جری، بیہودہ اور زبان دراز خاتون تھی، اس کے اردگرد کے لوگوں پر اس کا بڑا اثر ورسوخ تھا، یہی وجہ ہے کہ جب قریش نے اس دین جدید اور رسول خدا کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے مجلس شوریٰ منعقدہ کی تو سب اس نتیجہ پر پہنچے کہ محمد ﷺ جادوگر ہیں، اور ہم سب متفقہ طور پر لوگوں سے یہ کہیں گے کہ محمد جادوگر ہیں۔

مذکورہ فیصلہ صادر کرنے کے بعد اس پر عمل کرنے کا مرحلہ آیا، اندازہ یہ ہے کہ اس سے ام جمیل کو خوشی ہوئی ہوگی، اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ تم اس فیصلہ پر عملدرآمد کرو، آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ موسم حج میں لوگوں کے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور بازار عکاظ اور بازار مجنہ اور بازار ذی المجاز میں بھی تشریف لے جاتے تھے، وہاں ان کو دین الٰہی کی طرف دعوت دیتے تھے، ابولہب اس وقت آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہوتا تھا، لوگوں سے کہتا تھا:

”تم لوگ اس کی اتباع نہ کرو یہ جھوٹا صابی ہے (یعنی اپنے آباء واجداد کے دین کا باغی ہے)۔“ (مسند امام احمد ۳/۴۹۲)

اُم جمیل عداوت ودشمنی کے تمام حدود کو تجاوز کرگئی، اس کا مکان آپ ﷺ کے مکان سے متصل تھا، ام جمیل گندگی اور کوڑا کرکٹ اٹھا کر آپ ﷺ کے دروازے پر ڈال دیتی تھی، آنحضرت ﷺ اپنے دست مبارک سے ان کو ہٹا دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ”اے بنی عبد مناف پڑوسی کے ساتھ یہ کیسا برتاؤ کر رہے ہو؟“

لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو بھڑکنے والی آگ سے خبردار کیا ہے تو کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے نیز اسی طرح اس کے شوہر کو بھی ایسے عذاب سے ڈرائے جانے میں کسی کو تامل نہیں ہونا چاہئے۔

چغل خوری اور فتنہ وفساد پھیلانے والی

جیسا کہ اس سے پہلے گزر گیا کہ آپ ﷺ اپنے چچا اور اس کی اہلیہ ام جمیل کے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

غضب اور چیخ و دھاڑ کو دیکھ رہی تھیں، اولین سابقین کی طرح ایمان نے ان کے دل میں بھی گھر بنالیا تھا، وہ ابولہب کی طرف متوجہ ہوئیں اور کہنے لگیں:

اے بھائی! کیا تمہیں اپنے بھتیجے کی ذلت و رسوائی اچھی لگتی ہے؟ خدا کی قسم علم رکھنے والے مسلسل کہہ رہے ہیں کہ عبدالمطلب کی پشت سے ایک نبی پیدا ہوگا وہ نبی یہ ہے۔

اس پر ابولہب نے کہا: خدا کی قسم یہ غلط ہے یہ تو صرف تمنا ہے، تم ایک عورت ہو، عورتوں کی باتوں کا اعتبار صرف بناؤ سنگھار میں ہوتا ہے، اگر تمام قریش ہمارے خلاف ہو گئے، ساری قوم ہماری مخالف ہوگئی تو ان کے سامنے ہماری حیثیت کیا ہوگی۔

(انساب الأشراف ۱/۱۱۹)

اس مجلس میں ابولہب ڈراتے دھمکاتے ہوئے چلا گیا، وہ لات، منات، عزیٰ اور ھبل کی قسم کھا رہا تھا کہ بتوں کی خاطر وہ اپنی جان و مال اور اولاد کو بھی قربان کردے گا، اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنے کے لئے ہر حربہ استعمال کرے گا، دوسری طرف ابوطالب نے عزم مصمم کرلیا کہ ہر حالت میں نبی کریم ﷺ کی حفاظت کروں گا۔

جبل صفا پر

آنحضرت کو جب اس پر اطمینان ہوا کہ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب آپ کی حمایت وحفاظت کریں گے تو آپ ﷺ ایک دن جبل صفا پر چڑھے اور با آواز بلند فرمایا: اے لوگو! ہلاکت و بربادی تمہارے سامنے ہے، یہ جملہ سنتے ہی تمام قریش آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے ان کو توحید، ایمان، نبوت اور یوم آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

امام بخاریؒ نے اس قصہ کے ایک حصہ کو اپنی سند کے ساتھ سعید بن جبیر کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

جب یہ آیت:

وانذر عشیرتک الأقربین.

"آپ اپنے اعزاء واقرباء کو دین کی دعوت دیں۔"

نازل ہوئی تو آپ ﷺ جبل صفا پر چڑھ گئے اور قریش کی شاخ بنی فہر، بنی عدی وغیرہ کا نام لے کر آواز دینا شروع کردیا، سب لوگ جمع ہو گئے ہر شخص خود مجمع میں حاضر ہونے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کی کوشش کررہا تھا، جس کے پاس کوئی عذر تھا اس نے اپنے نائب کے طور پر کسی کو بھیج دیا، چنانچہ تمام قریش جمع ہوگئے جن میں ابولہب بھی تھا، آپ ﷺ نے بات شروع کی، آپ ﷺ نے فرمایا: (میں ایک بلند جگہ پر کھڑا ہوں یہاں سے) اگر میں تمہیں بتلاؤں کہ دشمن کا لشکر تمہارے اوپر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا ہے تو کیا تم میری تصدیق کروگے؟

سب نے کہا: جی ہاں، ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے ہوئے نہیں سنا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: پھر سنو، بے شک میں تمہیں ایک شدید عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو بالکل سامنے پہنچ گیا ہے۔

اس پر ابولہب نے کہا: تیرے لئے ہمیشہ بربادی ہو، کیا تم نے ہمیں یہ کہنے کے لئے یہاں پر جمع کیا تھا؟

قرآن کریم کا نزول

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

تبت یدآ أبی لهب وتب ○ مآ أغنٰی عنه ماله وما کسب ○

(فتح الباری ۸/۳۶۰)

"ابولہب کے دونوں ہاتھوں برباد ہوجائیں اور خود اس کا بھی ستیاناس ہو جائے، اس کے مال و دولت نے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔"

آنحضرت ﷺ کی طرف سے یہ اہم اعلان تھا، جس میں آپ ﷺ نے اس بات کو واضح فرمایا کہ اس پیغام پر ایمان ہی دراصل اس رشتہ کا احیاء ہے جو ان کے آپ ﷺ کے درمیان ہے، نیز یہ کہ اس عظیم تنبیہ کے آگے قرابت داری کی عصبیت بے معنی ہوکر رہ گئی ہے۔

نہایت جہالت و تجاہل کے ساتھ ابولہب حضور ﷺ کی عداوت میں بہت آگے نکل گیا اس نے صلہ رحمی اور رشتہ داری کا پاس نہیں کیا، آغاز اسلام سے لے کر اب تک اس کا معاملہ آپ ﷺ کے ساتھ معاندانہ رہا، یہ خیال نہیں کیا کہ یہ اپنے بھائی کا بیٹا ہے، اپنا پڑوسی ہے، بلکہ یہ بھی بھول گیا کہ اس نے حضرت ﷺ کی پیدائش کی نوید سنانے پر اپنی باندی ثوبیہ اسلمیہ کو اظہار مسرت کے طور پر آزاد کردیا تھا، غصہ و تعصب میں اندھا ہوگیا، کسی چیز کا خیال نہیں کیا۔ حضور ﷺ کا کٹر دشمن بن گیا، یہی حال اس کی بیوی ام جمیل (یا ام قبیح) کا بھی

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

تھا، وہ بھی آپ ﷺ کی بڑی دشمن تھی، دشمنی میں آ کر ایسی احمقانہ حرکتیں کرتی تھی کہ جس سے اس بات کا اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کتنی کمینی خاتون تھی۔

آنحضرت ﷺ اپنے چچا ابولہب کے قریب ان کے پڑوس میں رہتے تھے، آپ کے اور اس کے درمیان رشتہ مصاہرت بھی قائم تھا، آپ ﷺ کی دو صاحبزادیاں رقیہ اور کلثوم ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں، یہ دونوں اچھے شوہر ثابت نہیں ہوئے۔ ابولہب نے ان کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دے دو، انہوں نے طلاق دے دی اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کو خاندانی مشکلات میں الجھا کر تبلیغی امور سے روکا جائے۔ ان سب حرکتوں کے باوجود ابولہب کی عداوت میں کمی نہیں آئی، بلکہ اس میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

پڑوس میں نبی کریم ﷺ کو ایذاء رسانی

ابولہب نے اپنی عداوت میں صرف باتوں پر کفایت نہیں کی، بلکہ اس نے پڑوسی کے حق کا بھی خیال نہیں کیا۔

علامہ بلاذریؒ نے پڑوس کی ایذاء رسانی کے طریقوں اور اندھی عداوت کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا ہے: ابولہب نجاست و غلاظت اٹھا کر نبی کریم ﷺ کے دروازے پر رکھ دیتا تھا، ایک دفعہ ابولہب کچھ غلاظت آپ ﷺ کے دروازہ پر رکھ چکا تھا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے دیکھ لیا، انہوں نے ان نجاستوں کو اٹھا کر ابولہب کے سر پر رکھ دیا، ابولہب اپنے سر کو صاف کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا: یہ احمق صابی ہے (یعنی اپنے آباء و اجداد کے دین کا باغی) اس کے بعد اس کی ان حرکتوں میں کمی آئی، لیکن وہ دوسروں کو اس کی تلقین کرتا تھا۔ (أنساب الأشراف ۱/۱۳۱)

انتہائی درجہ کی عداوت

یہ بھی ایک ناقابل فہم بات ہے کہ ابولہب حضور ﷺ کا چچا تھا، اس کے باوجود وہ آپ ﷺ کا کڑوا دشمن تھا، صلہ رحمی کا کم از کم تقاضا یہ تھا کہ اگر اس کو اچھا نہیں لگ رہا تھا تو خاموش ہو جاتا، نہ گالیاں دیتا اور نہ ہی دشمن بن جاتا۔

ابولہب کی شدت عداوت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا ہر جگہ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

پیچھا کرتا تھا، بازاروں، محفلوں اور موسم حج میں لوگوں سے کہتا تھا: "یہ جھوٹا ہے" اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان باندھتا تھا۔

حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباسؓ نے روایت کی ہے، فرماتے ہیں میں نے ربیعہ بن عباد الدیلی (ان کا تعلق بنی دیل سے ہے زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں سے ہیں بعد میں مسلمان ہوگئے) سے سنا وہ میرے والد کو بیان کررہے تھے:

میں ایک جوان لڑکا تھا اپنے والد کے ساتھ منیٰ میں تھا، آپ ﷺ مختلف قبائل کے سامنے کھڑے ہو جاتے تھے، اور کہتے تھے: اے بنی فلاں! میں تمہارے لئے اللہ کا رسول ہوں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانے سے روکتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو ان کو چھوڑ دو، تم ایمان لے آؤ، میری تصدیق وحفاظت کرو، تاکہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچادوں۔

ابولہب بھینگا بھی تھا

راوی کہتا ہے: ان کے پیچھے روشن چہرہ والا ایک بھینگا آدمی تھا، اس کے بالوں کے دو جوڑے تھے، اس نے عدنی کپڑوں کا جوڑا پہن رکھا تھا، جب آنحضرت ﷺ اپنے بیان سے فارغ ہوجاتے تو یہ شخص کہتا:

اے بنی فلاں! یہ تم سے کہتا ہے کہ تم لات وعزیٰ (بتوں کے نام) کو چھوڑ دو، اور تمہارے حلیف بنی مالک بن اُقیس کو چھوڑ دو، اور اس کی بدعت وگمراہی پر ایمان لے آؤ، لہٰذا نہ تم اس کی بات سنو اور نہ اس کی اطاعت کرو۔

ربیعہ بن عباد کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے کہا: یہ کون ہے؟

انہوں نے بتایا کہ یہ ان کا چچا عبدالعزیٰ (ابولہب) ہے۔

(تاریخ اسلام للذھبی ص ۲/۱۵)

ابولہب نے آپ ﷺ کو جھٹلانے کے سلسلہ میں مذکورہ حرکتوں پر اکتفا نہیں کیا، وہ اس سے زیادہ کرنے کے لئے بے چین تھا، آنحضرت ﷺ جب اسلام کی دعوت دینے کے لئے مختلف قبائل کے پاس جاتے تو یہ بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے جاتا تھا، لوگوں کو دین سے روکتا تھا، بعض اوقات اس کے حسد وکینہ کا یہ عالم تھا کہ وہ آپ ﷺ کو پتھر مارتا تھا جس

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

سے آپ ﷺ کے دونوں قدم مبارک لہولہان ہو جاتے تھے۔

رسولِ اکرمؐ پر ظلم وستم

یہاں مناسب یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات کو جنہیں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، براہِ راست ان کی زبانی نقل کی جائے۔ طارق بن عبیداللہ المحاربی کہتے ہیں:

میں نے آنحضرت ﷺ کو دو مرتبہ دیکھا۔ ایک دفعہ ذی المجاز کے بازار میں، میں اس وقت کوئی چیز فروخت کر رہا تھا۔ آپ ﷺ میرے سامنے سے گزرے، آپ ﷺ نے ایک سرخ جوڑا زیب تن کر رکھا تھا، اس وقت میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا: اے لوگو! لا إلہ إلا اللہ کہو، کامیاب ہو جاؤ گے۔

اچانک میں نے آپ ﷺ کے پیچھے ایک شخص کو دیکھا جو آپ ﷺ کو پتھر مار رہا تھا جس سے آپ ﷺ کی دونوں پنڈلیاں اور دونوں قدم مبارک لہولہان ہو گئے تھے، یہ شخص کہہ رہا تھا: اے لوگو! اس کی بات مت مانو، یہ جھوٹا ہے اس کی تصدیق نہ کرو۔

میں نے کہا: یہ کون ہے؟

جواب ملا: یہ بنو عبدالمطلب کا ایک جوان ہے، اس کا نام محمد ﷺ ہے اس کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے۔

میں نے کہا: اسے جو پتھر مار رہا ہے وہ کون ہے؟

جواب ملا: یہ ان کا چچا عبدالعزیٰ (ابولہب) بن عبدالمطلب ہے، ان کا خیال ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔ (السیر والمغازی ص ۲۳۲)

یہ ہے ابولہب کی تند مزاجی، سخت طبیعت، خسیس ترین کام کرنے والا، جاہلیت کی آرزوں اور تمناؤں کی بناء پر حضور ﷺ کے ساتھ اس طرح کا سخت معاملہ کرتا تھا۔

ابولہب کی گندی ذہنیت

ابولہب کی گندی ذہنیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا بدخواہ بھی تھا، ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے (عبداللہ) کا انتقال ہو گیا، جس پر ابولہب بہت خوش ہوا، بھاگتے ہوئے اپنے دوستوں کے پاس گیا ان کو خوشخبری سنائی کہ:

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

آج رات محمد کا ستیاناس ہو گیا ہے، جس پر یہ ایک آیت کریمہ نازل ہوئی:

اِنَّ شانئک هو الْاَبْتَرُ O (الکوثر: ۳)

''آپؐ کے دشمن کا ستیاناس ہوا ہے۔''

بہر حال ابولہب کیا تھا؟ اس کا غصہ کیا تھا؟ اس کے جھوٹ کا کیا عالم تھا؟ آپ ﷺ کے خلاف اس کا کیا رویہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے پیغام کے حامل تھے، جس سے لوگوں کے دلوں سے اوھام کا پردہ چاک کرنا چاہتے تھے، اور جو پوری دنیا کے لئے حق وہدایت کا پیغام تھا۔

ابولہب بیرونی وفود سے کیا کہتا تھا؟

مختلف طریقوں سے ابولہب نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین سے روکنے کی بھرپور کوشش کی، اس پر کفایت نہیں کی کہ وہ خود کفر وشرک پر باقی رہتا، اپنی ضلالت وحماقت پر برقرار رہتا، بلکہ اس بات کی کوشش کی کہ ساری دنیا شرک اور بت پرستی میں مبتلا رہے، چنانچہ دور دراز کے علاقوں سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود کی باقاعدہ نگرانی کرتا تھا، ان سے جا کر ملتا تھا، ان کو آپ ﷺ سے متنفر کرتا تھا، ان کو آپ ﷺ کے جادو (بزعم اس کے) سے خوفزدہ کرتا تھا۔

عبدالرحمٰن بن کیسانؒ کہتے ہیں:

''جب کوئی وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو ابولہب ان کے پاس جاتا، لوگ اس سے آپ ﷺ کے متعلق پوچھتے اور کہتے کہ آپ ان کے بارے میں ہم سے زیادہ جانتے ہیں، تو ابولہب ان سے کہتا: وہ تو جھوٹا جادوگر ہے، یہ سن کر یہ وفد آپ ﷺ سے ملے بغیر واپس چلا جاتا تھا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس ایک وفد آیا، ابولہب نے جا کر سب سے پہلے ان سے ملاقات کی، وفد کے اراکین نے کہا کہ ہم ان سے ملے بغیر اور ان کی باتیں سنے بغیر واپس نہیں جائیں گے، اس پر ابولہب نے کہا: ہم تو مسلسل ان کے جنون کا علاج کر رہے ہیں ان کا ناس ہو جائے، وہ برباد ہو جائیں، آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو بہت غمزدہ ہوئے، اس پر

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اللہ تعالیٰ نے یہ سورت (تبت) نازل فرمائی۔" (تفسیر قرطبی ۲/۲۳۵)

اس نے حضور ﷺ کو جادوگر قرار دیا

برباد ہوا ابولہب (اللہ اس کا برا کرے) لوگوں سے ملاقات کر کے کہتا تھا کہ تمہیں محمد (ﷺ) میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ جادو ہے، ابولہب کہا کرتا تھا: تم پر محمد ﷺ نے جادو کر دیا ہے، ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم پوری بکری کھا جاتے ہیں بڑی پیالی میں دودھ بھر کر پی جاتے ہیں تب بھی نہ ہمارا پیٹ بھرتا ہے اور نہ ہم سیراب ہوتے ہیں جبکہ تمہیں محمد ﷺ بکری کی ران کھلا کر تمہارا پیٹ بھر دیتا ہے اور ایک پیالی دودھ سے تم سب کو سیراب کر دیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: "ابولہب لوگوں کو یہ کہہ کر کہ محمد جادوگر ہیں آپ ﷺ سے لوگوں کو روکتا تھا، چنانچہ لوگ آپ ﷺ سے ملاقات کئے بغیر واپس چلے جاتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ ابولہب قبیلہ کا شیخ تھا، آپ ﷺ سے اس کی نسبت آپؐ والد کی سی تھی، کوئی اس پر تہمت نہیں لگاتا تھا، جب سورہ (تبت یدا) نازل ہوئی اور اس کو اس کی خبر ملی تو بہت غصہ میں آیا اور شدید دشمنی کا اظہار کیا، اس کے بعد لوگوں نے اس کو غلط قرار دے کر اس پر تنقید شروع کر دی، اور آپ ﷺ کے متعلق اس کی باتوں کا کوئی اعتبار برقرار نہیں رہا، جس سے ان کی ساری کوششیں ناکام ہو گئیں اور تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔

(تفسیر امام رازی ۳۲/۱۵۳)

آیت میں ہاتھ کا ذکر آنے کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ سے ملنے کے لئے آنے والے شخص کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہتا تھا کہ صحیح حالت میں واپس لوٹ جاؤ، کیونکہ وہ پاگل ہے۔

ابوطالب کی خواہش

ابوطالب چاہتے تھے کہ ابولہب اپنے بھتیجے محمد ﷺ کی مدد کرے، یہ ابوطالب کی خواہش تھی، جب ابوطالب کے بھانجے حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد المخزومیؓ ابوطالب کے حلقہ امن میں داخل ہو گئے، تو بنی مخزوم کی ایک جماعت نے انہیں تکلیف پہنچانے کی کوشش کی، انہوں نے کہا:

اے ابوطالب! آپ نے اپنے بھتیجے محمد ﷺ کو تو امن دے دی، لیکن آپ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ہمارے (بنی مخزوم کے) آدمی کو کیوں تحفظ فراہم کر رہے ہیں؟ آپ ہمارے اوران کے درمیان حائل کیوں ہیں؟

ابوطالب نے کہا: اس نے مجھ سے امن طلب کیا ہے، وہ میرا بھانجا ہے، اگر میں اپنے بھانجے کی حفاظت نہ کروں تو پھر اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کی حفاظت کیوں کروں؟"

اس وقت ابولہب طیش میں آکر کھڑا ہوگیا، اس نے کہا: اے قریش! خدا کی قسم تم نے شیخ (ابوطالب) کو بہت کچھ کہا ہے، اب اس سے آگے مت بولو، یا پھر ہم بھی ان کے ساتھ شامل ہو جائیں گے پھر دیکھو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں؟ اب ان بت پرستوں کو بات سمجھ میں آ گئی، ان کو خدشہ ہوا کہ ابولہب اگر ان کے ساتھ شامل ہو گیا تو محمد ﷺ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے، ان کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا، اور وہ محمد ﷺ کے ایک کٹر دشمن سے محروم ہو جائیں گے۔ بلکہ ابولہب ہی محمد ﷺ کی دشمنی میں ان کا بہترین ساتھی ہے، لہٰذا سب نے بیک آواز کہا:

"اے عتبہ کے ابا: آپ کو جو بات اچھی نہ لگے ہم اسے چھوڑ دیں گے آئندہ ہماری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔"

یہ لوگ اپنے وعدہ پر قائم رہے، پھر انہوں نے ابوطالب کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی، ابولہب کی مذکورہ گفتگو سن کر ابوطالب کے دل میں حرص وامید پیدا ہوئی کہ شاید ابولہب اب محمد ﷺ کی مدد کرے گا، چنانچہ ابولہب کو اس پر آمادہ کرنے کے لئے ابوطالب نے مندرجہ ذیل اشعار عربی میں کہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"اور ان کا (محمد ﷺ) عم ابوعتبہ تو روضہ میں ہیں جو ظلم کے موقعہ پر خاموش نہیں رہتے۔

میں ان سے کہہ رہا ہوں لیکن میری نصیحت کی حیثیت کیا ہے؟ اے ابومعتب! اپنی شخصیت کو باقی رکھو۔

جب تک زندگی رہے ایسا کوئی کام نہ کرو جس کی وجہ سے تمہیں گالی دی جاتی رہے اگر چہ مواسم حج میں کیوں نہ ہو۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

عجز وضعف کا راستہ ترک کردو کیونکہ تمہیں عجز کے ساتھ لازم وملزوم بنا کر
نہیں پیدا کیا گیا۔
جنگ کرو کیونکہ جنگ انصاف ہے، تم ہرگز جنگجو کو مات کھاتے ہوئے نہیں
دیکھو گے یہاں تک کہ اس کے ساتھ صلح ہو جائے۔"

ابولہب کا غیظ وغضب

ابولہب نے اپنے بوڑھے بھائی ابوطالب کی باتوں کو نہیں مانا، اور قریش کی تائید و حمایت کرتا رہا، ابولہب کا غیظ وغضب وقتی آندھی سے زیادہ نہ تھا، یہی وجہ تھی کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا غصہ بھی ختم ہوتا گیا، پھر وہ بدبخت خود بھی ختم ہو گیا، شاعر نے کیا خوب کہا۔

ترجمہ: "جس شخص نے ایسی شئے ایجاد نہیں کی جس کا تعلق اس کی ذات سے نہ تھا۔ وہ اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس کی نفس پر اس کی عادت غالب آ جاتی ہے۔"

جب ابوطالب کا انتقال ہوا اور پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ پر دو مصیبتیں اکٹھی ہو گئیں، آپ ﷺ نے زیادہ وقت گھر پر گزارنا شروع کر دیا، بہت کم باہر نکلتے تھے، قریش نے آپ ﷺ کے ساتھ وہ سب کچھ کیا جس کا ان کو پہلے موقع نہیں ملا تھا اور جس کی ان کو توقع کبھی نہیں تھی، ابولہب کو اس کی اطلاع ملی تو وہ غضبناک ہو کر آیا اور کہا: اے محمد ﷺ! تم جو چاہو کرو، وہ سب کچھ کرو جو تم ابوطالب کی زندگی میں کیا کرتے تھے، لات کی قسم جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔

عتبہ کا باپ بے دین ہو گیا!

ابوطالب ابولہب کو آپ ﷺ کی امداد پر اُکسایا کرتے تھے، حضور ﷺ کی مدد و حمایت کیلئے وہ انہیں عمدہ اخلاق اپنانے کی ترغیب دیتے تھے، ابوطالب ہمیشہ کہا کرتے تھے:

"جب تک زندگی رہے ان کو بے یار و مددگار مت چھوڑو، ہمیشہ نیک اور نجات دہندہ بننے کی کوشش کرو، ہاشمیوں سے دشمنوں کو بھگاؤ، عالم لوگوں

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کی بہ نسبت ان سے محبت کرنا زیادہ بہتر ہے۔''

ایک دفعہ ابن غیطلۃ نے آپ ﷺ کو گالی دی تو ابولہب نے اسے درست کر دیا۔ اس پر وہ چیخا اور کہنے لگا: اے قریش! عتبہ کا باپ بے دین ہو گیا ہے، تمام قریش وہاں جمع ہو گئے، ابولہب نے کہا: دراصل میں نے عبدالمطلب کے دین کو چھوڑا نہیں ہے لیکن میں اپنے بھتیجے پر ظلم ہونے نہیں دوں گا، یہاں تک کہ وہ اس کام کو مکمل نہ کر لے۔

اس پر سب نے کہا: یہ آپ نے بہت اچھا کیا، اس سے آپ نے صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو اس سے فائدہ یہ ہوا کہ آپ آزادانہ نقل و حرکت کر سکتے تھے چنانچہ آپ ﷺ بلا روک ٹوک کئی دنوں تک جہاں چاہتے تشریف لے جاتے، لوگ ابولہب سے ڈرتے تھے، لوگوں کو اب یہ گمان ہو گیا کہ ابولہب ہمیشہ اپنے بھتیجے کی حمایت کرتے رہیں گے۔

کفر کے دو بڑے سرغنوں کی سازش

کفر کے دو بڑے سرغنوں ابوجہل اور عقبہ بن ابی معیط نے غور و فکر شروع کر دیا کہ کسی طرح ابولہب کو آپ کی حمایت سے باز رکھا جائے۔ یہ دونوں ایک دن ابولہب کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ کیا تمہیں تمہارے بھتیجے نے کبھی یہ نہیں بتایا کہ تمہارے والد عبدالمطلب اس وقت کہاں ہیں؟

اس پر ابولہب آپ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا: اے محمدؐ! عبدالمطلب اس وقت کہاں ہیں؟

آپ ﷺ نے جواب دیا: اپنی قوم کے ساتھ ہے۔

ابولہب ان دونوں کے پاس گیا اور ان سے کہا: میں نے محمد ﷺ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ ہے۔

اس پر ان دونوں نے کہا: محمدؐ کا گمان ہے کہ وہ آگ میں ہیں۔

ابولہب نے کہا: اے محمدؐ! کیا عبدالمطلب آگ میں داخل ہوں گے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی بھی موت اس دین پر ہوئی ہو جس پر عبدالمطلب کی ہوئی ہے تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اس پر ملعون ابولہب نے کہا: خدا کی قسم میں ہمیشہ تمہارا دشمن ہی رہوں گا، تمہارا گمان تو یہ ہے کہ عبدالمطلب جہنم میں ہیں۔

اب ابولہب اور قریش کی عداوت و دشمنی میں اضافہ ہوتا گیا۔

ابولہب کی مزاج و طبیعت کا یہ حال تھا جس کا معمولی تذکرہ اوپر آیا ہے، خیانت و حسد سے بھرپور، اپنی خواہشات کے آگے بے بس، کبھی نفس کے غلبہ کے تحت وہ کنٹرول میں آ جائے تو زیادہ دیر تک اس پر قائم نہیں رہتا، عادت و مزاج ہی کو ہمیشہ غلبہ حاصل ہوتا ہے، عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اے وہ شخص جس نے اپنی عادت کے بجائے مصنوعی اخلاق کا مظاہرہ کیا ہے، جس کا کام صرف چاپلوسی اور فساد ہے۔

تم اپنی معروف عادات کی طرف لوٹ جاؤ کیونکہ مصنوعی اخلاق کو اخلاق کریمانہ ہمیشہ رد کرتے آئے ہیں۔

ہجرت کے بعد ابولہب کی سرگرمیاں

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ آپ ﷺ اب مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔

چنانچہ حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے آپ ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت فرما گئے، ادھر ابولہب کی اسلام و مسلم دشمنی میں کوئی کمی نہیں آئی، ہمیشہ اس تاک میں رہتا تھا کہ کسی طرح لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکے، حضرت حسان بن ثابتؓ نے ابولہب کی ہجو میں اس وقت یہ اشعار کہے:

ترجمہ: ”ابولہب کو بتا دو کہ محمد ﷺ اپنی منزل کو پہنچ جائیں گے اگرچہ یہ تمہیں اچھا نہ لگے۔

اور اگرچہ تم نے ان کے ساتھ دشمنی کی، انہیں بے یار و مددگار چھوڑا اور ذلیل کمینوں کا ساتھ دیا۔

اگر تم بنی ہاشم کے شرفاء میں سے ہوتے تو تم ضرور ظلم کا دفاع کرتے۔

کریمانہ اخلاق و شرافت کی وجہ سے ہاشم بڑے مرتبہ والے ہوئے، اور

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

تمہیں غم والم، ذلت ورسوائی کے گڑھے میں دھکیل دیا گیا۔"

جنگِ بدر میں ابولہب کی تمنا

ابولہب حضور ﷺ سے اپنی عداوت ودشمنی پر برقرار رہا یہاں تک غزوہ بدر پیش آ گیا قریش حضور ﷺ کے خلاف جنگ کے لئے آئے، ابولہب کے علاوہ قریش کے ہر سردار نے اس جنگ میں شرکت کی، ابولہب نے اپنے بدلہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بھیج دیا تاکہ وہ اس اولین معرکہ میں ابولہب کی طرف سے جنگ کرے، جو مسلمانوں اور کفار کی ایک جماعت کے درمیان پیش آیا۔

ابولہب روزانہ خانہ کعبہ کے پاس بیٹھ کر لوگوں سے جنگ کے احوال دریافت کرتا تھا، میدان بدر میں مشرکین کا حال یہ تھا کہ وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے، ان کی جماعت تتر بتر ہوگئی، بہت سے کفار گھاٹیوں اور وادیوں کی طرف بھاگ گئے، کچھ مغلوب و مقہور ہو کر ڈرتے ڈرتے مکہ پہنچ گئے، ذلت ورسوائی ان کے چہرے سے ٹپک رہی تھی، سوچ رہے تھے کہ مکہ والوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اپنی ہزیمت وشکست پر انہیں افسوس بھی ہورہا تھا۔

کفار کی شکست و ہزیمت کی خبریں جب ابولہب تک پہنچیں تو ان کی تصدیق کرنا ابولہب کو دشوار ہورہا تھا، پھر ابولہب کے مقرب ترین شخص نے جب شکست کی اطلاع دی تو اس کو یقین آگیا، اس خبر نے اسے پاگل کردیا، طیش میں آکر اپنے بھائی عباس کے ایک لڑکے کی پٹائی کردی، جس پر بچہ کی ماں غضبناک ہوگئی اور اس نے ابولہب پر حملہ کردیا جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔

ابولہب کی عبرتناک موت

پھر ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اسے طاعون جیسا ایک مرض لاحق ہوگیا جس سے اس کی ہلاکت واقع ہوگئی۔

قبیلۂ قریش اس مرض سے بہت زیادہ خوفزدہ تھا، کوئی شخص ابولہب کے قریب نہیں گیا اس کے مرے ہوئے تین دن گزر گئے تھے لیکن اس کی اولاد میں سے بھی کوئی شخص اس کے نزدیک نہیں گیا، جب اس کی نعش پھول کر بدبودار ہوگئی، اس کے ٹکڑے ٹکڑے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

ہونے کا اندیشہ ہو گیا اور اس کی بدبو اتنی شدید ہو گئی کہ لوگوں کا وہاں رہنا دشوار ہو گیا تو ایک آدمی نے اس کے دونوں بیٹوں سے کہا:

''تم دونوں کو شرم نہیں آتی؟ تمہیں لوگوں کا خوف نہیں ہے، تمہارے والد مر کر بدبودار ہو گئے ہیں، کیا تم ان کو دفن نہیں کرو گے۔

ان دونوں نے کہا: ہمیں دراصل اس ملعون مرض کے پھیلنے کا خدشہ ہے۔

اس پر اس آدمی نے کہا: چلو میرے ساتھ چلو، میں تمہاری مدد کروں گا۔''

پھر وہ لوگ چلے، انہوں نے ابولہب پر دور سے پانی پھینک کر اسے غسل دیا، پھر بالائی مکہ لے گئے، ایک دیوار کے ساتھ سہارا دے کر اس پر پتھر پھینک پھینک کر اسے غائب کر دیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اس کے لئے ایک گڑھا کھودا گیا، پھر ایک لکڑی کی مدد سے دھکا دے کر اسے گڑھے میں اتار کر گڑھے کو بند کر دیا گیا، ابولہب کی ہلاکت ستر سال کی عمر میں واقع ہوئی۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس بدبخت اور سرکش کی موت اس طرح ذلت و رسوائی کے ساتھ واقع ہو۔ کیونکہ اس نے اللہ کے رسول سے بڑی عداوت و دشمنی کا معاملہ کیا تھا، حضرت عائشہ کے متعلق روایت آتا ہے کہ جب ان کا گزر ابولہب کی جائے موت سے ہوتا تو اپنا چہرہ پر پردہ ڈال دیتی تھیں۔

''سیصلٰی ناراً'' یعنی عنقریب ابولہب جہنم کی آگ میں جلے گا۔

علامہ ابن القیم الجوزیہ اپنی عظیم کتاب (زاد المعاد) میں لکھتے ہیں: اسم اور مسمی کے درمیان بڑا ربط و تعلق ہوتا ہے، جس طرح اشیاء کی حقیقت کا ان کے غلاف کے مابین ہوتا ہے، اسی طرح ارواح کا اجسام کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

چنانچہ عبدالعزیٰ کی کنیت ابولہب وضع ہونے میں اس کے انجام کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دھکتی آگ میں داخل ہوگا، یہ کنیت اس کے لئے زیادہ بہتر و مناسب تھی، وہ اس کنیت کا زیادہ حق دار بھی تھا۔ (ان واقعات میں زیادہ تر مواد سیرۃ حلبیہ سے لیا گیا ہے)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

حَمَّالَةَ الحَطَبِ

اُمِّ جمیل بنت حرب کا عبرتناک انجام

یہ حضور ﷺ کی چچی تھی

حضور ﷺ کی عداوت میں ابولہب بہت آگے نکل گیا تھا، اس نے صلہ رحمی کا بھی خیال نہیں کیا، شیطان کے فسق وفجور اور نافرمانی کے احکامات پر دل وجان سے عمل کیا، اس سلسلہ میں اس کی بیوی اس کی مدد کرتی تھی، اس کا نام جمیل بنت حرب بن امیہ بن عبد شمس امویہ تھا، یہ خاتون بھی نہایت بے رحمی کے ساتھ آپ ﷺ کی مخالفت کرتی تھی، گویا یہ خبیث عورت خبیث مرد کی خباثت میں تعاون کرنے کا ایک عملی نمونہ تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات. (نور:۲۶)

یعنی۔ "خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں۔"

یہ خبیث عورت ام جمیل اپنے شوہر کے کفر، عناد اور نافرنی میں تعاون کرتی تھی، دعوت اسلامی کی سب زیادہ مخالفت کرتی تھی، موقعہ کی تلاش میں رہتی تھی کہ کسی طرح مسلمانوں کے درمیان تفرقہ، دشمنی اور فساد کو عام کروں، ان برے اعمال کے سبب اس عورت اور اس کے شوہر کو دنیا ہی میں جہنم کی بشارت دیدی گئی، اور ان دونوں کے متعلق ایک مکمل سورت نازل کی گئی جس میں ان دونوں کو دنیا وآخرت کی بربادی وہلاکت سے خبر

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

دار کیا گیا۔

ام جمیل کی ایذا رسانی و تحریض

حقیقت میں یہ بری عورت مشرکین کی عورتوں میں رسول خدا سے سب سے زیادہ دشمنی وعداوت رکھتی تھی اس نے صرف حقائق کو مسخ کرنے اور فتنہ انگیزی پر اکتفاء نہیں کیا تھا بلکہ عملاً اس کے لئے جدوجہد بھی کرتی تھی اور ایذا رسانی اور فساد برپا کرنے کی عادی بن چکی تھی، چنانچہ بعض دفعہ آپ ﷺ کو فقر وفاقہ کا طعنہ دیتی تھی اور کبھی کبھار نرینہ اولاد زندہ نہ بچنے کا طعنہ دیتی تھی، آنحضرت ﷺ ان ساری باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے بلکہ ان سے اعراض فرماتے تھے۔

وہ حضورؐ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی

جب آپ ﷺ ام جمیل کی باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتے تو اس کو بڑا غصہ آتا تھا، اور ایذا رسانی کے مختلف انداز وطریقے کے بارے میں غور کرتی تھی چنانچہ وہ رات کے وقت آپ ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھا کر چلی جاتی تھی، امام بیہقی نے (دلائل) میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے "وامراته حمالة الحطب" کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ:

> "اُم جمیل آپ ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھا دیتی تھی تا کہ اس سے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو تکلیف پہنچے، "حمالة الحطب" کہا جاتا ہے نقالة الحديث کو۔" (دلائل نبوت ۱/۱۸۳)

بظاہر ام جمیل کی آپ ﷺ سے شدید عداوت رکھنے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ آنحضرت ﷺ کی برادری بنی ہاشم اور ام جمیل کی برادری بنی امیہ کے درمیان قریش میں سیادت وقیادت کے سلسلہ میں چپقلش پائی جاتی تھی شاید یہی عداوت کا سبب ہو، یا یہ کہ رشتہ داروں کے مابین جو حسد وکینہ پایا جاتا ہے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کا شاید یہ وجہ ہو، بہرحال جو بھی ہو یہ عورت بالکل زہریلے سانپ کی مانند تھی جو اپنے شوہر کی دل میں بغض و کراہت کا زہر پھیلاتی تھی جس نے اپنے بھتیجے سے علی الاعلان عداوت قائم کر رکھی تھی۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ابولہب بے بس تھا

ایسا لگتا ہے کہ ابولہب اپنی بیوی کے آگے بے بس تھا کیونکہ ام جمیل کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ بہت جری، بیہودہ اور زبان دراز خاتون تھی، اس کے اردگرد کے لوگوں پر اس کا بڑا اثر ورسوخ تھا، یہی وجہ ہے کہ جب قریش نے اس دین جدید اور رسول خدا کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے مجلس شوریٰ منعقدہ کی تو سب اس نتیجہ پر پہنچے کہ محمد ﷺ جادوگر ہیں، اور ہم سب متفقہ طور پر لوگوں سے یہ کہیں گے کہ محمد جادوگر ہیں۔

مذکورہ فیصلہ صادر کرنے کے بعد اس پر عمل کرنے کا مرحلہ آیا، اندازہ یہ ہے کہ اس سے ام جمیل کو خوشی ہوئی ہوگی، اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ تم اس فیصلہ پر عملدرآمد کرو، آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ موسم حج میں لوگوں کے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور بازار عکاظ اور بازار مجنہ اور بازار ذی المجاز میں بھی تشریف لے جاتے تھے، وہاں ان کو دین الٰہی کی طرف دعوت دیتے تھے، ابولہب اس وقت آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہوتا تھا، لوگوں سے کہتا تھا:

"تم لوگ اس کی اتباع نہ کرو یہ جھوٹا صابی ہے (یعنی اپنے آباء واجداد کے دین کا باغی ہے)۔" (مسند امام احمد ۳/۴۹۲)

اُم جمیل عداوت و دشمنی کے تمام حدود کو تجاوز کر گئی، اس کا مکان آپ ﷺ کے مکان سے متصل تھا، ام جمیل گندگی اور کوڑا کرکٹ اٹھا کر آپ ﷺ کے دروازے پر ڈال دیتی تھی، آنحضرت ﷺ اپنے دست مبارک سے ان کو ہٹا دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ "اے بنی عبد مناف پڑوسی کے ساتھ یہ کیسا برتاؤ کر رہے ہو؟"

لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو بھڑکنے والی آگ سے خبردار کیا ہے تو کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے نیز اسی طرح اس کے شوہر کو بھی ایسے عذاب سے ڈرائے جانے میں کسی کو تامل نہیں ہونا چاہئے۔

چغل خوری اور فتنہ وفساد پھیلانے والی

جیسا کہ اس سے پہلے گزر گیا کہ آپ ﷺ اپنے چچا اور اس کی اہلیہ ام جمیل کے

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت قتادہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں حضرت طلحہ کا بیان ہے کہ احد والے دن مجھے اس زور کی اونگھ آئی کہ بار بار تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی آپ فرماتے ہیں جب میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو ہر شخص کو اسی حالت میں پایا ہاں البتہ ایک جماعت وہ بھی تھی جن کے دلوں میں نفاق تھا۔ خوف ودہشت سے ہلکان ہو رہے تھے اور ان کی بدگمانیاں...... خیال حد کو پہنچ گئے تھے پس اہل ایمان اہل یقین اہل ثبات اور اہل صدق تو یقین کرتے تھے کہ خدا رسول کی ضرور...... اور ان کی منہ مانگی مراد پوری ہو کر رہے گی لیکن اہل نفاق...... کی عجب حالت تھی ان کے...... میں تھی۔

"یظنون باللہ غیر الحق ظن الجاھلیۃ"

انہیں یقین کامل ہو گیا تھا کہ، اب جان چکے تھے کہ رسول اور مومنین زندہ نہیں رہے اب بچاؤ کی صورت نہیں۔ برخلاف ان کے ایماندار بد سے بدتر حالت میں بھی خدا سے نیک گمان رہتا ہے۔

ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاساً یغشی طائفۃ منکم.

ان کے دلوں کے خیالات یہ تھے کہ اگر ہمارا کچھ بھی بس چلتا تو آج کی موت سے بچ جاتے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس سخت خوف کے وقت ہمیں تو اس قدر نیند آنے لگی کہ ہماری ٹھوڑیاں سینوں سے لگ گئیں میں نے اپنی اسی حالت میں معتب بن قشیر کے یہ الفاظ سنے کہ اگر ہمیں کچھ بھی اختیار ہوتا تو یہاں قتل نہ ہوتے اسی کے متعلق یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

"یقولون لو کان لنا من الامر من شئی"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الیٰ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

مضاجعهم.

"یعنی یہ تو مقدرات خدا ہیں جو ٹالے نہیں ٹلتے"

وليبتلي الله مافي صدوركم وليمحص مافي قلوبكم والله عليم بذات الصدور.

"یعنی دلوں میں پوشیدہ وہ راز جو دلوں میں کھٹکتے رہیں۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ان الذين تولوا منكم يوم التقى الجمعان......"

"یعنی یقیناً تم میں سے جن لوگوں نے پشت پھیر دی تھی جس روز کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ ان کو شیطان نے ان کے بعض سابقہ گناہوں کے سبب لغزش دے دی۔"

بعض علما کہتے ہیں بعض نیکیوں کا ثواب اس کے بعد نیکی کرنا اور بعض برائیوں کا بدلہ اس کے بعد برائی کرنا ہے۔ یعنی بسا اوقات ایک گناہ سے دوسرا گناہ پیدا ہوتا ہے اور ایک نیکی سے دوسری نیکی کی توفیق ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کو فرار کی راہ اختیار کرنے کا گناہ معاف فرما دیا اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں علم والے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرما دیا کرتے ہیں اور اپنی مخلوق کے ساتھ حلم و برباری اور عفو و درگزر کا معاملہ فرمایا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اولمّآ اصابتكم مُّصيبَةٌ قد اصبتم مثليها قلتم انّٰى هذا قل هو من عند انفسكم ط ان الله علىٰ كل شيءٍ قدير O

(آل عمران ۱۶۵۔۱۶۸)

ان آیات کا مطلب خیز ترجمہ یہ ہے کہ جب تمہاری ایسی ہار ہوئی جس سے دو حصے تم جیت چکے تھے تو کیا ایسے وقت میں تم یوں کہتے ہو کہ یہ کدھر سے آئی۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ ہار خاص تمہاری طرف سے ہوئی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے اور

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

جو مصیبت تم پر پڑی جس روز کہ وہ دونوں گروہ باہم مقابل ہوئے سو خدا تعالیٰ کی مشیت سے ہوئی اور تا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو بھی دیکھ لیں اور ان لوگوں کو بھی دیکھ لیں جنہوں نے نفاق کا برتاؤ کیا اور ان سے یوں کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑنا یا دشمنوں کا دفعیہ بن جانا۔ وہ بولے کہ اگر ہم کوئی ڈھنگ کی لڑائی دیکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے، یہ منافقین اس روز کفر سے نزدیک تر ہو گئے۔ بہ نسبت اس حالت کے کہ وہ ایمان کے نزدیک تھے۔ یہ لوگ اپنے منہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے بھائیوں کی نسبت بیٹھے ہوئے باتیں بناتے ہیں کہ اگر ہماری مانتے تو قتل نہ کئے جاتے۔ آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو اپنے اوپر سے موت کو ہٹاؤ اگر تم سچے ہو۔

غزوۂ اُحد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا دن تھا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب غزوہ احد کا تذکرہ کرتے تو فرماتے وہ سارا دن ہی طلحہ رضی اللہ عنہ کے لئے تھا۔ پھر بیان فرمانا شروع کرتے ہیں۔ پہلا آدمی تھا جو احد کے دن لوٹا تو میں نے ایک آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حمیت و غیرت کہاں گئی؟ میں نے کہا یہ طلحہ ہونگے۔ پھر میں نے کہا میری قوم میں سے ایسا آدمی ہوگا جو مجھے زیادہ محبوب ہے اور میرے اور مشرکین کے درمیان ایک ایسا آدمی تھا جس کو میں نہیں پہچان رہا تھا اور میں اس کی بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھا اور وہ تیزی سے چل رہا تھا اور میں اس کو نہیں پہچان رہا تھا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

اچانک پتہ چلا کہ یہ تو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں پس جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے رباعی دانت شہید ہو چکے ہیں، چہرہ مبارک زخمی ہے اور خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں گھسے ہوئے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "علیکما صاحبکما" تم دونوں اپنے صاحب یعنی طلحہ کی خبر لو وہ جان دے رہا ہے۔ ہم نے آپ کی بات کی طرف توجہ نہیں دی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے چہرے سے اس حلقے کو نکالنے کے لئے آگے بڑھا تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں تجھے اپنے حق کی قسم دیتا ہوں یہ کام میرے لئے چھوڑ دو، میں نے چھوڑ دیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس کو نکالنا اچھا نہ سمجھا کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو گی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے منہ سے ایک حلقہ نکالا اور ساتھ ہی ان کا بھی دانت ٹوٹ گیا، پھر میں بھی وہی کام کرنے کے لئے آگے ہوا جو انہوں نے کیا تو پھر کہنے لگے۔ میں تمہیں اپنے حق کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ یہ کام مجھے کرنے دو، چنانچہ انہوں نے پہلی بار جیسے کیا اب کی بار بھی ایسا ہی کیا تو ان کا دوسرا دانت بھی حلقہ کو نکالتے ہی گر گیا۔ حضرت ابو عبیدہ دانت ٹوٹنے کے لحاظ سے سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ بہر حال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کو ٹھیک کر کے طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس کسی بڑی جگہ پر آئے تو دیکھا کہ ان کے جسم پر ستر کے لگ بھگ تیر کے اور ضرب کے نشانات لگے ہوئے ہیں۔ پھر اچانک نظر پڑی تو دیکھا کہ ان کی انگلیاں بھی کٹی ہوئی ہیں۔ چنانچہ ہم نے ان کی حالت کو ٹھیک کیا۔

صحابۂ کرام کی حضور ﷺ سے محبت

ابن وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کے والد مالک نے غزوہ احد کے روز (جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم سے خون کو چوس کر صاف کر دیا حتیٰ کہ وہ جگہ خون سے صاف ہو کر سفید ہو گئی ان سے کسی نے کہا اس خون کو تھوک دو وہ کہنے لگے۔ خدا کی قسم! میں اس خون کو کبھی نہیں تھوکوں گا یہ کہہ کر جہاد میں واپس چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہو وہ اس کو دیکھ لے۔ چنانچہ وہ شخص جہاد میں شہید ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ثم انزل علیکم من بعد الغم امنة نعاساً یغشٰی طآئفةً منکم

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

وطآئِفَةٌ قد اھمتھم انفسھم یظنون باللّٰہ غیر الحق ظن الجاھلیة ...... (آل عمران ۱۵۳۔۱۵۵)

ان آیات کریمہ میں احسان کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پہ چین بھیجا یعنی اونگھ کہ تم میں سے ایک جماعت پر تو اس کا غلبہ ہوا غم وحزن کی حالت میں اونگھ کا طاری ہونا امان کی دلیل ہے، جیسے سورۃ الانفال میں واقعہ بدر کے ضمن میں فرمایا:

اذ یغشیکم النعاس امنة منه. (الانفال: ۱۱)

"یعنی جب اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لئے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جہاد میں اونگھ کا آنا اللہ کی جانب سے ہوتا ہے اور نماز میں اونگھ کا آنا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جن پر احد کے دن اونگھ کا غلبہ ہوا تھا۔ مجھے اتنی اونگھ آئی کہ میرے ہاتھ سے میری تلوار بھی گر گئی، کئی بار ایسا ہوا کہ کبھی میں تلوار کو پکڑتا اور کبھی وہ ہاتھ سے چھوٹ کر (اونگھ کی وجہ سے) گر جاتی۔

بدر کے دن کا فدیہ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "اولما اصابتکم" سے مراد صدمہ ہے جب احد کی لڑائی میں ان کے ستر افراد قتل ہوئے اور "قد اصبتم مثلیھا" سے مراد ہے کہ احد کے دن مشرکین کے ستر آدمی قتل ہوئے اور ستر قیدی بنائے گئے۔ اور "قلتم انی ھذا" کا مطلب یہ ہے کہ ہم پر ہار کہاں سے آ گئی۔ اس کے بعد فرمایا: قل ھو من عند انفسکم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم پندرہ سال احد کے دن مسلمانوں کو اس بناء پر عتاب ہوا کہ انہوں نے بدر کے دن فدیہ لیا تھا۔ چنانچہ ستر صحابہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور بعض صحابہ بھاگ نکلے آنحضرت کے رباعی دانت شہید ہوئے۔ خود ٹوٹ کر سر مبارک میں گھس گئے اور خون آپ کے چہرہ انور پر بہنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

"اولما اصابتکم مصیبةٌ قد اصبتم مثلیھا قلتم انّٰی ھٰذا

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

قل هو من عند انفسکم"

حضور ﷺ کو دو میں سے ایک کا اختیار

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو آپ کی قوم کا ان کو قیدی بنانا پسند نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ان کو دو کاموں میں اختیار دے دیں یا تو وہ آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گردنیں اڑا دیں یا پھر ان سے اس شرط پر فدیہ لے لیں کہ اتنی تعداد میں ان کے لوگ بھی قتل کیے جائیں گے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا اور ان سے یہ بات ذکر فرمائی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہماری قوم کے ہیں اور بھائی ہیں۔ ہم ان سے فدیہ کیوں نہ لیں اس سے ہم کو دشمن کے ساتھ لڑنے میں قوت حاصل ہوگی اور اتنی تعداد میں ہمارے شہید ہو جائیں گے اس میں ہمیں کوئی ناگواری نہیں ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، چنانچہ احد کے دن بدری قیدی کی تعداد کے برابر ستر صحابہ شہید ہوئے۔

سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "قل هو من عند انفسکم" کا مطلب یہ ہے کہ ہار صرف تمہاری طرف سے ہوئی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم تیر اندازوں کو اپنی جگہ پر برقرار رہنے کا حکم دیا تھا لیکن تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانی۔

ارشاد ہوتا ہے۔

"وما اصابکم یوم التقی الجمعن"

مطلب یہ ہے کہ تمہارا دشمن کے سامنے سے بھاگنا اور کچھ کا شہید ہونا اور کچھ کا زخمی ہونا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق تھا اور اس کی حکمت پنہاں تھی۔ آگے فرمایا:

"ولیعلم المومنین"

یہ اس لئے بھی ہوا تا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی دیکھ لیں جو صبر و استقامت سے کام لیتے ہیں جن کے پایہ استقامت میں کوئی لغزش نہیں آتی۔ آگے فرمایا۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

"ولیعلم الذین نافقوا"

یعنی اس سے عبداللہ بن ابی بن سلول کے ساتھیوں کا بھی پتہ چل جائیگا جو درمیان راستے سے ہی اس کے ساتھ واپس لوٹ آئے تھے ان کو دیکھ کر بعض مسلمان بھی ان کے ساتھ ہو لئے جو ان کو جہاد وغیرہ کی ترغیب دیتے تھے۔ اس پر انہوں نے یہ وجہ بیان کی:

"لو نعلم قتالًا لاتّبعنٰکم"

یعنی اگر ہم کوئی ڈنگ کی لڑائی دیکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ کوئی لڑائی دشمن سے لڑو گے تو ہم ضرور تمہارے پاس آتے لیکن تم کوئی ڈھنگ کا قتال تو کر نہیں رہے۔

رئیس المنافقین کی منافقت

علماء کی ایک جماعت کہتی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر احد اور مدینہ کے درمیان شوط میں پہنچے تو عبداللہ بن ابی سلول نے ایک تہائی فوج کو اپنا ہم نوا بنا لیا اور یہ کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات نہ مانی اور جہاد کے لئے نکلے اور میری بات نہیں مانی۔ لوگو! خدا کی قسم! ہم یہاں اپنی جانوں کو کیوں کر قتل کریں؟ چنانچہ وہ منافقوں اور شک کرنے والوں کو اپنے ساتھ لے کر واپس لوٹ گیا۔ بنو سلمہ کے عبداللہ بن عمرو بن حزام ان کے پیچھے گئے اور ان سے کہنے لگے، اے قوم! میں تم کو خدا کا خوف یاد دلاتا ہوں کہ تم پیغمبر اور قوم کو دشمن کے آپہنچنے کے وقت رسوا مت کرو۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ اگر ہمیں پتہ ہوتا کہ تم لڑو گے تو ہم تمہارے ساتھ اسلام نہ لاتے۔ لیکن ہمیں قتال ہوتا نظر نہیں آتا۔ چنانچہ جب انہوں نے ایک نہ مانی اور واپس لوٹنے کی ٹھان لی تو فرمایا۔ خدا کے دشمنو! خدا تمہیں دور کرے۔ خدا تم سے بے نیاز ہو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

"اَلّذین قالوا لِاِخوانھم وقعدوا لو اطاعونا ما قُتِلُوْا"

مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارا مشورہ مان لیتے اور جہاد کے لئے باہر نہ نکلتے تو دوسرے مقتول لوگوں کے ساتھ یہ قتل نہ ہوتے۔ اس کے بعد فرمایا۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

"قل فادرءُ واعن انفسکم الموت ......"

یعنی اگر کوئی شخص اس عدم خروج کی وجہ سے قتل و موت سے بچ سکتا ہے تو پھر تو چاہیے کہ تم نہ مرو۔ حالانکہ موت تو لابدی آئے گی۔ خواہ تم بڑے مضبوط قلعوں میں بند ہو جاؤ۔ لہٰذا اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اس موت کو اپنے سے ہٹاؤ اور دور کردو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون......" (آل عمران ۱۶۹۔۱۷۵)

شہید زندہ و جاوید ہیں

اللہ تعالیٰ ان آیات کریمہ میں شہداء کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ وہ اس دنیائے فانی میں اگرچہ قتل کر دیئے گئے ہیں لیکن ان کی ارواح زندہ جاوید ہیں۔ جنت میں ان کو رزق فراہم ہو رہا ہے۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں، ہم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت مبارکہ "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ" کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بھی اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہدا کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہیں ان کے لئے قندیلیں ہیں جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں چرتے (کھاتے) ہیں پھر ان قندیلوں کے پاس لوٹ آتے ہیں پھر ان کا پروردگار ان پر جھانکتا ہے اور پوچھتا ہے۔ تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ بھلا اب ہم کس چیز کی خواہش کریں گے جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں چرتے ہیں؟

ایسا تین بار ہوگا جب وہ دیکھیں گے کہ ان سے بار بار سوال ہو رہا ہے تو وہ کہیں گے اے پروردگار! ہماری خواہش یہ ہے کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹا دی جائیں تاکہ ہم تیری راہ میں ایک بار پھر شہید ہوں، جب اللہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ ان کو اور کوئی حاجت نہیں تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، قصص القرآن)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

یہودِ بنو نضیر کا عبرتناک انجام

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَبَّحَ لِلّٰہِ ما فی السموٰت وما فی الارض وھو العزیز الحکیم O ھوالذیٓ اخرج الذین کفروا من اھل الکتاب من دیارھم لِاَوَّلِ الحشرِ ماظننتم اَن یَّخرُجُوا وظَنُّوآ انھم مَّانِعَتُھُم حصونھم من اللّٰہ فَاَتٰھُمُ اللّٰہ من حیث لم یحتسبوا وقذف فی قلوبھم الرعب یخربون بیوتھم بایدیھم واَیدِیْ المومنین فاعتبروا یٰاُولِیْ الابصار O ولو لا ان کتب اللّٰہ علیھم الجلاءَ لعذبھم فی الدنیا ولھم فی الاٰخرةِ عذاب النار O ذالک بِاَنَّھُم شاقوا اللّٰہ ورسولہٗ وَمَنْ یُشَآقِ اللّٰہ فَاِنَّ اللّٰہَ شدید العقاب O ماقطعتم مِنْ لِّیْنَةٍ اوترَکتُمُوھا قَآئِمَةً عَلٰٓی اُصُوْلِھَا فَبِاِذْنِ اللّٰہِ وَلِیُخْزِیَ الفٰسقین O

"اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے وہی ہے جس نے کفار اہل کتاب کو ان کے گھروں سے پہلی ہی بار اکٹھا کر کے نکال دیا تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور انہوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچا لیں گے سو ان پر خدا ایسی جگہ سے پہنچا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اجاڑ رہے تھے اس سے

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

دانش مندی و عبرت حاصل کرو اور اگر اللہ تعالیٰ ان کی قسمت میں جلاوطنی نہ لکھ چکتا تو ان کو دنیا میں سزا دیتا اور ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا تو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو خدا ہی کے حکم کے موافق ہیں اور تا کہ کافروں کو ذلیل کرے۔"

بنو نضیر سے حضورؐ کا معاہدہ اور ان کی خلاف ورزی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ھو الذی اخرج الذین کفروا"

"وہی ہے جس نے کفار اہل کتاب کو ان کے گھروں سے نکال دیا"

اس سے یہود بنو نضیر مراد ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معاہدہ فرمایا تھا کہ باہمی جنگ وجدال سے پرہیز کریں۔ لیکن انہوں نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی جس کے سبب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر گرفت فرمائی۔ جس سے بچ نکلنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جلاوطن کر دیا اور ان کے مضبوط قلعوں سے انہیں نکال باہر کیا۔ وہ یہی سمجھتے رہے کہ ان کے یہ حصار مسلمانوں سے دفاع کے لئے کافی ثابت ہوں گے حتیٰ کہ مسلمانوں کے دل میں بھی کبھی یہ خیال نہیں گذرا تھا کہ وہ ان مضبوط قلعوں کو روندتے ہوئے ان پر قابض ہو جائیں گے۔ لیکن جب اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم آیا تو ان کے قلعے انہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جلاوطن کر دیا۔ کچھ لوگ ارض محشر یعنی شام کے بالائی علاقے میں جا کر آباد ہو گئے اور کچھ لوگوں نے خیبر کو اپنا مسکن بنالیا اور اپنا تھوڑا بہت سامان جو وہ اونٹوں پر لاد کر لائے تھے۔ یہاں اتار اور یہیں کے باسی بن گئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المومنین فاعتبروا یأولی الْاَبْصَارِ O

''اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اجاڑ رہے تھے سواب اس سے دانشمندی وعبرت حاصل کرو۔''

یعنی اس شخص کے انجام میں غور کرو جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے اور قرآن کریم کا انکار کرتا ہے۔ اسے دنیا میں بھی کیسے ذلت آمیز انجام کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ آخرت کا دردناک عذاب بھی اسے یقیناً بھگتنا پڑے گا۔ اب ہم مختصراً بنونضیر کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

جیسا کہ اصحاب سیر ومغازی بیان کرتے ہیں۔ اس کا سبب یہ بنا کہ جب بئر معونہ کی لڑائی میں ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تو حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ نکلے۔ اثنائے طریق میں آپ رضی اللہ عنہ نے بنو عامر کے دو افراد کو قتل کر دیا۔ حالانکہ ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ تھا۔ جس کا علم حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو نہیں تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، تم نے ایسے دو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ جن کا میں ذمہ دار ہوں۔ بنونضیر اور بنو عامر کے درمیان بھی معاہدہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کی طرف چلے تاکہ ان دو آدمیوں کے خون بہا کے متعلق ان کی معاونت حاصل کر سکیں بنونضیر کے گھر مدینہ منورہ کے مشرق میں میلوں میل پھیلے ہوتے تھے۔

حضور ﷺ کو قتل کرنے کی سازش

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس تشریف لا کر ان مقتولین کے خون بہا کے متعلق بات کی تو وہ کہنے لگے، ہاں ابوالقاسم جو آپ چاہتے ہیں ہم آپ کی معاونت کے لئے تیار ہیں۔ پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے یہ موقعہ تمہیں پھر نہیں ملے گا۔ اب آپ ایک دیوار کے نیچے بیٹھے ہیں اگر کوئی شخص اس دیوار کے اوپر چڑھ کر اوپر سے پتھر لڑھکا دے تو ہمارے وارے نیارے ہو جائیں گے۔ عمرو بن حجاش بن کعب اس

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

بات کے لئے تیار ہوا اور کہنے لگا میں یہ کام سرانجام دوں گا۔ پھر وہ دیوار پر چڑھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر گرا سکے ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں تشریف فرماتے کہ ایک آسمانی خبر آئی اور یہود کا سارا راز فاش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بغیر کسی کو اطلاع دیئے مدینہ منورہ کی راہ لی۔ تھوڑی دیر بعد صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش شروع ہوئی۔ سبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر رہے تھے کہ ایک آدمی مدینہ منورہ سے آتا نظر آیا اس کی زبانی علم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو مدینہ منورہ تشریف لے جا چکے ہیں۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مدینہ منورہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہود کے غدر کے متعلق بتایا اور حکم فرمایا کہ ان کے خلاف جہاد کی تیاری کریں۔

یہودیوں کا عبرتناک انجام

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے لشکر کے ہمراہ جہاد کے لئے چلے، یہود یہ دیکھ کر قلعہ بند ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ درختوں کو کاٹ کر جلا ڈالو۔ یہود نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے اے محمد! تم زمین میں فساد سے منع کرتے ہو اور ایسا کرنے والے کو برا بھلا بھی کہتے ہو تو یہ کھجوروں کو کاٹ کر جلایا کیوں جا رہا ہے؟

بنو عوف بن خزرج کی ایک جماعت نے جن میں عبداللہ بن ابی سلول بھی شامل تھا۔ یہود کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ تم ثابت قدمی دکھاؤ اور لڑتے رہو، ہم تمہیں سرنگوں نہیں ہونے دیں گے۔ اگر تمہارے ساتھ لڑائی ہوئی تو ہم تمہارے ساتھ مل کر لڑائی کریں گے اور اگر تمہیں جلا وطن کیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہی جلا وطن ہوں گے۔ تم انتظار کرو تمہیں ضرور مدد پہنچے گی۔ لیکن یہود کے قلوب مرعوب ہو چکے تھے۔ وہ خود ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ ان کا خون معاف فرما کر انہیں جلا وطن کر دیا جائے اور انہیں اپنے ساتھ ہتھیاروں کے علاوہ اتنا سامان بھی لے جانے دیا جائے، جسے اونٹ اٹھا سکے۔ اس کی اجازت کے بعد انہوں نے اپنے گھروں کو گرانا شروع کر دیا حتیٰ کہ چوکھٹ کی لکڑی تک کو

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اتار کر اونٹ پر لادا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ کچھ لوگ شام چلے گئے اور کچھ خیبر جا کر وہاں آباد ہو گئے۔

ان کے اموال تقسیم کر دیئے گئے

ان کے باقی ماندہ اموال کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو چھوڑ کر مہاجرین میں تقسیم فرما دیا۔ البتہ انصار میں سے دو حضرات حضرت سہل رضی اللہ عنہ بن حنیف اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ سماک بن خرشتہ رضی اللہ عنہ کو بھی حصہ دیا گیا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ وہ جیسے چاہتے تھے مال تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔

روایت ہے کہ بنونضیر میں سے صرف دو آدمی یامین بن عمرو بن کعب، عمرو بن حجاش کے چچا اور سعد بن وہب ایمان لائے۔ لہٰذا ان کے مال سے تعرض نہیں کیا گیا اور بدستور اپنے اموال کے مالک رہے۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے آل یامین میں سے ایک صاحب نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یامین رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا "تجھے اپنے چچازاد کے سبب کیا کچھ دیکھنا پڑا؟ اور وہ میرا کیا کچھ بگاڑنا چاہتا تھا؟" اس کے بعد حضرت یامین رضی اللہ عنہ بن عمرو نے عمرو بن حجاش کو قتل کرنے والے کے لئے انعام مقرر فرما دیا تھا، ان حضرات کے بقول عمرو بن حجاش کو بالآخر قتل ہونا پڑا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

ما قطعتم من لینة اوترکتموھا قآئِمَةً علیٰ اصولها فباذن الله ولیخزیَ الفٰسقین O

"جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو خدا ہی کے حکم کے موافق ہیں اور تاکہ کافروں کو ذلیل کریں"

لینة میں عجوہ کے علاوہ تمام انواع واقسام کی کھجوریں داخل ہیں یہ لفظ بویرہ کو بھی شامل ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کا محاصرہ فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ کھجوروں کو کاٹ دو تاکہ یہود کے دل میں رعب پیدا ہو سکے۔ یہودیوں نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم بنی قریظہ کو بھیجتے ہیں تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ سکیں

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کہ ویسے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فساد سے روکتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کاٹنے کا حکم کیوں فرمایا؟ اس پر مذکورہ صدر آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو فعل بھی سرانجام دیا، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم اور اس کی رضا سے تھا اور یہ اس لئے کیا گیا تاکہ دشمن کی ذلت کا سامان ہو سکے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ بعض مہاجرین نے بعض کو کھجوروں کے کاٹنے سے منع کیا اور فرمایا کہ یہ تو مسلمانوں کا مال غنیمت ہے تو اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منع فرمایا تھا وہ بھی خدا کے حکم سے اور جنہوں نے درخت کاٹے وہ بھی خدا کے حکم سے یعنی دونوں حق پر ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ درخت اس لئے کاٹے گئے تاکہ دشمن اپنی املاک کا ضیاع دیکھ کر قلعوں سے باہر نکل آئیں اور ان سے دو دو ہاتھ ہو سکیں کچھ درخت کاٹ کر مسلمانوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم نے بعض درخت کاٹ دیئے اور بعض چھوڑ دیئے معلوم نہیں کہ ہمیں اجر وثواب حاصل ہوگا یا گناہ مقدر رہے گا۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے درخت بمع بویرہ جلاڈالے اسی کے متعلق حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وھان علی سراۃ بنی لؤی

حریق بالبویرۃ مستطیر

ابوسفیان بن الحارث نے اس کے جواب میں کہا:

ادام اللہ ذلک فی صنیع

وحرق فی نواصیھا السعیر

ستعلم اینا منھا بنزہ

وتعلم ای ارضینا نضیر

عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ منافقین نے بنو قریظہ کی طرف مدد کا پیغام بھیجا تھا کہ ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ ان کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

منافقین کی حالت

الم تر الی الذین نافقوا یقولون لا خوانهم الذین کفروا من اهل الکتب لئن اخرجتم لنخرجن معکم ولا نطیع فیکم احدًا ابدًا وان قوتلتم لننصرنکم واللّٰہ یشهد اِنّهم لکذبون ○

”کیا آپ نے ان منافقین کی حالت نہیں دیکھی کہ اپنے بھائیوں سے کہ کفار اہل کتاب میں کہتے ہیں کہ واللہ اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمہارے معاملہ میں ہم کبھی کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے کسی کی لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔“

یعنی وہ اپنے وعدہ میں جھوٹے ہیں۔ وہ زبان سے تو تمہاری مدد کا اقرار کر رہے ہیں لیکن ان کے دل میں یہی ہے کہ وہ ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ ان کی مثال دیتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

کمثل الشیطن اذ قال لِلاِنسَانِ اکفر ج فلما کفر قال انی برِیٓءٌ منک انی اخاف اللّٰہ رب العٰلمین ○ فکان عاقبتهمآ انّهُمَا فی النار خلدین فیها وذلک جزاءُ الظّالمین ○

”شیطان کی سی مثال ہے کہ انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں سو آخری انجام دونوں کا یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں گئے جہاں ہمیشہ رہیں گے اور ان کی یہی سزا ہے۔“

بالآخر وہ وقت بھی آ گیا کہ مسلمانوں نے یہود کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا تو منافقین نے قرآن کی بیان کردہ مثال کے مطابق منہ موڑ لیا اور انہیں ہلاکت میں ڈال کر خود درمیان سے نکل گئے جیسے کہ شیطان انسان کو کفر کی طرف مائل کرتا ہے۔ جب انسان معاذ اللہ کفر کے اندھیروں میں گم ہو جاتا ہے تو شیطان رخ پھیر کر اس سے بری ہو جاتا ہے۔
(سیرت حلبیہ سے ملخص)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

واقعۂ افک کی تفصیلات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ. (النور: ١١)

جب منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹا بہتان والزام لگایا تو اللہ تعالیٰ نے شانِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں یہ آیتیں نازل فرمائیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کی حفاظت کی خاطر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا ذکر فرمایا:

ان الذين جآء وبالا فك عصبة منكم.

"یعنی ایک دو آدمیوں نے نہیں بلکہ ایک پوری جماعت نے اس تہمت میں حصہ لیا"

اس عمل میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول پیش پیش تھا، کیونکہ سارا پروپیگنڈہ اسی کا کیا ہوا تھا کہ بعض مسلمانوں کے ذہن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ انہوں نے بھی ایسی باتیں کہنا شروع کر دیں اور دوسرے لوگ بھی اس کو ممکن قرار دینے لگے، تقریباً ایک مہینے تک یہی صورت حال رہی، پھر قرآن کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

واقعہ کی حقیقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی

صحیح احادیث میں اس واقعہ کی تفصیل موجود ہے۔ امام احمدؒ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ تہمت بازوں نے ان کو جو کچھ کہنا تھا کہا پھر اللہ تعالیٰ نے برأت نازل فرمادی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے متعلق فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازوج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرمایا کرتے تھے تو جس کے حصہ میں قرعہ نکلتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سفر میں اپنے ہمراہ لے جاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں جانا چاہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرعہ اندازی فرمائی تو وہ قرعہ میرے حصہ میں نکل آیا اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں چل پڑی اور اس وقت پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا، میں اپنے محمل میں بیٹھی رہتی اور جب قافلہ کہیں پڑاؤ ڈالتا تو میرا محمل اتار لیا جاتا، حتیٰ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے فارغ ہو گئے اور واپس لوٹے، مدینہ منورہ کے قریب آئے تو رات کے وقت کوچ کا اعلان کیا گیا، میں قضائے حاجت کے لئے نکلی اور لشکر سے دور جا کر قضائے حاجت کر کے واپس لوٹی، لشکر کے مقام کے قریب آ کر میں نے اپنے سینے کو ہاتھ لگایا تو ہار گم تھا، میں واپس اس کی تلاش میں نکلی، ادھر یہ ہوا کہ لشکر روانہ ہو گیا، جو لوگ میرا محمل اٹھاتے تھے انہوں نے یہ سمجھا کہ میں اس کے اندر ہی ہوں، اس لئے محمل اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اور چل پڑے۔ ان دنوں عورتیں بھاری بدن کی نہ تھیں اور نہ ہی کچھ زیادہ کھاتی پیتی تھیں، اس لئے میرا محمل اٹھانے والوں کو میرا بالکل علم نہ ہوا، اور میں اس وقت نو عمر ہی تو تھی۔ چنانچہ وہ لشکر روانہ ہو گیا، الغرض تھوڑی دیر کے بعد میرا ہار مجھے مل گیا، جو میں یہاں پہنچی تو کسی آدمی کا نام ونشان تک نہ تھا، نہ کوئی پکارنے والا اور نہ کوئی جواب دینے والا نظر آیا۔ میں اسی جگہ میں پہنچی جہاں ہمارا اونٹ بٹھایا گیا تھا، اور یہ خیال کرنے لگی کہ آگے چل کر ان کو میری گمشدگی کا پتہ چلے گا تو مجھے تلاش کرنے کے لئے یہیں آئیں گے، مجھے بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی۔

اتفاق سے حضرت صفوان بن المعطل السلمی الزکوانی رضی اللہ عنہ جو لشکر کے پیچھے رہتے تھے اور پچھلی رات کو چلے تھے صبح کے وقت یہاں پہنچ گئے، چنانچہ انہوں نے ایک سوتے ہوئے انسان کا سواد دیکھا، غور کیا تو فوراً پہچان گئے، کیونکہ پردہ کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ ان کی زبان سے انا للہ نکلا، ان کی آواز کو سنتے ہی میں بیدار ہو گئی اور چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا، خدا کی قسم! انہوں نے کوئی بات نہیں کہی، اور انا للہ پڑھنے کے سوا میں نے ان سے کوئی کلمہ نہیں سنا، بہر حال انہوں نے فوراً اونٹ بٹھایا اور اس اونٹ کی

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

ٹانگ پر پاؤں رکھا، میں اٹھی اور اونٹ پر سوار ہوگئی، پھر وہ اونٹ کو ہانکتے ہوئے چلے، دوپہر کے قریب ہم اپنے قافلہ سے مل گئے۔

رئیس المنافقین کی کمینگی

بس اتنی سی بات کا ہلاک ہونے والوں نے بتنگڑ بنا دیا، ان کا سرغنہ عبداللہ بن ابی سلول تھا۔ مدینہ منورہ آتے ہی میں بیمار ہوگئی، اور مہینہ بھر بیمار رہی۔ لوگوں کا حال یہ تھا کہ وہ چہ میگوئیاں کر رہے تھے، اور میں اس سے محض بے خبر تھی، البتہ میرے دل میں یہ خیال بسا اوقات گزرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف وکرم میں کمی کی کیا وجہ ہے؟ بیماری میں شفقت و ہمدردی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے ساتھ ہوتی تھی، وہ اس دفعہ نہ پائی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف تشریف لاتے، سلام کرتے اور دریافت فرماتے کہ تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ اور کوئی بات نہ فرماتے، اس سے مجھے صدمہ ہوتا، میں اس بہتان سے بالکل بے خبر تھی۔

ام المومنین کو سازش کا علم

اس وقت تک گھروں میں بیت الخلائیں بنی ہوئی نہ تھیں، عرب کی عادت کے مطابق ہم لوگ میدان میں قضائے حاجت کے لئے جایا کرتے تھے، عورتیں عموماً رات کو جایا کرتی تھیں، گھروں میں بیت الخلاء بنانے میں عام طور پر نفرت کی جاتی تھی۔ بہرحال، حسب عادت میں ام مسطح بنت ابی رھم بن المطلب بن عبدالمطلب بن عبد مناف کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے نکلی، اس وقت میں بہت کمزور ہو رہی تھی، یہ ام مسطح میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں، ان کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی تھیں۔ ان کے بیٹے کا نام مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب تھا، جب ہم فارغ ہو کر واپس آرہے تھے کہ ام مسطح کا پاؤں چادر کے دامن میں الجھا اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا، مسطح غارت ہو، مجھے یہ بات بہت بری لگی، میں نے کہا، تم نے بہت برا کلمہ کہا، کیا تم ایسے شخص کو برا بھلا کہتی ہو جو غزوہ بدر میں شریک ہو چکا ہے؟ اس وقت ام مسطح نے کہا، ارے بھولی! تجھے کیا معلوم، اس نے کیا کہا؟ میں نے کہا، کیا بات ہے؟ پھر ام مسطح نے بہتان بازوں اور

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

تہمت لگانے والوں کا بتایا تو اس صدمہ سے میری بیماری بڑھ گئی۔

رنج والم حد سے بڑھ گیا

جب گھر پہنچی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے، سلام کیا اور پوچھا، کیا حال ہے؟ میں نے کہا، آپ اجازت دیں تو میں اپنے والدین کے ہاں ہو آؤں؟ مجھے ان سے واقعہ کی تحقیق کرنی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔ میں والدین کے ہاں آئی تو میں نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ اماں جان! لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا، بیٹی! اپنے دل کو مضبوط رکھ، کسی شخص کی اچھی بیوی ہو جو اس کو محبوب بھی ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو وہاں ایسی باتیں ہوا ہی کرتی ہیں۔ میں نے کہا، سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں؟ فرماتی ہیں کہ میں نے پھر اس رات جو رونا شروع کیا تو واللہ صبح تک ایک لمحہ کے لئے بھی میرے آنسو نہیں تھمے، ساری رات روتی رہی یہاں تک کہ اسی حال میں صبح ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مشورہ کے لئے بلایا، وحی میں تاخیر ہو رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے مشورہ کیا کہ مجھے الگ کر دیں یا نہیں؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے تو کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کی اہلیہ میں کوئی برائی نہیں جانتے، ہمارے دلوں میں تو ان کی محبت موجود ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بالکل بے گناہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب فرمانے لگے یا رسول اللہ! اللہ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں رکھی، عورتیں ان کے علاوہ بہت ہیں۔ اگر آپ گھر کی خادمہ سے پوچھیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح واقعہ بتا سکتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، اور اس سے فرمایا، اے بریرہ! اگر تم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی بات شک وشبہ والی دیکھی ہو تو بتاؤ؟ بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے میں نے ان میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی، ہاں البتہ یہ بات ہے کہ کم عمری کی وجہ سے کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ گوندھا ہوا آٹا کبھی یونہی رکھا رہتا ہے اور آپ سو جاتی ہیں تو بکری آ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کرکھا جاتی ہے، چنانچہ اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن ابی بن مسلول کے بارے میں عذر خواہی کی (کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سزا دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق بجانب سمجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی جائے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چینی

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے مسلمانوں کی جماعت! مجھے اس شخص کی ایذاء سے کون بچائے گا جس نے مجھے ایذائیں پہنچاتے پہنچاتے اب میری گھر والی کی وجہ سے بھی مجھے ایذائیں پہنچانا شروع کر دیں؟ واللہ! جہاں تک میں جانتا ہوں مجھے اپنی گھر والی میں خیر و بھلائی کے سواء کچھ معلوم نہیں، اور جس آدمی کا لوگ نام لے رہے ہیں۔ میرے علم میں تو اس کے متعلق بھی بھلائی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ وہ میرے ساتھ ہی میرے گھر آیا کرتا تھا۔ یہ سنتے ہی حضرت سعد بن معاذ الانصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، اور فرمانے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں، اگر وہ قبیلہ اوس کا آدمی ہے تو ابھی ہم اس کی گردن اڑا دیتے ہیں، اور اگر وہ ہمارے خزرج بھائیوں میں سے ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم دیں ہم تعمیل کریں گے۔ یہ سن کر حضرت سعید بن عبادہ جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے کھڑے ہو گئے، یہ بڑے نیک و صالح تھے، مگر اس وقت ان کی قومی حمیت (غیرت) آ گئی، اور قوم کی طرف داری کرتے ہوئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے، تو نے جھوٹ کہا، خدا کی قسم! نہ تو اسے قتل کرے گا اور نہ ہی اسے قتل کرنے کی طاقت رکھتا ہے، اگر وہ تیرے قبیلہ کا ہوتا تو تو اس کا قتل کیا جانا پسند نہ کرتا۔

اوس اور خزرج میں لڑائی کا خطرہ

یہ سن کر حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد تھے، وہ کہنے لگے اے سعد بن عبادہ! تم جھوٹ کہتے ہو، ہم اُسے ضرور قتل کر دیں گے، آپ منافق ہیں، منافقوں کی طرف داری کر رہے ہیں۔ اب دونوں قبیلے ایک دوسرے کے مقابل آ گئے اور قریب تھا کہ اوس و خزرج کے یہ دونوں قبیلے آپس

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

میں لڑ پڑیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منبر سے ہی سمجھانا اور چپ کرانا شروع کیا، حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے۔ یہ تو وہاں کا حال تھا، میرا حال یہ تھا کہ یہ سارا دن بھی رونے دھونے میں گزرا، رونے کی وجہ سے میرے آنسو نہیں تھم رہے تھے، اور میں سو بھی نہیں سکتی تھی اور میرے والدین یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ میرا یہ رونا میرا کلیجہ پھاڑ دے گا۔

حضور ﷺ کی تشریف آوری

دونوں حیرت زدہ مغموم بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی کہ انصار کی ایک عورت آئی اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگ گئی، ہم یونہی بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، سلام کیا اور بیٹھ گئے، خدا کی قسم! جب سے یہ بہتان بازی شروع ہوئی آج تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کبھی نہ بیٹھے تھے، مہینہ گزر چکا تھا کہ میرے متعلق کوئی وحی نہیں آئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھتے ہی تشہد پڑھا پھر امابعد کے بعد فرمایا، اے عائشہ! تیری نسبت مجھے ایسی ایسی خبر پہنچی ہے، اگر تو واقعی پاک دامن ہے تو اللہ تعالیٰ تیری پاک دامنی ضرور ظاہر کر دیں گے اور اگر تو واقعی کسی گناہ میں آلودہ ہو گئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو اور توبہ کر لو، کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔

حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہا کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات ارشاد فرما کر خاموش ہو گئے تو سنتے ہی میرا رونا دھونا سب جاتا رہا، حتیٰ کہ میں نے آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا۔ میں نے اول تو اپنے والد سے کہا، آپ رضی اللہ عنہ ہی میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے، لیکن انہوں نے کہا، میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں؟ پھر میں نے والدہ سے کہا، آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے، لیکن انہوں نے بھی یہی کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا جواب دوں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین، آخر میں نے ہی جواب دینا شروع

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کیا، میری عمر کچھ زیادہ نہ تھی اور میں قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھتی تھی، میں نے کہا، آپ سب نے ایک بات سنی اور اسے دل میں بیٹھالیا، گویا اس کو سچ سمجھ لیا، اب اگر میں کہوں گی کہ میں اس سے بالکل بری ہوں اور خدا خوب جانتا ہے کہ میں واقعتاً اس سے بری ہوں، لیکن تم لوگ نہیں مانو گے۔ ہاں اگر میں کسی امر کا اعتراف کرلوں حالانکہ خدا خوب جانتا ہے کہ میں اس کام سے بری ہوں، تو تم ضرور مان لو گے۔ میری اور تمہاری مثال بالکل حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قول جیسی ہے:

"فصبرٌ جميل واللّٰه المستعان علٰى ماتصفون"

"یعنی پس صبر ہی اچھا ہے جس میں کوئی شکوہ نہ ہو اور تم جو باتیں بناتے ہو ان میں اللہ ہی میری مدد کرے۔"

اللہ نے خود صفائی پیش کردی

بس یہ کہہ کر میں نے کروٹ پھیر لی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ خدا کی قسم! مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور بری اور بے گناہ قرار دے گا، لیکن یہ تو میرے خیال وگمان میں بھی نہ تھا کہ میرے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل ہوں گی، میں اپنے آپ کو اس سے بہت کمتر جانتی تھی کہ میرے بارے میں خدا تعالیٰ کی آیتیں اتریں، ہاں مجھے زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوتا تھا کہ خواب میں اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میری برات دکھادے۔ خدا کی قسم! ابھی نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے ہٹے تھے اور نہ گھر کا کوئی فرد گھر سے باہر نکلا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونا شروع ہوگئی اور چہرے پر وہی نشان ظاہر ہوئے جو وحی کے وقت ظاہر ہوتے تھے، اور پیشانی مبارک سے موتیوں جیسے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے، سردی کے موسم میں بھی وحی کے ثقل کی وجہ سے یہی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب وحی نازل ہوچکی تو ہم نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ شگفتہ ہونے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی بات یہ فرمائی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا! خوش خبری ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت نازل فرمادی، اس وقت میری والدہ نے مجھ سے کہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

کے سامنے کھڑے ہو جاؤ، میں نے کہا، خدا کی قسم! نہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہوں گی اور نہ خدا کے سوا کسی کی تعریف کروں گی۔ اسی نے تو میری برأت نازل فرمائی، چنانچہ "ان الذین جاءُ وا بالافک" سے لے کر دس آیتیں نازل فرمائیں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عزم

جب میری برأت پر آیتیں نازل ہو گئیں تو چونکہ اس واقعہ میں حضرت مسطح بن اثاثہ بھی شریک تھے اور انہیں میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی محتاجی اور قرابت داری کی وجہ سے کچھ دیتے رہتے تھے، اب انہوں نے فرمایا:

جب اس نے میری بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں حصہ لیا تو اب میں اس پر کچھ بھی خرچ نہیں کروں گا اور اس کو کچھ نہیں دوں گا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

"ولا یاتل اولوا الفضل" الخ

"یعنی تم میں سے جو لوگ وسعت والے ہیں انہیں نہیں چاہیے کہ قرابت داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ کے مہاجروں سے حسن سلوک نہ کرنے کی قسم کھائیں، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمائے، اللہ تعالیٰ تو بخشنے والے اور مہربان ہیں۔" (النور:۲۲)

اسی وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "خدا کی قسم! میں تو خدا کی بخشش کا خواہاں ہوں، چنانچہ اسی وقت حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کا وظیفہ جاری کر دیا جو وہ پہلے ان کو دیا کرتے تھے، اور فرما دیا: خدا کی قسم! اب میں اس سے کبھی بھی اس کو نہیں چھینوں گا۔

متعلقہ آیات کا ترجمہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں جو آیات اُتریں ان کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

ترجمہ:۔ "جن لوگوں نے یہ افترا باندھا ہے وہ تم ہی میں سے کچھ لوگ ہیں۔ تم اس کو بُرا نہ سمجھو بلکہ اس میں تمہاری بہتری تھی (کہ مومنین اور منافقین کی تمیز ہو گئی) ہر شخص کو حصہ کے مطابق گناہ اور جس کا اس میں بڑا

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

حصہ تھا اس کو بڑا عذاب ہوگا۔ جب تم نے یہ سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے بھائی اور بہنوں کی نسبت نیک گمان کیوں نہیں کیا؟ اور کیوں نہیں کہا کہ یہ صریح تہمت ہے اور کیوں نہیں ان افترا پردازوں نے چار گواہ پیش کئے اور جب گواہ پیش نہیں کئے تو خدا کے نزدیک جھوٹے ٹھہرے۔ اگر خدا کی عنایت و مہربانی دین و دنیا میں تمہارے شامل حال نہ ہوتیں تو جو افواہ تم نے اڑائی تھی اس پر تم کو سخت عذاب پہنچتا۔ جب تم اپنی زبان سے اس کو پھیلا رہے تھے اور منہ سے وہ باتیں نکال رہے تھے جس کا تم کو علم نہ تھا اور تم اس کو ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے۔ حالانکہ خدا کے نزدیک وہ بڑی بات تھی، تم نے سننے کے ساتھ یہ کیوں نہیں کہا کہ ہمیں ایسی ناروا بات منہ سے نہیں نکالنی چاہئے۔ خدا پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔"

سیدہ عائشہؓ کی عظمت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صفائی میں سترہ قرآنی آیات کا اترنا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت اسلامی تاریخ کا حصہ بن گئی۔ اسی طرح غزوۃ الرقاع کے موقع پر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے تیمم کا قرآنی حکم نازل ہوا۔

"اگر تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو، یا حاجت ضروری سے فارغ ہوئے ہو یا عورت سے مقاربت کی ہے اور تم پانی نہیں پاتے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے کچھ منہ اور ہاتھ پر پھیر لو۔ اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔"

اس طرح حضرت ابوبکرؓ اور ان کے خاندان کے احسان سے اُمتِ محمدیہ قیامت تک سبکدوش نہیں ہوگی۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قصۂ افک کے علاوہ دوسرے فضائل نہ ہوتے تب بھی قصۂ افک ان کی فضیلت اور بزرگی کے مرتبہ کے لئے کافی ہوتا۔

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

اس لئے کہ اس کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے جو قیامت تک تلاوت ہوتا رہے گا۔

سیدہ زینبؓ کا موقف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے اس مسئلہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ سے بھی دریافت فرمایا تھا کہ اے زینب رضی اللہ عنہا! تم کیا جانتی ہو؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے کانوں کو اور اپنی نگاہ کو محفوظ رکھتی ہوں، میں خدا کی قسم! اس کے متعلق خیر کے سوا کچھ نہیں جانتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نیکی اور پرہیزگاری میں میرے مقابلہ کی تھیں، اور ان کی بہن حضرت حمنہ بنتِ جحش نے انہیں بہت کچھ بہلاوے بھی دیئے بلکہ ان سے لڑیں بھی لیکن انہوں نے میری برائی میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ ہاں ان کی بہن نے تو زبان کھولی اور ہلاک شدگان میں شامل ہوگئی۔

رئیس المنافقین کے لئے عذاب

ارشاد الٰہی ہے:

"والذی تولّٰی کبرہٗ منھم لہٗ عذابٌ عظیم"

"یعنی جس نے اس کے بہت بڑے حصہ کو سرانجام دیا اس کے لئے عذاب بھی بہت بڑا ہے۔"

بعض کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے اس بات کی ابتداء کی تھی۔ بعض کہتے ہیں، جو شخص اس بات کو ادھر ادھر پھیلاتا تھا اور لگائی بجھائی کرتا تھا۔ اس سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ملعون ہے۔ اکثر کا یہی قول ہے۔ بعض کہتے ہیں، اس سے مراد حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں یہ قول غریب ہے چونکہ یہ قول بھی ہے اس لئے ہم نے اسے بیان کر دیا ورنہ اس کے بیان میں بھی چنداں فائدہ نہیں۔ کیونکہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ جن کی بہت سی فضیلتیں اور بزرگیاں احادیث میں موجود ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہترین فضیلت یہ ہے کہ آپ رضی

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافروں کی اپنے اشعار سے ہجو کرتے تھے۔ یہی وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کافروں کی ہجو کرو، جبرائیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مقام

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ آئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں عزت کے ساتھ بٹھایا، حکم دیا کہ ان کے لئے گدی بچھا دو، جب وہ واپس چلے گئے، میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا، یہ آپ کے پاس کیوں آئے ہیں؟ آپ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کرتی ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں:

والذی تولی کبرہ......

''یعنی جس نے اس کا بڑا حصہ سرانجام دیا ہے اس کے لئے عذاب عظیم ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اندھے پن سے عذاب اور کیا ہوگا؟ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نابینا ہوگئے تھے، اس لئے فرمایا کہ شاید یہی ان کے لئے بڑا عذاب ہو، پھر فرمایا تمہیں کیا خبر؟ یہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافروں کے اشعار کا جواب دیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے حسان رضی اللہ عنہ سے زیادہ خوبصورت شعر نہ سنے اور نہ نظر آئے، مجھے تو ان اشعار کی وجہ سے ان کے لئے جنت کی امید ہے جو انہوں نے ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو کہے تھے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

هجوت محمدًا فاجبت عنه

وعند اللّٰه ذاک الجزاء

فان ابی ووالده وعرضی

لعرض محمد منکم وقاء

اتشتمه ولست له بکفء

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

فشــر کـمــا لـخيـر كـمــا الـفـداء

لســـانـــی صـــارم لا عيـــب فيـــه

ويـــجـــری لا تـــكـــدره الـــدلاء

"تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی ہے، جس کا میں اب جواب دیتا ہوں اوراس کا بدلہ اللہ سے حاصل کروں گا، میرا باپ، دادا اور میری عزت وآبرو سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہے، تجھ جیسا شخص جو میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کف پائے برابر بھی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا ہے؟ یادرکھو تم جیسے برے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نیک پر فداء ہیں، اب تم میری زبان سے جو تیز دھار اور بے عیب تلوار سے بھی زیادہ تیز ہے بچ کر کہاں جاؤ گے؟"

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا یہ لغو (فضول) کلام نہیں ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بالکل لغو اشعار تو وہ ہیں جو عورتوں کے بارے میں کہے جاتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن میں نہیں ہے کہ اس تہمت میں بڑا حصہ لینے والے کے لئے عذاب عظیم ہے؟ فرمایا ہاں بالکل ہے، لیکن کیا وہ عذاب جوان کو ہوا عظیم نہیں؟ یعنی ان کی بینائی جاتی رہی، اوران پر تلوار اٹھی یعنی حضرت صفوان بن المعطل السلمی رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا تھا کہ انہوں نے ان کے بارے میں کچھ کہا ہے تو انہوں نے ان پر تلوار اٹھائی، قریب تھا کہ ان کو قتل کر دیتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لولا اذ سمعتموهُ ظن المومنون والمومنت بانفسهم خيرًا......

(النور:۱۲۔۱۳)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ادب کی تعلیم دے رہے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں جو الفاظ اپنی زبان سے نکالے وہ ان کی شایان شان نہیں تھے۔ بلکہ انہیں چاہئے تھا کہ ایسی بات سنتے ہی کم از کم ایسے خیال کرتے جو وہ اپنے بارے میں کرتے ہیں، جب وہ خود اپنے آپ کو ایسے کام کے لائق نہیں سمجھتے تو ام المومنین رضی اللہ عنہ کی شان کو اس سے بہت بلند بالا جانتے۔ الغرض مومنوں کو پاک باطن

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

رہنا چاہئے تھا، بلکہ زبان سے بھی اس کی تردید اور تکذیب کرنی چاہئے تھی۔ اس لئے کہ جو واقعہ ہوا اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش بھی نہ تھی، ام المومنین رضی اللہ عنہا کھلے بندوں سواری پر سوار ہو کر دن دوپہر کو بھرے لشکر میں پہنچیں، خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود ہیں، اگر کوئی شبہ کی بات ہوتی تو اس طرح کھلم کھلا عام مجمع میں نہ آتے، بلکہ خفیہ طور پر شامل ہو جاتے۔ پس معلوم ہوا کہ بہتان بازوں نے جو بہتان بازی کی وہ محض جھوٹ اور افتراء تھا جس سے انہوں نے بڑے گھاٹے کا سودا کیا اور اپنے ایمان اور عزت سب کو تباہ کیا۔

اگر اللہ کا فضل شامل حال نہ ہوتا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ولو لا فضل اللّٰہ علیکم ورحمتہٗ فی الدنیا والاخرۃ......"

(النور:۱۴-۱۵)

مطلب یہ ہے کہ اے لوگو! جنہوں نے شان عائشہ رضی اللہ عنہا میں اپنی زبان کو حرکت دی اگر خدا تعالیٰ کا فضل وکرم تم پر نہ ہوتا کہ اس نے دنیا میں تمہاری توبہ قبول فرمالی اور تمہیں تمہارے ایمان کی وجہ سے معاف کر دیا تو تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا۔ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جن کے دلوں میں ایمان تھا جس کے سبب اللہ نے توبہ قبول فرمائی جیسے حضرت مسطح، حسان، زینب بنت جحش کی ہمشیرہ حمنہ بنتِ جحش رضی اللہ عنہما۔ لیکن جن کے دل ایمان سے خالی تھے اور جو اس طوفان کو برپا کرنے والے تھے جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ منافقین، یہ لوگ اس آیت میں مراد نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس نہ ایمان تھا اور نہ ہی اعمالِ صالحہ جو اس کے معادل یا معارض ہو سکتے۔

اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

"وتحسبونہٗ ھَیِّنًا وھو عنداللّٰہ عظیم"

مطلب یہ ہے کہ تم اس امر کو معمولی بات سمجھتے رہے۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔ یعنی جب کسی عام عورت کی نسبت ایسی تہمت عظیم جرم ہے تو

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

سید المرسلین اور خاتم النبیین کی زوجہ مطہرہ کی نسبت ایسی تہمت کس قدر عظیم جرم اور گناہ ہو گی۔اسی لئے رب تعالیٰ کی غیرت اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جوش میں آئی اور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کی پاکیزگی ظاہر فرمائی۔ جب ہر پیغمبر کی زوجہ کو اللہ تعالیٰ نے اس برائی سے دور رکھا، تو یہ کیسے ممکن تھا کہ تمام نبیوں کی بیویوں سے افضل اور ان کی سردار اور تمام اولادِ آدم کے دنیا و آخرت میں مطلقاً سردار یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اس کی مرتکب ہو؟ ایسے ہرگز نہیں ہو سکتا۔لہٰذا تم اس بات کو گو بے وقعت خیال کرو، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ صحیحین میں ہے ''انسان بعض اوقات خدا کی ناراضگی کا کوئی کلمہ کہہ دیتا ہے جس کی اس کے نزدیک کوئی وقعت نہیں ہوتی، لیکن اس کی وجہ سے وہ دوزخ کے اتنے نیچے طبقے میں پہنچ جاتا ہے کہ جتنا بُعد زمین و آسمان میں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نیچے جاتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

ولو لآ اذ سمعتموہُ قلتم ما یکونُ لنا ان نتکلم بھذا۔

(النور:۱۶_۱۴)

اس سے پہلے نیک گمانی کا ادب سکھایا، اب یہاں سے ایک اور ادب سکھایا جا رہا ہے کہ نیک لوگوں کے متعلق بلا تحقیق نہیں کرنی چاہیے، برے خیالات اور شیطانی وساوس سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہیے، کبھی بھی ایسی باتیں زبان پر نہیں لانی چاہئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی ہے: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات کو درگزر فرما دیا ہے جب تک کہ وہ ان کو زبان پر نہ لائیں یا ان پر عمل نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ولا یاتل اولوا الفضل منکم وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤتُوْٓا اولی القربیٰ والمسکین والمھاجرین......'' (النور: ۲۲)

مطلب یہ ہے کہ تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں، انہیں اس بات کی قسم نہیں کھانی چاہئے کہ وہ اپنے قرابت داروں، مسکینوں اور مہاجروں کے ساتھ صلہ رحمی نہیں کریں گے، پھر انہیں انتہائی ملاطفت اور نرمی کے انداز میں فرمایا: ''ولیعفوا ولیصفحوا'' یعنی

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

اگر ان کی طرف سے کوئی کوتاہی بھی سرزد ہو جائے تو ان کو معاف کر دینا چاہئے اور اس سے درگزر کر دینا چاہئے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے ساتھ حلم و کرم اور لطف و رحم ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو حسن سلوک کا ہی حکم دیتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ پر بہتان طرازی کفر ہے

یہ آیت مبارکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی قسم کا نیک سلوک کرنے سے قسم کھالی تھی۔ کیونکہ وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت میں شریک تھے، جب اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت ظاہر فرما دی اور مسلمانوں کے دل خوش ہو گئے، مسلمانوں کی توبہ قبول ہو گئی اور بعضوں کو تہمت لگانے پر شرعی حد لگ چکی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ فرمایا جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد تھے، اور مسکین آدمی تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ان کے اخراجات اٹھاتے تھے اور یہ مہاجر بھی تھے، مگر ان سے لغزش ہو گئی تھی اور ان پر تہمت کی حد بھی لگائی جا چکی تھی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سخاوت مشہور تھی، کیا اپنے اور کیا غیر آپ سب کے ساتھ عام سلوک کرتے تھے، آیت ہذا کے جب یہ الفاظ ان کے کان میں پڑے:

"الا تحبون ان یغفر اللہ لکم" (الآیۃ)

"یعنی کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرما دے؟"

تو آپ کی زبان سے بے ساختہ نکلا "بلی واللہ انا نحب" یعنی کیوں نہیں، خدا کی قسم! اے ہمارے رب! ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ آپ ہماری بخشش فرما دیں، پھر اسی وقت مسطح رضی اللہ عنہ کو جو کچھ دیا کرتے تھے دینا شروع کر دیا۔ اور اب کی بار عہد کر لیا کہ واللہ! میں اس سے کبھی بھی اس کا مقررہ وظیفہ نہ روکوں گا۔ واقعی صدیق رضی اللہ عنہ، صدیق ہی تھے۔

سات ہلاک کر دینے والی چیزیں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

"اِنَّ الـذیـن یـرمـون الـمـحصنت الغفلت الـمُومِنٰتِ لُعِنُوْا فی الدُّنیا والا خرۃ......" (النور: ۲۳)

جب عام مسلمان عورتوں پر بہتان باندھنے والوں کی یہ سزا ہے تو امہات المومنین پر بہتان لگانے والوں کی سزا کیا ہوگی؟ پھر خصوصا اس خاتون پر جوان آیات کے نزول کا سبب ہیں یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ آیات برأت کے نزول کے بعد اب جو شخص بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام تراشی کرے وہ کافر ہے، کیونکہ وہ قرآن کا مخالف و منکر ہے، دیگر ازواج مطہرات کے متعلق دو قول ہیں، لیکن صحیح ترین قول یہ ہی کہ وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مثل ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سات ہلاک کردینے والی چیزوں سے اجتناب کرو، دریافت کیا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ سات مہلک امور کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے ساتھ دوسرے کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، اس شخص کو قتل کرنا جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدانِ جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا اور پاک دامن بھولی بھالی ایمان دار عورتوں پر تہمت لگانا۔

(تفسیر ابن کثیر، مظہری، معارف القرآن، قصص القرآن)

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

منافقین کی ہرزہ سرائیاں

قرآن کریم کا بیان

اذا جاءک المنفقون O قالوا نشهد انک لرسول الله والله یعلم انک لرسولهٗ والله یشهد انهم لکذبون O اتخذو آ ایمانهم جنة فصدوا عن سبیل الله ط انهم سآء ما کانوا یعملون O ذالک بانهم امنوا ثم کفروا فطبع علٰی قلوبهم فهم لا یفقهون O واذا رایتهم تعجبک اجسامهم وان یقولوا تسمع لقولهم کانهم خشب مسندة ط یحسبون کل صیحةٍ علیهم ط هم العدو فاحذرهم قٰتلهم الله انّٰی یوفکون O واذا قیل لهم تعالوا یستغفر لکم رسول الله لوّوا رءوسهم ورایتهم یصدون وهم مستکبرون O سوآءٌ علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم لن یغفر الله لهم ط ان الله لا یهدی القوم الفٰسقین O هم الذین یقولون لا تنفقوا علٰی من عند رسول الله حتّٰی ینفضوا ؕ ولله خزائن السموات والارض ولٰکن المنفقین لا یفقهون O یقولون لئن رجعنآ الی المدینة لیخرجن الاعز منها الاذل ط ولله العزة ولرسوله وللمومنین ولکن المنفقین لایعلمون O

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

"جب آپ کے پاس یہ منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں ان لوگوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے پھر یہ لوگ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں بے شک ان کے یہ اعمال بہت ہی برے ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ ایمان لے آئے پھر کافر ہو گئے سو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو یہ نہیں سمجھتے اور جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے قد وقامت آپ کو خوش نما معلوم ہوں اور اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی بات سن لیں گویا یہ لکڑیاں ہیں جو سہارے سے لگائی ہوئی ہیں ہر غل پکار کر اپنے ہی اوپر خیال کرنے لگتے ہیں یہی لوگ دشمن ہیں آپ ان سے ہوشیار رہئے خدا ان کو غارت کرے کہاں پھرے چلے جاتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لئے رسول اللہ استغفار کریں تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے بے رخی کرتے ہیں ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو بخشے گا نہیں بے شک اللہ ایسے نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جائیں گے اور اللہ ہی کے ہیں سب خزانے آسمان اور زمین کے اور لیکن منافقین نہیں سمجھتے ہیں یہ یوں کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینہ میں لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہے عزت اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کی اور لیکن منافقین جانتے نہیں۔"

منافقوں کا سردار

حضرت محمد بن اسحاق "سیرت" میں رقم طراز ہیں "مجھے ابن شہاب سے یہ روایت پہنچی ہے کہ عبداللہ بن ابی سلول اپنی قوم میں ذی حیثیت سمجھا جاتا تھا۔ جب بھی

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوتے تو یہ کھڑا ہو جاتا اور کہتا لوگو! یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے موجود ہیں۔ انہی کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں عزت بخشی ہے۔ سو تم ان صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار بن جاؤ، ان کی عزت وتکریم کرو اور ان کا حکم بجالاؤ" عبداللہ بن ابی یہ کہتا اور بیٹھ جاتا تھا۔ غزوۂ اُحد میں اس نے منافقانہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کر کے ایک تہائی لوگوں کو لے کر میدان سے واپس آ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد سے واپس تشریف لائے اور حسب سابق جمعہ کے روز خطبہ کے لئے منبر پر تشریف فرما ہوئے تو عبداللہ بن ابی بھی اپنی عادت کے مطابق کھڑا ہوا اور کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم ادھر ادھر سے کھڑے ہو گئے اور اس کے کپڑے پکڑ کر کہنے لگے اے دشمن خدا بیٹھ جا، تو اب یہ کہنے کا منہ نہیں رکھتا، تو جو کچھ کر سکتا تھا کر گزرا۔ یہ ناراض ہو کر لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا باہر نکل گیا اور کہتا جاتا تھا کہ میں کسی بری بات کے ارادہ سے کھڑا نہیں ہوا تھا بلکہ میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید وتقویت کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ چند انصاری صحابی رضی اللہ عنہم اسے مسجد کے دروازے پر مل گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ عبداللہ بن ابی کہنے لگا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید وتقویت کے لئے کھڑا ہوا تو چند صحابی رضی اللہ عنہم مجھ پر جھپٹ پڑے۔ مجھے گھسیٹنے لگے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے حالانکہ میں تو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقویت کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ انصاری رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ تم پر ہلاکت ہو واپس چلو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے استغفار کر دیں گے، عبداللہ بن ابی منافق کہنے لگا کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

ابن اُبی کی بکواس

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جس منزل میں قیام فرماتے تو نماز پڑھنے سے پہلے کوچ نہیں کرتے تھے۔ غزوۂ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ عبداللہ بن ابی کہہ رہا ہے کہ ہم عزت والے ان ذلت والے مہاجرین کو مدینہ سے نکال دیں گے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

علیہ وسلم نے شام سے پہلے ہی کوچ فرما دیا۔ عبداللہ بن ابی سے کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو۔ وہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار فرمادیں گے۔ تب یہ آیت مبارکہ "اذا جائک المنفقون ...... لوّوا روسھم" نازل ہوئیں۔ اس واقعہ کی اسناد حضرت سعید بن جبیر تک تو صحیح ہے لیکن یہ کہنا کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے۔ اس میں نظر ہے کیونکہ عبداللہ بن ابی اس غزوہ میں تھا ہی نہیں بلکہ وہ تو ایک جماعت کو لے کر لوٹ آیا تھا۔ کتب سیر و مغازی کے مصنفین میں مشہور یہی ہے کہ یہ واقعہ غزوہٗ مریسیع یعنی غزوہٗ بنی المصطلق میں پیش آیا۔

حضرت زیدؓ نے حضور ﷺ کو آگاہ کیا

ابن اسحاق سے غزوہٗ بنی مصطلق کے بارہ میں مروی ہے کہ اس لڑائی میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تھا وہاں حضرت جہجاہ بن سعید غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت سنان بن زید رضی اللہ عنہ کا پانی پر کچھ جھگڑا ہو گیا۔ حضرت جہجاہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کارندے تھے جھگڑے نے کچھ طول پکڑا، حضرت سنان رضی اللہ عنہ نے انصار کو جبکہ حضرت جہجاہ رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کو اپنی مدد کے لئے پکارا۔ اس وقت حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ انصار کی ایک جماعت عبداللہ بن ابی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے جب جھگڑے کی آوازیں سنیں تو کہنے لگا کہ ہمارے ہی شہروں میں ان لوگوں نے ہم پر حملے شروع کر دیئے۔ خدا کی قسم ہماری اور قریش کی مثال وہی ہے جو کسی نے کہا ہے کہ اپنے کتے کو خوب موٹا تازہ کرو تا کہ وہ تمہیں ہی کاٹے۔ اور کہنے لگا کہ ہم عزت والے مدینہ پہنچ کر ان ذلت والوں کو نکال دیں گے۔ پھر جو لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان سے کہنے لگا "یہ مصیبت تم نے خود ہی مول لی ہے۔ تم نے انہیں اپنے شہر میں بسایا اور اپنے مال کا آدھا حصہ تک انہیں دے دیا۔ اب بھی اگر تم ان سے مالی امداد روک دو تو یہ خود مدینہ سے بھاگ جائیں گے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ تمام باتیں سنیں آپ رضی اللہ عنہ اس وقت کم عمر تھے آپ رضی اللہ عنہ سیدھے دربار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور تمام باتیں بغیر کم و کاست کے عرض کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس وقت حاضر خدمت تھے،

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کہنے لگے یارسول اللہ! عباد بن بشیر کو حکم فرمایئے کہ اس کی گردن اتار دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''پھر لوگوں میں یہ مشہور ہو جائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کی گردن زنی کرتے ہیں، یہ ٹھیک نہیں، جاؤ! لوگوں میں کوچ کی منادی کرادو۔

منافق جھوٹی قسمیں کھانے لگا

جب عبداللہ بن ابی کو پتہ چلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس گفتگو کا علم ہو چکا ہے تو بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر معذرت کرنے لگا اور قسمیں کھانے لگا کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کیا۔ چونکہ عبداللہ بن اُبی قوم میں باعزت سمجھا جاتا تھا اس لئے بعض صحابی رضی اللہ عنہم بھی کہنے لگے کہ یارسول اللہ! ہوسکتا ہے کہ بچے کو غلطی ہو اور وہم ہو گیا ہو۔ بات ثابت تو ہو نہیں رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کے وقت سے پہلے کوچ کا حکم فرما دیا۔ راستہ میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے بارگاہ نبوت کے شایان شان تحفہ سلام پیش کیا، اور عرض کی یارسول اللہ کیا بات ہے؟ آج وقت سے پہلے ہی کوچ کا حکم فرما دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارا ساتھی عبداللہ بن ابی کیا کہہ رہا ہے کہ مدینہ پہنچ کر ہم عزت والے ان ذلت والے مہاجرین کو نکال دیں گے۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! عزت والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور ذلیل وہ ہے یارسول اللہ اسے درگزر کیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل اہل مدینہ نے اسے سردار بنانے پر اتفاق کر لیا تھا۔ اس کے لئے تاج تیار ہو رہا تھا کہ اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج دیا اور اس کے ہاتھ سے ملک نکل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر مبارک جاری رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو چلے تھے، شام ہوئی، رات ہوئی، صبح ہوئی حتیٰ کہ دھوپ میں تیزی آگئی تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا تاکہ لوگ پھر اس بات میں نہ الجھ جائیں۔ تھکے ہارے لوگ اترتے ہی سو گئے، پھر یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی۔ (قصص القرآن، علامہ ابن کثیر)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

ایک بلا تحقیق اطلاع

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذین امنوآ ان جآءَ کم فَاسِقٌ بنبأٍ فتبیّنوآ ان تصیبوا قومًا بجھالۃٍ فتصبحوا علٰی ما فعلتم نٰدمین O واعلموآ اَنَّ فیکم رسولَ اللّٰہ لو یطیعکم فی کثیرٍ من الامر لعنتم ولٰکن اللّٰہ حَبَّبَ الیکم الْاِیمَانَ وَزَیَّنَہٗ فی قلوبکم وَکَرَّہَ الیکم الکفر والفسوق والعصیان ط اُولٰٓئک ھم الرّٰشدون ط فضلاً مّن اللّٰہ ونعمۃً ط واللّٰہُ علیم حکیمٌO

”اے ایمان والو! اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچا دو پھر اپنے کئے پر پچھتانا پڑے اور جان رکھو تم میں رسول اللہ ہیں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں اگر اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو نصرت پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر اور فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دے دی ایسے لوگ ضرور اللہ تعالیٰ کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔“

فاسق کی خبر پر اعتماد نہ کرو

اللہ تبارک وتعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ مکمل تحقیق وتفتیش سے پہلے فاسق کی خبر کا اعتماد

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

نہ کرو، ممکن ہے کہ فاسق شخص نے کوئی جھوٹی بات کہدی ہو یا خود اسے غلطی لگی ہو، اور تم اس کی خبر کے مطابق کچھ کر گذرو تو تم غلطی کے پیروکار بن جاؤ گے، اور مفسد لوگوں کے اتباع کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اسی آیت کو دلیل بنا کر بعض محدثین کرام نے اس شخص کی روایت کو بھی غیر معتبر بتلایا ہے۔ جس کے حالات معلوم نہ ہوں، اس لئے کہ ہو سکتا ہے یہ شخص فی الواقع فاسق ہو۔ گو بعض محدثین کرام نے ایسے مجہول الحال راویوں کی روایت کو قبول کیا ہے کہ ہمیں فاسق کی روایت قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے اور مجہول الحال کا فسق ہمیں معلوم نہیں۔

یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارہ میں نازل ہوئی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبیلہ بنی مصطلق سے زکوٰۃ لینے کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت حارث بن ضرار الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دعوت اسلام دی جو میں نے قبول کی اور حلقہ بہ گوش اسلام ہو گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی فرضیت کے متعلق بتایا میں نے اس کا بھی اقرار کیا اور کہا کہ میں اپنی قوم کے پاس جاتا ہوں اور مسلمان ہونے والوں سے زکوٰۃ جمع کرتا ہوں۔ اتنے دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کسی شخص کو بھیج دیں۔ میں جمع شدہ مال زکوٰۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ارسال کر دوں گا۔ جب وقت مقرر گزرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی قاصد نہ پہنچا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سرداران قوم کو جمع کیا اور کہا کہ یہ تو ناممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ کے مطابق اپنا کوئی قاصد نہ بھیجیں۔ مجھے ڈر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی وجہ سے ہم پر ناراض نہ ہو گئے ہوں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم خود ہی مال لے کر مدینہ منورہ حاضر ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں۔

اطلاع غلط نکلی

ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قاصد بنا کر بھیجا لیکن یہ راستہ ہی سے ڈر کر واپس ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے بلکہ وہ تو میرے قتل کے درپے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت حارث رضی اللہ عنہ کی تنبیہ کے لئے روانہ کئے۔ مدینہ منورہ کے قریب ہی اس دستہ نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تم کہاں اور کس کے پاس جا رہے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم تو آپ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قاصد ولید رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ ادا نہیں کی بلکہ اس کے قتل کے درپے ہو گئے۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق رسول بنا کر بھیجا ہے نہ تو میں نے انہیں دیکھا ہے اور نہ ہی وہ میرے پاس آئے ہیں۔ چلو میں خود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو رہا تھا۔

تحقیق ضروری ہے

جب بارگاہ نبوت میں یہ حضرات پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم نے زکوٰۃ روک لی اور میرے قاصد کو قتل کرنا چاہا؟ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہرگز نہیں یا رسول اللہ! اس خدا کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا ہے نہ میں نے انہیں دیکھا اور نہ ہی وہ میرے پاس آئے۔ بلکہ جب میں نے یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد نہیں بھیجا تو میں اس ڈر سے کہ کہیں آپ ناراض نہ ہوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

"یا ایها الذین امنوا ان جاءَ کم فاسقٌ بنبا الخ"

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تحقیق وتلاش اور دوربینی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔"

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

منافقین کی مسجد ضرار

قرآن کریم کا بیان

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المومنین وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل ط ولیحلفن ان اردنا الا الحسنیٰ ط واللہ یشھد انھم لکذبون O لا تقم فیہ ابدا ط لمسجد اسس علی التقوٰی من اول یوم احق ان تقوم فیہ ط فیہ رجال یحبون ان یتطھروا ط واللہ یحب المطھرین O

''اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے ضرر پہنچائیں اور کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس کے قبل خدا اور رسول کا مخالف ہے اور قسمیں کھا جائیں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ وہ اس لائق ہے کہ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

ابو عامر کی اسلام سے دشمنی

ان آیات کریمہ کا سبب نزول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

تشریف لانے سے پہلے مدینہ میں قبیلہ خزرج کا ایک آدمی رہتا تھا۔ جس کا نام تھا ابو عامر راہب یہ ایام جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا اور اہل کتاب کا علم حاصل کر چکا تھا۔ یہ ایام جاہلیت میں ایک عبادت گزار شخص تھا کہ اپنے قبیلہ میں بھی اس کو بڑی بزرگی حاصل تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور مسلمانوں کا آپ کے پاس اجتماع ہونے لگا اور اسلام کا بول بالا ہو گیا اور بدر کی لڑائی میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب رکھا تو ابو عامر پر یہ بات بہت شاق گزری اور کھلم کھلا عداوت ظاہر کرنے لگا اور مدینہ سے بھاگ کر کفار مکہ اور مشرکین قریش سے جا ملا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے پر مائل کرتا تھا۔ اب عرب کے سارے قبیلے اکھٹے ہو گئے، اور جنگ احد کے لئے پیش قدمی کی، نتیجہ میں مسلمانوں کو جو ضرر پہنچا اللہ عزوجل نے اس جنگ میں مسلمانوں کا امتحان لیا۔ عاقبت تو متقین ہی کے لئے ہے۔ اس فاسق نے دونوں طرف کی صفوں کے درمیان کئی گڑھے کھود رکھے تھے۔ ان میں سے ایک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گر پڑے اس سے آپ کو نقصان پہنچا۔ آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے کی طرف سے سامنے کے چار دانت شہید ہو گئے۔ سر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی ہو گیا۔ ابو عامر نے شروع جنگ میں اپنی قوم انصار کی طرف بڑھ کر انہیں مخاطب کیا اور انہیں اپنی مدد اور اپنی موافقت کی دعوت دی۔ جب انصار نے ابو عامر کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے کہ اے فاسق، اے عدو اللہ خدا تجھے برباد کرے اور اس کو گالیاں دیں اس کی عزت ریزی کی۔ اب وہ یہ کہتا ہوا واپس ہو گیا کہ میرے بعد میری قوم تو اور بگڑ گئی۔

رسول اکرم ﷺ کی بددعا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فرار ہونے سے پہلے اس کو دعوت اسلام دی تھی اور قرآن کی وحی اسے سنائی تھی لیکن اسلام لانے سے اس نے انکار کیا اور سرکشی اختیار کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بددعا دی کہ کمبخت جلا وطنی اور پردیس کی موت مرے۔ چنانچہ یہ بددعاء اس پر کارگر ہوئی اور یہ بات اس طرح وقوع پذیر ہوئی کہ لوگ جب جنگ احد سے فارغ ہوئے اور اس نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اور بلندیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ اسلام بڑھتا چلا جا رہا ہے تو وہ ملک روم ہرقل کے پاس گیا اس سے نبی

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف مدد مانگی۔ اس نے وعدہ کیا اس نے اپنی امیدیں کامیاب ہوتی دیکھیں تو ہرقل کے پاس ٹھہر گیا اور اپنی قوم انصار میں سے ان لوگوں کو مکہ بھیجا جو اہل نفاق تھے کہ لشکر لے کر آ رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوب جنگ ہوگی۔ ان پر غالب آ جاؤں گا اور انہیں اپنے اسلام سے پھر سابقہ حالت پر آنا پڑے گا۔ اور ان اہل نفاق کو حکم بھیجا کہ اس کے لئے پناہ گاہ بنائیں اور میرے احکام اور مراسلے جو لے کر آیا کریں ان کے لئے قیام گاہ اور مامن بنائے رکھو تا کہ اس کے بعد جب وہ خود آئے تو اس کے لئے کمین گاہ کا کام دے۔

مسجد ضرار کی تعمیر

چنانچہ ان منافقین نے مسجد قباء کے قریب ہی ایک اور مسجد بنا ڈالی۔ اس کی تعمیر کر دی اس کو پختہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبوک سے نکلنے سے پہلے اس کام سے فارغ بھی ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس درخواست لے آئے کہ آپ ہمارے پاس آیئے ہماری مسجد میں نماز پڑھئے تا کہ اس بات کی سند ہو سکے کہ یہ مسجد اپنی جگہ قابل استقرار اور قابل اثبات ہے اور آپ کے سامنے یہ بیان کیا کہ ضعیفوں اور کمزوروں کی خاطر یہ مسجد بنائی گئی ہے اور سردی کی راتوں میں جو بیمار لوگ دور کی مسجد میں نہیں جا سکتے ان کے لئے آسانی کی غرض ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بچانا چاہتا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو اس وقت سفر درپیش ہے جب ہم واپس ہوں گے اور خدا نے چاہا تو دیکھا جائے گا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف واپس ہوئے اور مدینے تک مسافت کی جب ایک دن یا اس سے کچھ کم رہ گئی تو جبرائیل علیہ السلام مسجد ضرار کی خبر لئے ہوئے آ پہنچے اور منافقین کے اس راز کو ظاہر کر دیا کہ مسجد قباء کے قریب ایک اور مسجد بنانے سے کفار کا مقصد مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پیدا کرنا ہے۔ وہ مسجد قباء ہے جس کی بنیاد اول روز سے تقویٰ پر اٹھائی گئی ہے۔

حضور ﷺ نے اسے منہدم کرا دیا

اس علم کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی چند لوگوں

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

کو اس مسجد ضرار کی طرف بھیج دیا کہ اسے منہدم کر دیا جائے۔ وہ لوگ جنہوں نے اس کو بنایا وہ قسمیں کھا کر کہہ رہے تھے کہ ہم نے تو نیک ارادے سے اس کی بنیاد ڈالی ہے۔ ہمارے پیش نظر تو صرف لوگوں کی خیر خواہی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "واللہ یشھد انھم لکذبون" اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں یعنی جو انہوں نے قصد کیا اور نیت کر رکھی ہے۔ اس میں جھوٹے ہیں۔ محض اس مقصد سے بنائی ہے مسجد قباء کو ضرر پہنچائیں اور کفر کی اشاعت کریں مسلمانوں میں تفریق ڈال دیں۔ خدا سے اور خدا کے رسول سے لڑنے کی خاطر کمین گاہ بنائے رکھیں، جہاں ان کے مشورے ہوا کریں، وہ شخص ہے ابو عامر فاسق راہب۔ خدا اس پر لعنت کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "لا تقم فیہ ابداً" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں نماز پڑھنے سے ممانعت فرمادی۔ نماز نہ پڑھنے میں ان کی تابع ان کی امت بھی ہے۔

مسجد قبا کی بنیاد تقویٰ پر ہے

چنانچہ مسلمانوں کو بھی تاکید ہے کہ کبھی اس میں نماز نہ پڑھیں۔ پھر مسجد قباء میں نماز پڑھنے پر ابھارا۔ مسجد قباء کی بنیاد شروع ہی سے تقویٰ پر ڈالی گئی ہے۔ تقویٰ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول کو کہتے ہیں۔ یہاں مسلمان مل بیٹھتے ہیں دینی مشورے کرتے ہیں اور یہ اسلام اور اہل اسلام کی پناہ کی جگہ ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "لمسجد اُسس علی التقویٰ من اول یوم احق ان تقوم فیہ" اور سیاق عبارت مسجد قباء سے متعلق ہے۔ اسی لئے حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد قباء میں نماز پڑھنا ایک عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء کی طرف سوار ہو کر بھی آتے تھے اور پیادہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے بنایا تو آپ کی سب سے پہلے تشریف آوری بنی عمرو بن عوف کے پاس تھی اور جہت قبلہ جرائیل نے معین کی تھی۔ واللہ اعلم۔

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ مدینے کے اندر جو مسجد نبوی ہے یہی وہ مسجد ہے۔ جس کے لئے کہا گیا ہے کہ تقویٰ پر اس کی بنیاد اٹھی ہوئی ہے اور صحیح بات ہے۔ اس میں اور اس میں کوئی منافات نہیں کیونکہ جب قباء کی تاسیس اول یوم سے بر بنائے تقویٰ ہے تو بدرجہ

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

اولیٰ مسجد نبوی کو یہ خصوصیت حاصل ہونی چاہئے۔

افمن اَسَّسَ بُنْيَانَهُ علىٰ تقوىٰ من اللّٰهِ ورضوانٍ خيرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهُ علىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ في نارِ جهنم واللّٰه لايهدى القوم الظلمين O لا يزال بنيانهم الذى بَنَوْا رِيْبَةً فى قلوبهم اِلَّآ اَنْ تقطع قلوبهم ط واللّٰه عليم حكيم O

''پھر ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا سے ڈرنے اور خدا کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی گھاٹی کے کنارہ پر جو کہ گرنے ہی کو رکھی ہو پھر وہ اس کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتا۔ ان کی یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی ہاں مگر ان کے دل ہی اگر فنا ہو جائیں تو خیر اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔''

گندگی پھینکنے کی جگہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے مسجد کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الٰہی پر رکھی ہے اور وہ جنہوں نے مسجد ضرار اور مسجد کفر بنائی اور مومنین میں تفریق ڈال دی اور خدا سے اور خدائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لئے اس کو جائے پناہ قرار دیا کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے تو اس مسجد ضرار کی بنیاد گویا ایک گڑھے کے گرتے ہوئے کنارے رکھی جو اسے جہنم کی آگ میں سے گرائے گی اور حدود سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا نہیں فرماتا ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مسجد ضرار کو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب فرمان جب ان میں آگ لگا دی گئی تو اس میں دھواں نکل رہا تھا۔

خلف بن یاسین کوفی کہتے ہیں کہ میں نے منافقین کی اس مسجد کو دیکھا کہ جس کا ذکر اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا ہے یہ دیکھا کہ اس میں ایک سوراخ ہے۔ جس میں سے دھواں نکل رہا ہے اور آج وہ جگہ گندگی پھینکنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

ثعلبۃ بن حاطب منافق کا قصہ

قرآن کریم کا بیان

ومنهم من عهد الله لئن اتنا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصلحين ○ فلما اتهم من فضله بخلوا به وتولوا وهم معرضون ○ فاعقبهم نفاقا في قلوبهم الى يوم يلقونه بما اخلفوا الله ما وعدوه وبما كانوا يكذبون ○ الم يعلموا ان الله يعلم سرهم و نجوٰهم وان الله علام الغيوب ○

"اوران میں سے بعض آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے عطا فرمادے تو ہم خوب خیرات کریں اور ہم خوب نیک کام کیا کریں سو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دے دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور روگردانی کرنے لگے اور وہ تو روگردانی کے عادی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا جو خدا کے پاس جانے کے دن تک رہے گا اس سبب کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے اپنا وعدہ میں خلاف کیا اور اس سبب کہ وہ جھوٹ بولتے تھے کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا راز اور ان کی سرگوشی سب معلوم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں۔"

منافق کی عہد شکنی

ایک منافق نے عہد کیا کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ مالدار کر دے۔ تو میں بڑی سخاوت

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

کروں گا اور نیک بن جاؤں گا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسے امیر اور خوشحال بنا دیا اس نے وعدہ شکنی کی اور بخیل بن بیٹھا جس کی سزا میں قدرت نے اس کے دل میں ہمیشہ کے لئے نفاق ڈال دیا، اکثر مفسرین کرام بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت ثعلبہ بن حاطب انصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لئے مالداری کی دعا کیجئے آپ نے فرمایا تھوڑا جس کا شکر ادا ہو اس زیادہ سے اچھا ہے جو تیری طاقت سے زیادہ ہو، اس نے پھر دوبارہ درخواست کی آپ نے پھر سمجھایا تو اپنا حال اللہ کے نبی جیسا رکھنا پسند نہیں کرتا۔ واللہ اگر میں چاہتا تو یہ پہاڑ سونے چاندی کے بن کر میرے ساتھ چلتے، اس نے کہا حضور! واللہ میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ مجھے مالدار کر دے تو میں خوب سخاوت کروں گا ہر ایک کو اس کا حق ادا کروں گا۔

آپ ﷺ نے اس کے لئے مال کی برکت کی دعا کی اس کی بکریوں نے اس طرح بڑھنا شروع کیا جس طرح کیڑے بڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ شریف اس کے جانوروں کے لئے تنگ ہو گیا یہ ایک میدان میں نکل گیا ظہر، عصر تو جماعت کے ساتھ ادا کرتا باقی نمازیں جماعت سے نہیں ملتی تھیں جانوروں میں اور ترقی ہوئی اسے اور دور جانا پڑا سوائے جمعہ کے اور سب جماعتیں چھوٹ گئیں مال اور بڑھتا گیا شدہ شدہ جمعہ میں آنا بھی اس نے چھوڑ دیا آنے جانے والے قافلوں سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن کیا بیان ہوا۔

مال کی محبت نے ایمان چھین لیا

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال دریافت کیا لوگوں نے سب کچھ بیان کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار افسوس کیا ادھر آیت اتری "خذمن اموالھم صدقة" ان کے مال سے صدقہ لو اور صدقے کے احکام بھی بیان ہوئے آپ نے دو شخصوں کو جن میں ایک قبیلہ جہینہ کا تھا اور دوسرا قبیلہ سلیم کا۔ انہیں صدقہ لینے کے لئے بھیجا اور فرمایا کہ ثعلبہ سے اور فلاں بنی سلیم سے صدقہ لے آؤ یہ دونوں ثعلبہ کے پاس پہنچے اور صدقہ طلب

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

کیا تو وہ کہنے لگا واہ واہ یہ تو جزیے کی بہن ہے یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے کافروں سے جزیہ لیا جاتا ہے یہ کیا بات ہے اچھا اب تو جاؤ واپسی میں آنا۔

دوسرا شخص سلمی جو تھا اسے جب معلوم ہوا تو اس نے اپنے بہترین جانور نکالے اور انہیں لے کر خود ہی آگے بڑھا۔

ان جانوروں کو دیکھ کر کہنے لگے نہ تو یہ ہمارے لینے کے لائق نہ تجھ پر ان کا دینا واجب، اس نے کہا میں تو اپنی خوشی سے بہترین جانور دینا چاہتا ہوں آپ انہیں قبول فرمایئے۔ بالآخر انہوں نے لے لئے۔

دیگر لوگوں سے بھی صدقہ وصول کیا اور لوٹتے ہوئے پھر ثعلبہ کے پاس آئے اس نے کہا ذرا مجھے وہ پرچہ تو پڑھاؤ جو تمہیں دیا گیا ہے، پڑھ کر کہنے لگا بھئی یہ تو صاف صاف جزیہ ہے اچھا تم جاؤ میں سوچتا ہوں۔ یہ واپس پہنچے انہیں دیکھتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثعلبہ پر اظہار افسوس کیا اور سلمی شخص کے لئے برکت کی دعا کی۔ اب انہوں نے ثعلبہ کا سلمی کا دونوں کا واقعہ سنایا پس اللہ تعالیٰ جل وعلا نے یہ آیت نازل فرمائی "ومنهم من عهد الله لئن اٰتٰنا من فضله لنصدقن"

حضور ﷺ کا صدقہ قبول کرنے سے انکار

ثعلبہ کے ایک قریبی رشتہ دار نے جب یہ سب کچھ سنا تو ثعلبہ سے جا کر کہا آیت بھی پڑھ کر سنائی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرمادیا ہے۔ یہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو سب تیرا ہی کیا دھرا ہے میں نے تو تجھے کہا تھا لیکن تو نہ مانا یہ واپس اپنی جگہ چلا آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال تک اس کی کوئی چیز قبول نہ فرمائی۔ پھر زمانہ خلافت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا میری جو عزت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی وہ اور میرا مرتبہ انصار میں ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں آپ میرا صدقہ قبول فرمایئے۔

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary

آپ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا تو میں کون ہوں، غرض آپ نے بھی انکار کر دیا، جب آپ کا بھی انتقال ہو گیا اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے والی ہوئے تو پھر سے آیا اور کہا اے امیر المومنین آپ میرا صدقہ قبول فرمایئے آپ نے جواب دیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا اور خلیفہ اول نے قبول نہیں فرمایا تو اب میں کیسے قبول کر سکتا ہوں چنانچہ آپ نے بھی اپنی خلافت کے زمانہ میں اس کا صدقہ قبول نہیں فرمایا۔

پھر خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو یہ پھر آیا اور کہنے لگا کہ میرا صدقہ قبول فرمالیں آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے دونوں خلیفہ نے تیرا صدقہ قبول نہیں فرمایا تو میں کیسے کرلوں چنانچہ قبول نہیں کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ہی میں یہ شخص ہلاک ہو گیا۔ اس جھوٹ اور عہد شکنی کے بدلے اس کے دل میں نفاق پیوست ہو گیا جو پوری زندگی تک اس کے ساتھ ہی رہا، حدیث میں بھی ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے جب وعدہ کرتا ہے خلاف ورزی کرتا ہے جب امانت سونپی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سیرت حلبیہ سے ملخص)

for More Books Click This Link
https://archive.org/details/@madni_library

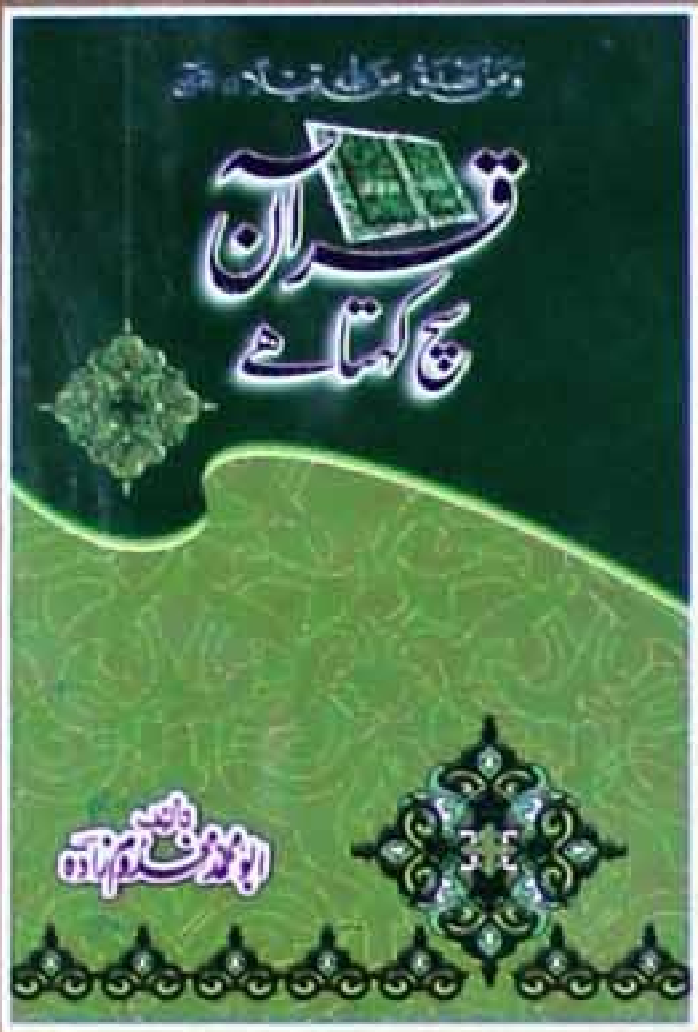

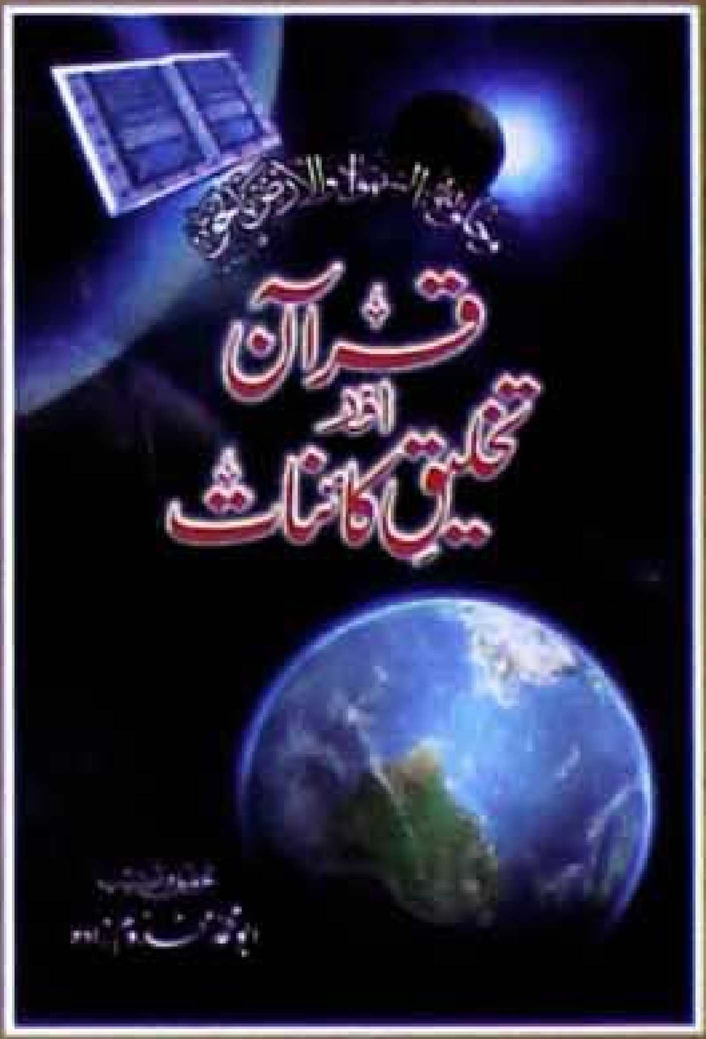

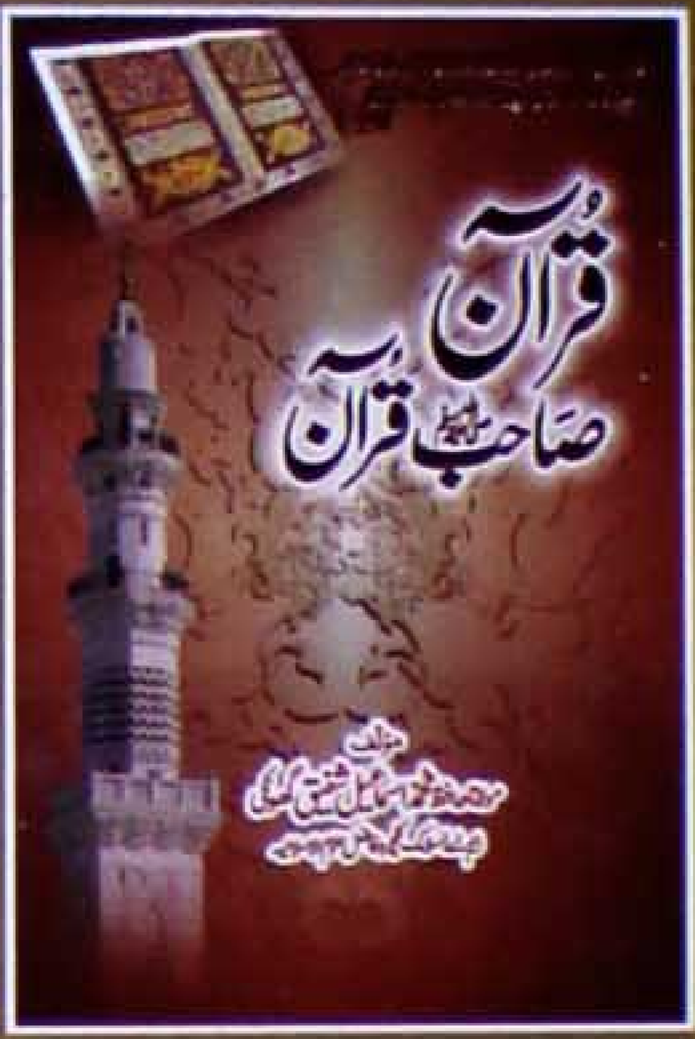

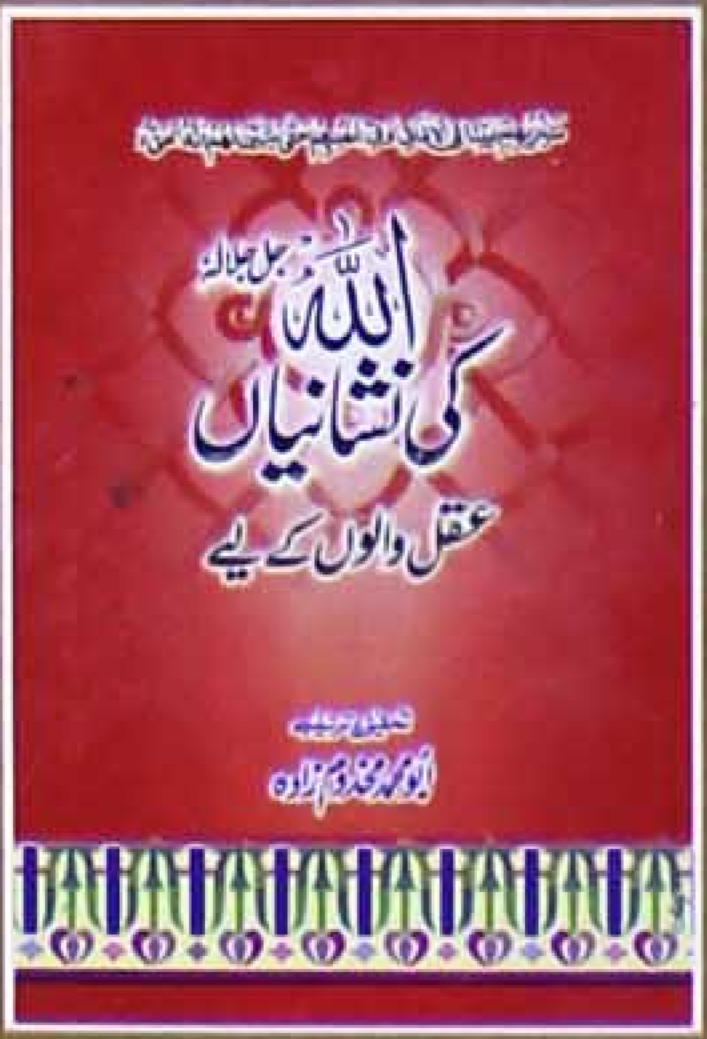

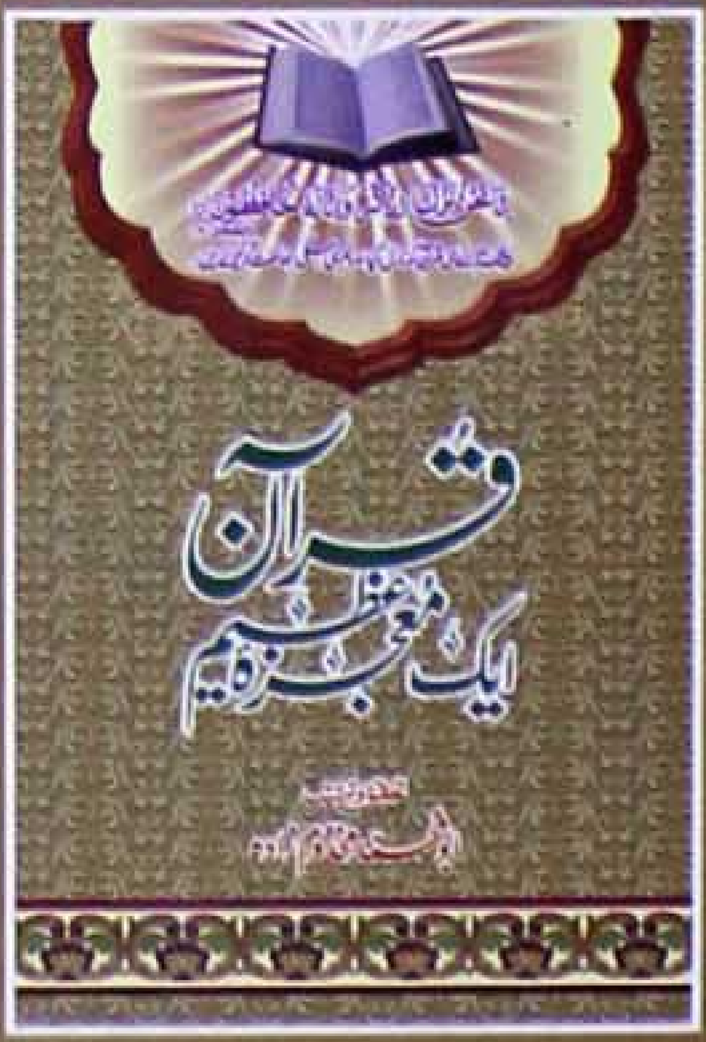

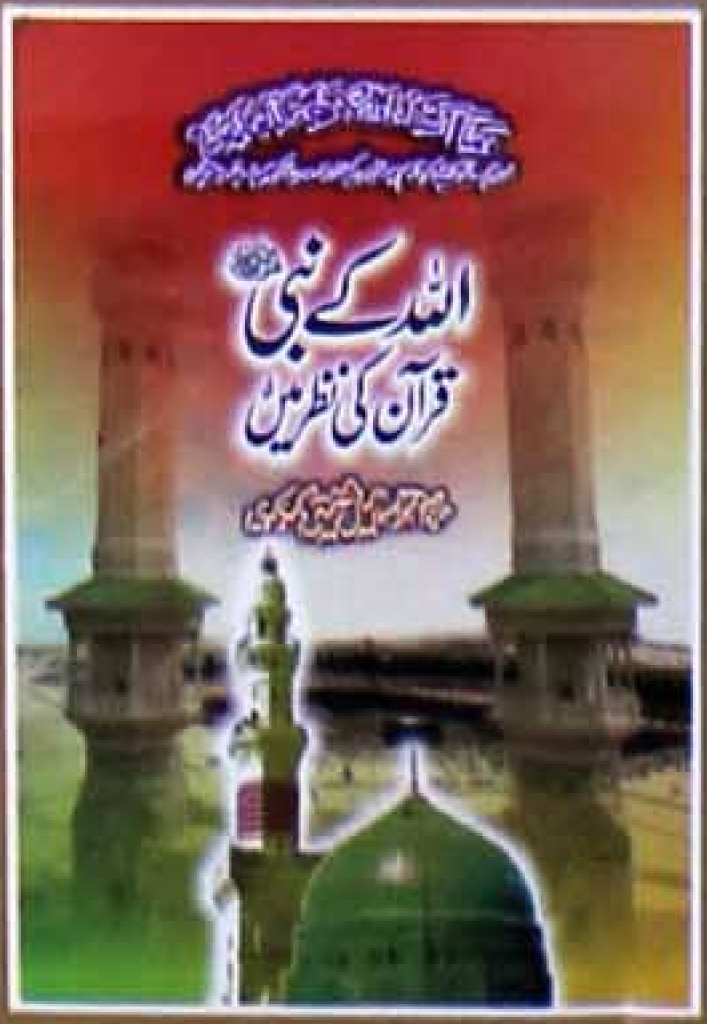

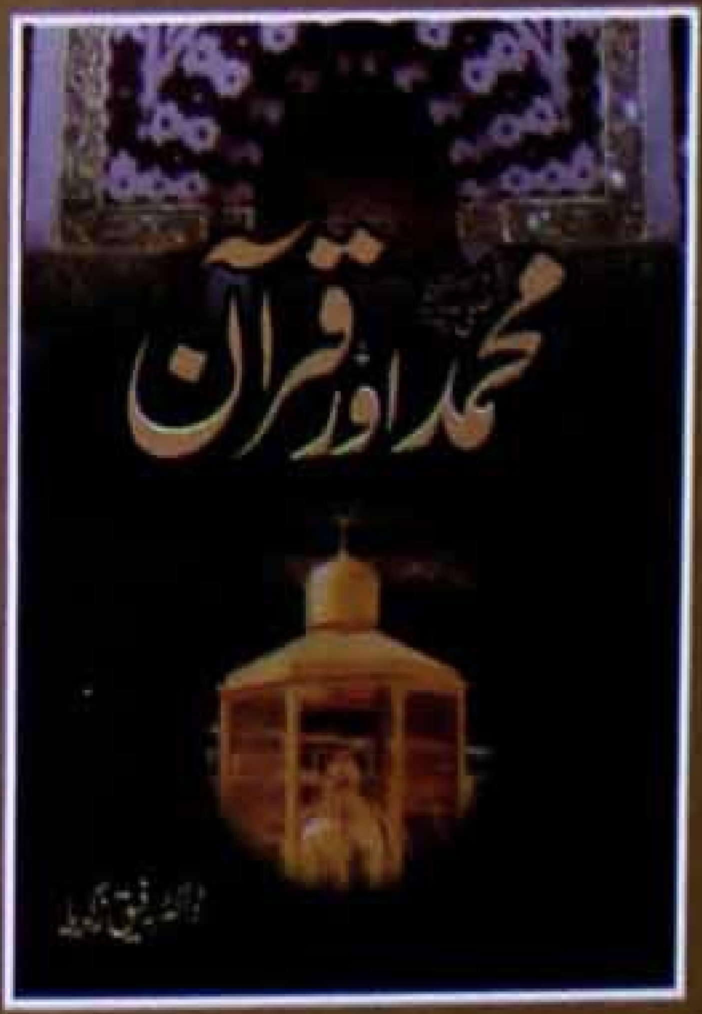

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

for More Books Click This Link
https://www.facebook.com/MadniLibrary